مختصر

تفسیر ابن کثیر

تیسرا حصّہ

مع فہرست مضامین قرآن عظیم

تالیف:

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر القریشی الدمشقی رحمہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ:

مولانا حافظ محمد داؤد راغب رحمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مختصر
تفسیر ابن کثیر
تیسرا حصّہ

آسان اردو ترجمہ

تصنیف : علاّمہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ وتفسیر : مولانا حافظ محمد داؤد خان راغب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ

اضافہ وترمیم : مولانا امان اللہ فیصل ومولانا عبدالحمید صغیر حفظہما اللہ

تصحیح وتنقیح : شیخ القرآن والحدیث مولانا محمود احمد حسن حفظہ اللہ
وشیخ القرآن والحدیث مولانا مفتی محمد یوسف قصوری حفظہ اللہ

معاونین : مولانا مشتاق احمد شاکر ومولانا عمر فاروق حفظہما اللہ

زیرِنگرانی : محمد عبیداللہ عبداللہ حفظہ اللہ

ناشر : الاعلام الاسلامی

کمرہ نمبر 10، دوسری منزل، گلشن ٹیرس (بلڈنگ)، نزد جامع کلاتھ مارکیٹ
ایم اے جناح روڈ، کراچی۔فون: 32210209 / 32627369

طلب کیجئے.....تقسیم کیجئے.....صدقہ جاریہ میں حصّہ ڈالیئے

بطورِ صدقۂ جاریہ آپ یہاں اپنا یا اپنے مرحومین کا نام لکھ کر یا صرف نیت کر کے تقسیم کیجئے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ..... نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

فہرست مضامین (تیسرا حصہ) حروف تہجی کے اعتبار سے

آ	
آپ ﷺ کی رسالت عالم گیر ہے	763
آخرت سے غفلت کا انجام	712
آدم وحوا علیہما السلام کے ساتھ شیطان کی مکاری	693
آدم وحوا علیہما السلام کا زمین پر اترنا	695
آدم وحوا علیہما السلام کی دعا	695
آل فرعون کی قحط سے آزمائش	745
الف	
ابتدا میں تمام لوگ مسلمان اور موحد تھے	927
ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی آمد اور ان کی مہمان نوازی	1002
ابراہیم علیہ السلام کی نرم دلی کا بیان	1004
ابلیس کی درخواست مصلحت سے قبول کر لی گئی	691
ابلیس کی ذلت و رسوائی کا سب سے بڑا سبب نافرمانی ہے	692
ابلیس ہر نیکی کی راہ پر بیٹھا ہوا ہے	691
اپنی خواہشات کے مطابق حلال وحرام کرنے والوں کی مذمت	701
ازلی بدبخت ایمان لانے والے نہیں	779
اسلام اچھے اور برے لوگوں میں امتیاز کرتا ہے	810
اسمائے حسنیٰ کا بیان	776
اصحاب الاعراف	709
اطاعتِ رسول ﷺ کا حکم	800
اعراف والوں کی دعا	710
اعراف والوں کے لئے جنت کی بشارت	711
اعراف والے مشرکین کو طعنہ دیں گے	710
اکثر لوگ بدعہد ہوتے ہیں	736
اگر کوئی مشرک امن (پناہ) مانگے تو امن دے دیا جائے	838
اللہ تعالیٰ بندوں کی بددعا جلد قبول نہیں کرتے	922
اللہ تعالیٰ بیوی بچوں سے پاک ہے	954
اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے والوں کی سزا	955
اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے والوں کا عبرتناک انجام	983
اللہ تعالیٰ عدل وانصاف کا حکم دیتا ہے	698
اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا بیان	790
اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا	943
اللہ تعالیٰ کسی کے عمل سے بے خبر نہیں	688
اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد سے ہی نیک کام ہوتے ہیں	798
اللہ تعالیٰ کی شریعت میں کوئی نبی بھی تبدیلی نہیں کرسکتا	925
اللہ تعالیٰ کی طرف سے منکرینِ قرآن کو چیلنج	940
اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد (گمراہی اختیار کرنا)	777

اللہ تعالیٰ کے حکم سے مٹھی بھر خاک کا حیرت انگیز اثر	799
اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشرکین کی بدعہدی اور بے وفائی	929
اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حلال یا حرام کرنے کا اختیار نہیں	950
اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف کا بیان	820
اللہ تعالیٰ کے فیصلے قابل تعجب نہیں ہوتے	1004
اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت	992
اللہ تعالیٰ کے واضح حکم کے مقابلہ میں ابلیس کا انکار	690
اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی پہچان	952
اللہ تعالیٰ مجرموں سے ضرور انتقام لے گا	944
اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مسجودِ ملائکہ بنایا	690
اللہ تعالیٰ ہی روزی عطا فرماتا ہے	716
اللہ تعالیٰ ہی قادر مطلق ہے	954
اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت ہر چیز سے وسیع ہے	760
اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والوں کا انجام	703
اللہ سے ڈر کر باہمی جھگڑے ختم کرنے کا حکم	791
اللہ عزّ وجل کی قدرت کے چند نمونے	919
اللہ عزّ وجل نے ہر امت کے لئے ایک رسول بھیجا	945
اللہ کا عذاب کسی بھی وقت آسکتا ہے	947
اللہ کی مساجد کو مشرک آباد نہیں کر سکتے	844
اللہ کے ولیوں کیلئے دنیا وآخرت میں کامیابی کی بشارت	953
اللہ ہر چیز سے باخبر ہے	976
اللہ ہی ہر ایک کے دنیاوی اور اخروی ٹھکانوں کو جانتا ہے	977
امت محمدیہ کے اوصاف	777
امداد کے لئے فرشتوں کا نزول	796
انبیائے کرام علیہم السلام کفار کے برے اعمال سے بری ہیں	942
انبیائے کرام علیہم السلام پر ایمان نہ لانا اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینا ہے	720
انبیائے کرام علیہم السلام قوم کے خیر خواہ ہوتے ہیں	719
انبیائے کرام علیہم السلام کی باتیں نہ ماننے والوں کا برا انجام	726
انبیائے کرام علیہم السلام کی نافرمانی باعثِ عذاب ہے	687
انبیائے کرام علیہم السلام کو نہ ماننے والوں کا انجام	924
انسان کو پریشانی میں اللہ یاد آتا ہے	923
انسان کو شیطان سے چوکنا رہنے کی نصیحت	697
انسان کی احسان فراموشی کا بیان	928
انسان کی ناشکری کا بیان	978
انسان ہر قت اللہ کی مضبوط گرفت میں ہے	823
انفال کا بیان	791
انکارِ ایمان کا ہولناک انجام	747

اولادِ آدم علیہ السلام سے لئے گئے عہد کا بیان	772
اہل ایمان کی تعریف اوران کیلئے اُخروی نعمتوں کا بیان	889
اہل جنت کی حمد وتسبیح	922
اہل جنت کے دلوں سے ہر قسم کا بغض وکینہ نکال دیا جائیگا	707
ایمان اور عملِ صالح کرنے والوں کا بہترین انجام	921
ایمان کے بغیر نیک اعمال قبول نہیں	845
ایمان والے دیہاتیوں کے لئے اجر وثواب کا بیان	896
اِسْتَوٰی عَلَی الْعَرْش کی تفسیر	714
ب	
بچہ کی ولادت پر شرک	782
بچھڑے کی عبادت کرنے والوں کو سزا	758
بدر کے قیدیوں کے متعلق فیصلہ	828
بدر کے قیدیوں میں سے اسلام لانے والوں کا بیان	830
بدکردار قوم کو وعظ	1005
بری باتوں سے خود بچنا اور دوسروں کو بچانا ضروری ہے	803
بڑھاپے میں اولاد کی خوشخبری پر تعجب	1003
بنی اسرائیل کے سروں پر کوہِ طور کا معلّق ہونا	771
بنی اسرائیل کا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنا	966
بنی اسرائیل کا بچھڑے کی عبادت کرنا	755
بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنے کا حکم	961
بنی اسرائیل کو صبر کا حکم	744
بنی اسرائیل کو قوم فرعون سے نجات کی خوشخبری	962
بنی اسرائیل کی احسان فراموشی	765
بنی اسرائیل کی ایک مجسم معبود کی خواہش	750
بنی اسرائیل کی ایک مرتبہ پھر کڑی آزمائش	743
بنی اسرائیل کی حکومت	749
بنی اسرائیل کے ستر آدمیوں کی ہلاکت	759
بنی اسرائیل کے 12 قبیلے	764
بے عمل عالم کی مثال	773
پ	
پانی کی طغیانی اور کشتی کا بحفاظت چلنا	992
پرخلوص توبہ ہر قسم کا گناہ مٹا دیتی ہے	758
ت	
تخفیف مسلمانوں کے دل بڑھانے کے لئے تھی	827
تقویٰ اور نفاق پر مبنی اعمال میں فرق	903
تقویٰ کے بہترین نتائج	805
تکالیف آنے پر اپنا محاسبہ کریں	915
تمام انبیائے کرام علیہم السلام بشر تھے	917
تمام انسان آدم علیہ السلام ہی کی اولاد ہیں	781

توبہ اور صدقہ وخیرات کی ترغیب	900
توبہ واستغفار کے فوائد	974
ج	
جادوگر حق کو پہچان گئے	741
جنگ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے 3 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معاملہ	901
جنگ تبوک میں شریک نہ ہونے والوں پر عتاب	859
جنگ حنین کا بیان	849
جنگ کے آداب اور ثابت قدمی کی تعلیم	816
جنگِ بدر کا بیان	814
جنگِ تبوک مشکل غزوہ تھا	908
جنگِ تبوک میں شریک نہ ہونے والوں پر گرفت	862
جنگِ تبوک میں ہر مسلمان کی شرکت ضروری تھی	861
جہاد پر جاتے ہوئے ریاکاری سے بچنے کا حکم	817
جہاد فی سبیل اللہ کا بہترین بدلہ	912
جہاد کا شوق دلانے کا حکم	826
جہاد کا مقصد کفر وشرک کو مٹانا ہے	811
جہاد کی حکمت	843
جہاد میں شامل نہ ہونے کے لئے شرعی عذر	891
جہری نماز میں سورۂ فاتحہ کے علاوہ مقتدی کو قرأت کی ممانعت	789
جہنم کی گرمی کا دنیا کی گرمی سے موازنہ	885
جہنم کے تصور سے رونا	886
جہنم میں مشرک ایک دوسرے کو موردِ الزام ٹھہرائیں گے	704
جہنمیوں پر جنت کی نعمتیں حرام ہیں	711
جہنمیوں کی تمنا	713
جہنمیوں کیلئے حسرت	708
جھوٹے عذر پیش کرنے والوں کی سزا	893
جیتنے پر انعام کا لالچ	739
چ	
چند نوجوانوں کا ایمان لانا	960
ح	
حجت قائم ہوجانے کے بعد ہی پکڑ ہے	907
حجِ اکبر سے کیا مراد ہے؟	836
حد کے اندر دعائیں مانگنے کا حکم	715
حرم کی حدود میں مشرکین کا داخلہ ممنوع ہے	851
حرمت والے مہینوں کا بیان	857
حقیقی مالک وشہنشاہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے	949
خ	
خودساختہ معبود بے بس ہیں	784
خودساختہ معبود مرادیں پوری نہیں کرسکتے	783
خودساختہ معبود خود اپنی مدد بھی نہیں کرسکتے	785
خودساختہ معبودوں کی بے اختیاری	937
خودساختہ معبُودوں کی بے بسی	783
خیانت کی ممانعت	804

د	
درباریوں کا فرعون کو بھڑکانا	743
درگزر کا حکم	786
دعاؤں کی ترغیب	715
دل اللہ ربّ العزّت ہی کے اختیار میں ہیں	802
دلائل دیکھنے کے بعد بھی قوم فرعون کا ایمان سے انکار	746
دنیادار برے علما اور صوفیوں سے ہوشیار رہیں	855
دنیا میں سب لوگ ایمان لانے والے نہیں	969
دنیا کی زندگی اور اس کی حقیقت	931
دنیا کا طالب اور طالبِ آخرت	981
دینِ اسلام کا ہر دین پر غلبہ	854
دینِ حنیف کی وضاحت	971
دیہاتوں میں مدارس کھولنے چاہئیں	912
دیہاتی عربوں کے مزاج زیادہ سخت ہوتے ہیں	895
ر	
رات دن بھی اللہ کی نشانیاں ہیں	714
رحمت عالم ﷺ بھی غیب نہیں جانتے تھے	781
رحمت عالم ﷺ کے قتل کی سازش	806
رحمتِ عالم ﷺ کو تسلی وتشفی	735
رسالت کے منکر عذاب الٰہی کے مستحق ہیں	820
رسول اکرم ﷺ کی ہجرت کے وقت نصرت	860
رسول اکرم ﷺ کو تبلیغ جاری رکھنے کا حکم	979
رسول اکرم ﷺ دیوانے نہیں بلکہ اللہ کے سچے رسول ہیں	778
رسولِ اکرم ﷺ کی بعثت اللہ کا احسان عظیم ہے	916
رسول اکرم ﷺ کی صفات آسمانی کتابوں میں موجود ہیں	967
رسول اکرم ﷺ کی قافلہ کے لئے مدینہ سے روانگی	793
ز	
زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے لئے وعید	856
زمین میں فساد پھیلانے کی ممانعت	716
زمین وآسمان کی تمام نعمتیں انسانوں کے لئے ہیں	689
زمین وآسمان میں اللہ کی نشانیوں پر غور کرنے کی دعوت	970
زندگی اور موت اللہ عزّ وجل ہی کے ہاتھ میں ہے	908
س	
سابقہ امتوں کی آزمائش	733
سابقہ شریعتوں میں رسول اکرم ﷺ کی بشارت	761
سامانِ عیش کی کثرت عذاب الٰہی ہے	778
سجدہ تلاوت کا بیان	790
سجدہ تلاوت کی دعا	790
سچے عذر والے مسلمانوں کی حالت	891
سچے مسلمان حیلے بہانے نہیں بناتے	862
سچے مسلمانوں کی چند خصوصیات	905

سچّے مومنوں کے اوصاف	792
سلامتی کی بشارت	995
سلسلۂ رسالت کا بیان	958
سورۂ توبہ کے شروع میں بِسۡمِ اللّٰہِ .... نہ لکھنے کی وجہ؟	835
ش	
شرک کی نہ کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ نقلی	938
شرک کے خاتمہ کے لئے مشرکین کا گھیرا تنگ کرنے کا حکم	837
شعیب علیہ السلام کا واقعہ	728
شیطان انسان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے	692
شیطان سے دوستی گمراہی کا سبب ہے	699
شیطان کے بھائی	787
شیطان نے آدم وحوا علیہما السلام کا جنتی لباس اتروادیا	694
شیطان نے آدم وحوا علیہما السلام کو جھوٹی قسمیں کھاکر ورغلایا	694
ص	
صالح علیہ السلام کا معجزہ	1001
صالح علیہ السلام کا قوم ثمود کو پیغام	1000
صبر واستقلال کا حکم	973
صدقہ مال کو پاک کردیتا ہے	899
ظ	
ظالموں کے انجام سے عبرت حاصل کرنے کا حکم	877
ع	
عذاب کو دیکھ کر فرعون کا ایمان لانا اسکے کام نہ آیا	965
عذاب موخر ہونے سے کفار کو دھوکہ	978
عمدہ لباس کون سا ہے	700
عہد شکنی کرنے والوں سے قطع تعلقی کا حکم	840
عہد شکنی کرنے والے کی قسم کا اعتبار نہ کیا جائے	841
عہد شکنی کرنے والے توبہ کرلیں تو وہ بھی مسلمان ہیں	841
غ	
غزوۂ بدر سے پہلے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں	795
غزوۂ تبوک سے پیچھے رہنے والے 3 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توبہ	909
غزوۂ بدر میں شیطان کی شمولیت اور فرار	817
غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیان	899
غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہونے والوں کی مذمت	911
غصّہ کا علاج	786
غیر مسلم صحیح بات (حق) سمجھنا نہیں چاہتے	801
ف	
فتنہ کے ختم ہونے تک جہاد کا حکم	812
فرشتوں کے ذریعہ مدد کی حکمت	795

فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس خوبصورت لڑکوں کی شکل میں آئے	1005
فرعون اور اس کی قوم کا دریا میں غرق ہونا	964
فرعون اور اس کے لشکر کی ہلاکت	748
فرعون کا تکبر اور موسیٰ علیہ السلام کی بددعا	963
فرعون کا جادوگروں پر سازش کا الزام	741
فرعون کی بدبختی	958
فرعون کی لاش کو تمام دنیا والوں کیلئے عبرت بنا دیا گیا	965
فرعون کی ناکامی اور ذلت	741
فسادی لوگ قرآنِ مجید پر ایمان نہیں لاتے	941
ق	
قحط کی وجہ شرک ہے، مسلمانوں کی نحوست نہیں	745
قرآن کریم ایک لاجواب معجزہ ہے	788
قرآن کریم کا اعجاز	939
قرآن وحدیث پر عمل کرنے والوں کی تعریف	771
قرآنی آیات گھڑنے کا الزام	989
قرآنِ حکیم کا مختصر تعارف	974
قرآنِ کریم اللہ عزّ وجل کا کلام ہے	982
قرآنِ کریم اللہ عزّ وجل کی کتاب ہے	686
قرآنِ کریم جیسا کلام پیش کرنا ناممکن ہے	980
قرآنِ کریم حکمت والی کتاب ہے	917
قرآنِ کریم کو نہ ماننا جہالت اور نادانی کی علامت ہے	941
قرآنِ کریم کے احترام کا حکم	788
قرآنِ کریم نصیحت وشفا اور ہدایت ورحمت ہے	949
قریشِ مکہ کے غرور اور تکبر کا بیان	807
قومِ ثمود کا جواب	1000
قومِ لوط پر اللہ تعالیٰ کا عذاب	1007
قومِ لوط کا متکبرانہ جواب	1006
قومِ نوح پر عذاب کی تکمیل	993
قومِ ثمود کا واقعہ	723
قومِ شعیب کا جواب	730
قومِ شعیب پر عذاب	732
قومِ شعیب کے کفار کی لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش	731
قومِ عاد کا جواب	997
قومِ عاد کا واقعہ	720
قومِ عاد کو عذاب نے گھیر لیا	999
قومِ نوح کا جواب	986
قومِ نوح کا عذاب الٰہی کی دعوت	988
قومِ یونس کا عذاب دیکھ کر ایمان لانا	968
قیامت ضرور واقع ہوگی	948
قیامت کا انکار کرنے والوں کے لئے جہنم	921
قیامت کا بیان	780
قیامت کے دن اعمال کا وزن ہوگا	689
قیامت کے دن انبیا علیہم السلام اور اقوام سب سے بازپرس ہوگی	688

قیامت کے دن بڑے سے بڑا فدیہ بھی قبول نہیں کیا جائیگا	948
قیامت کے دن دنیا کی زندگی چند لمحوں کی معلوم ہوگی	943
قیامت کے دن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا	935
ک	
کامل ایمان والے بلند وبالا مقام پر فائز ہوں گے	793
کائنات کا رب اور خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے	918
کائنات کی تخلیق	977
کائنات کی تعمیر 6 دن میں ہوئی	714
کثرت مال و اولاد منافقین کیلئے ایک سزا ہے	888
کشتی نوح میں ہر جاندار کا ایک جوڑا سوار کرنے کا حکم	991
کفار اللہ کے عذاب میں جلدی کرتے ہیں	945
کفار ایک دوسرے کے دوست ہیں	833
کفار حق کو سننے اور دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہیں لاتے	942
کفار دینِ الٰہی کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں	854
کفار سے جہاد کی ترغیب	842
کفار سے صلح کا بیان	824
کفار عذاب کو دیکھے بغیر ایمان نہیں لاتے	968
کفار کا اوڑھنا، بچھونا بھی آگ کا ہوگا	706
کفار کو ایمان کی دعوت	779
کفار کی روح نکلنے کا خوفناک منظر	819
کفار کی عہد شکنی کے بارے میں حکم	822
کفار کیلئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے	706
کفار کے پاس کثرت مال واولاد ایک سزا ہے	869
کفار کے خلاف جہاد اور ان پر سختی کا حکم	880
کفار کے لئے معافی کا اعلان	811
کفار ہمیشہ جہنم میں رہیں گے	703
کفار بدترین مخلوق ہیں	821
کفر کو مٹانے کے لئے جہاد کرنے کا حکم	913
کھانے، پہننے میں فضول خرچی کی ممانعت	700
کیا کفار اللہ تعالیٰ کے عذاب کے منتظر ہیں	970
گ	
گزشتہ واقعات کا بیان کرنا رسول اکرم ﷺ کی نبوت کی واضح دلیل ہے	995
گستاخانہ کلمات پر منافقین کا عذر	875
گناہ گار بھی تباہی سے پہلے اعتراف جرم کر لیتا ہے	687
ل	
لباس ستر چھپانے اور خوبصورتی کے لئے ہوتا ہے	696
لوط علیہ السلام اور مومنین کو شہر چھوڑنے کی ہدایت	1007
لوط علیہ السلام کی قوم کا واقعہ	726

م	
مال واولاد آزمائش ہیں	805
مالِ غنیمت ومالِ فے اوران کی تقسیم کا بیان	813
مجاہدین ہر حال میں سرخرو ہیں	867
مجاہدین اور مہاجرین کی فضیلت	846
مجرموں کا ٹھکانہ جہنم ہے	933
مخالفت رسول کی سزا	797
مساجد میں عمدہ لباس پہن کر جانے کا حکم	700
مسجد تقویٰ کا بیان	903
مسجدیں آباد کرنے والے سچے مومن ہیں	845
مسجدِ ضرار کا بیان	902
مسلمانوں پر اُونگھ کا غلبہ	796
مسلمانوں پر عذاب نہ آنے کی وجوہات	829
مسلمانوں پر مذہبی جنون کا الزام	818
مسلمانوں سے جنگ کے لئے کفار کا مال خرچ کرنا	809
مسلمانوں کا امتحان	843
مسلمانوں کو اللہ ربّ العزّت پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے	953
مسلمانوں کو دنیا کے چھوٹ جانے کی کوئی پرواہ نہیں	702
مسلمانوں کی جانی ومالی قربانیوں کا بدلہ	904
مسلمانوں کے لئے مالِ غنیمت حلال ہے	830
مسلمانوں میں باہمی الفت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے	825
مسلمانوں کو اپنی ترقی پر غور کی دعوت	803
مسلمانوں کو ہر وقت جنگی ساز وسامان سے لیس رہنے کا حکم	824
مشرک شرک کا اعتراف کر کے مرتے ہیں	704
مشرک ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی لعنت میں گرفتار رہیں گے	709
مشرکوں سے برأت کی حکمت	839
مشرکوں سے بھائی چارہ ختم کرنے کا حکم	847
مشرکین اور یہود ونصاریٰ سے جنگ کا حکم	852
مشرکین بتوں کی عبادت کو وسیلہ سمجھتے ہیں	926
مشرکین بھی اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرتے ہیں	936
مشرکین سے اعلان برأت	835
مشرکین سے مشابہت کی ممانعت	801
مشرکین کا جہالت میں حد سے تجاوز	807
مشرکین کا حرمت والے مہینوں میں تبدیلی کرنا	858
مشرکین کا مقدر	937
مشرکین کی خواہش کے مطابق اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا فیصلہ	799
مشرکین کی عبادت کا طریقہ	809
مشرکین کے لئے دعائے مغفرت کی ممانعت	906
مشرکین کے لئے عذر کی کوئی گنجائش نہیں	712
مشرکین مکہ پر عذاب نہ آنے کی اہم وجہ	808
مشرکین مکہ کا آپ ﷺ سے معجزہ طلب کرنا	928

مصارف زکوٰۃ کا بیان	871
معاہدہ کرنے والے مشرکین کے ساتھ سلوک	836
معقول عذر والوں کا بیان	890
مغرور اور متکبرین کا انجام	754
منافقین کو نصیحت	878
منافقین کی بزدلی کا بیان	869
منافقین کی سابقہ سازشوں کی یاددہانی	865
منافقین، حق سے اعراض کرتے ہیں	915
منافقت بذات خود بہت بڑا فتنہ ہے	866
منافقین کی ذاتی مفاد کے لئے نکتہ چینی	870
منافقین کے نفاق میں اضافہ	914
منافقین کا صدقہ قبول نہیں ہوتا	868
منافقین کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے	882
منافقین کو جنگ میں شریک نہ کرنے کا حکم	887
منافقین کو ہر وقت اپنے نفاق کے ظاہر ہونے کا ڈر رہتا ہے	874
منافقین کی بزدلی کا بیان	889
منافقین کی جھوٹی قسموں کا بیان	873
منافقین کی چند مزید بُری عادات کا بیان	876
منافقین کی دلی خباثت	866
منافقین کی رسول اکرم ﷺ کو ایذا رسانی	873
منافقین کی سازشیں	881
منافقین کی عہد شکنی	883
منافقین کی نماز جنازہ پڑھانے کی ممانعت	887
منافقین کے جھوٹے عذر اور جھوٹی قسمیں	894
منافقین کے غزوۂ تبوک میں شامل نہ ہونے کی وجہ	864
منافقین کے لئے استغفار کی ممانعت	885
منافقین کے متعلق معلومات	898
موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو معجزے دکھانا	737
موسیٰ علیہ السلام پر جادوگری کا الزام	738
موسیٰ علیہ السلام کا جواب	751
موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے سامنے اعلانِ رسالت	736
موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں سے مقابلہ	739
موسیٰ علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی	751
موسیٰ علیہ السلام کی دیدار باری تعالیٰ کی درخواست	752
موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں پر غلبہ	959
موسیٰ علیہ السلام کو تورات کا تحفہ	754
موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت	753
موسیٰ علیہ السلام نے تختیاں دوبارہ اُٹھالیں	759
مومن اور کافر برابر نہیں ہوسکتے	985
مومن صرف اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرتے ہیں	997
مومن و کافر کے دلوں کی مثال	717
مومنوں کو ہمیشہ کی نعمتوں کی بشارت	879
مومنوں کے اعمال کا بیان	792
مومنین کے اوصافِ حمیدہ	879

مومنین کے صدقات پر منافقین کی نکتہ چینی	884
مومنین کے لئے خاص انعام الٰہی	932
مہاجرین اور انصار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فضیلت	832
مہاجرین اور انصار کی فضیلت	897
مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کے لئے انعامات	833
میدان جہاد سے بھاگنے کی سزا	797
میدانِ جنگ میں کفار کے ساتھ سختی سے پیش آنے کا حکم	822
میدانِ محشر میں مشرکین سے شرکا کا اعلانِ برأت	934
ن	
نافرمان جنت کا اہل نہیں	690
نافرمانوں کو عذاب کی دھمکی	734
نافرمانوں کیلئے وعید	901
نافرمانی کی سزا دائمی ذلّت ہے	768
نزع کی حالت میں توبہ	965
نسبی قرابت اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتی	994
نفاق کا بُرا انجام	876
نفع ونقصان انبیا علیہم السلام کے اختیار میں بھی نہیں	946
ننگے ہو کر طواف کرنا جاہلیت کی رسم تھی	698
نوح علیہ السلام کا واقعہ ہمارے لئے بھی عبرت ہے	956
نوح علیہ السلام کو کشتی تیار کرنے کا حکم	990
نوح علیہ السلام کی دعا	990
نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کو وعظ	986
نوح علیہ السلام کا واقعہ	718
نوح علیہ السلام کا جواب	987
نوح علیہ السلام کی اپنے بیٹے کے لئے دعا	994
نیا لباس پہننے کی دعا	696
نیک اعمال کرنا مشکل نہیں	707
نیک لوگوں پر انعامات کی بارش	984
نیک لوگوں کا مددگار اللہ تعالیٰ ہے	784
و	
وحی کی پیروی کا حکم	686
وسوسوں کے وقت پرہیزگاروں کا طریقہ	787
ہ	
ہدایت قبول نہ کرنے والے کا اپنا نقصان ہے	972
ہدایت سے محروم لوگوں کا انجام	775
ہدایت وگمراہی اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے	775
ہر چھوٹی اور بڑی چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے	951
ہر طرح کی بے حیائی اور گناہ حرام ہے	701
ہر قربانی توفیقِ الٰہی پر موقوف ہے	742
ہر قوم کی موت کے لئے ایک وقت مقرر ہے	702
ہر انسان کو اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے	919
ہر گروہ نے دوسرے کو کم تعداد میں دیکھا	815
ہفتہ کے دن حیلہ سازی کرنے والے یہود کا واقعہ	767
ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی	932
ہود علیہ السلام کے وعظ کا اختتام	998

ہود علیہ السلام کی دعوتِ توحید	996
ی	
ید بیضا والا معجزہ	738
یہ کفار پر ظلم نہیں بلکہ بداعمالیوں کی سزا ہے	819
یہود کے ناخلف علما	770
یہود کی مختلف جماعتیں	769
یہودی نیک علما کا بیان	764
یہودیوں کی حیلہ سازی	766

اس تفسیر میں اضافہ و ترمیم کے وقت جن تفاسیر سے مدد لی گئی ہے ان کے نام یہ ہیں: -

❶ معارف القرآن (مولانا مفتی محمد شفیع) ❷ تفہیم القرآن (مولانا ابو الاعلیٰ مودودی)
❸ ضیاء القرآن (پیر محمد کرم شاہ الازہری) ❹ تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن (ڈاکٹر محمد لقمان السلفی)
❻ تفسیر الطبری (ابوجعفر محمد بن جریر الطبری) ❼ فتح القدیر (محمد بن علی الشوکانی)

تفسیر پڑھنے سے پہلے یہ اصول سمجھنے انتہائی ضروری ہیں

❶ اللہ تعالیٰ ہی تمام جہانوں کا مالک اور حقیقی معبود ہے۔ اسی نے انسان کو سمجھنے کی قوّت، بھلائی اور برائی کی تمیز دے کر پیدا کیا ہے۔

❷ دنیا ایک امتحان گاہ ہے۔ دنیا میں اسلامی قوانین کے مطابق انسان زندگی گزارے گا تو اس کیلئے جنت ہے ورنہ جہنم۔

❸ قرآن کریم ایک مفصل ہدایات نامہ ہے جو محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے اور یہ دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔

❹ قرآن مجید کا مرکزی مضمون ''انسان اور ہدایات برائے انسان'' ہے اس لئے اسے سمجھنے کی بھرپور کوشش کیجئے۔

❺ قرآن کریم میں مرکزی مضمون کے ساتھ ساتھ توحید باری تعالیٰ اور حقوق العباد کی ادائیگی پر بھی زور دیا گیا ہے۔

❻ قرآن کریم میں بیان کردہ احکام کو اچھی طرح سمجھا جائے اور ان پر عمل کرنے کی بھی بھرپور کوشش کی جائے۔

❼ تفسیر کے مطالعہ کے دوران کسی مقام پر اگر کوئی سوال ذہن میں آئے تو کسی مستند عالم سے جواب معلوم کیا جائے۔

سُوْرَةُ الْاَعْرَاف

سورۂ اعراف مکی ہے، اس میں 206 آیات اور 24 رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، بے حد رحم کرنے والا ہے۔

الٓمّٓصٓ ﴿1﴾

الف، لام، میم، صاد۔ ﴿1﴾

كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿2﴾

(اے نبی ﷺ) یہ (قرآن) وہ کتاب ہے جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے، (لہٰذا اسکی تبلیغ سے) آپ کے دل میں تنگی نہیں ہونی چاہئے، تاکہ اس کے ذریعہ سے آپ (لوگوں کو) ڈرائیں اور یہ (قرآن) تو ایمان والوں کے لئے نصیحت ہے۔ ﴿2﴾

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ

(اے لوگو) تم اس (کتاب) کی پیروی کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف

آیت 1: الٓمّٓصٓ:- حروف مقطعات میں سے ہے جن کے معنیٰ صرف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہی کو معلوم ہیں، انسانوں کو اس پر صرف ایمان لانے کا حکم ہے۔

آیت 2: قرآنِ کریم اللہ عزّ وجل کی کتاب ہے:

قرآن کریم وہ کتاب ہے جو آپ ﷺ پر آپ کے ربّ کی طرف سے اتاری گئی ہے اور آپ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ کرنا اور اس کی تبلیغ بلا جھجک کرنا، اللہ تعالیٰ کا پیغام بلاخوف وخطر لوگوں تک پہنچا دینا اور اگر اس راہ میں کوئی تکلیف پہنچے تو صبر کرنا۔ فرمان الٰہی ہے:- (ترجمہ) ''آپ اسی طرح (راہِ تبلیغ میں) صبر کریں، جیسے بلند عزم و ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا تھا اور لوگوں کے لئے (عذاب طلب کرنے میں) جلدی نہ کرنا۔'' (الاحقاف 46: آیت 35)

آیت 3: وحی کی پیروی کا حکم:

اس آیت مبارکہ میں اللہ ربّ العزّت یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ اُس کتاب کی تعلیمات پر عمل کرو جو

سے اتاری گئی ہے اور اللہ کے سوا دیگر دوستوں کی پیروی نہ کرو۔ تم لوگ بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو۔ ﴿3﴾

اور بہت سی بستیوں کو ہم نے (ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے) ہلاک کر دیا، ان پر ہمارا عذاب رات کو سوتے وقت یا دوپہر میں آیا، جب وہ آرام کر رہے تھے۔ ﴿4﴾

جس وقت ان پر ہمارا عذاب آیا تو ان کے منہ سے اس کے سوا اور کوئی بات نہ نکلی کہ واقعی ہم ہی ظالم تھے۔ ﴿5﴾

تم پر خالقِ کائنات نے اتاری ہے۔ غیروں کی پیروی نہ کرو، ورنہ اللہ رب العزّت کی راہ سے ہٹ کر غیروں کی راہ پر چل پڑو گے جس کا انجام ہلاکت و بربادی ہوگا۔

آیت 4: انبیا علیہم السلام کی نافرمانی باعثِ عذاب ہے:

اللہ ربّ العزّت فرمارہے ہیں کہ ہم انبیا علیہم السلام کو جھٹلانے والوں اور ان کی بستیوں کو تم سے پہلے بھی تباہ کر چکے ہیں، ان پر دنیا کی رسوائی کے ساتھ ساتھ آخرت کی ذلت بھی لکھ دی گئی ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:-(ترجمہ) ''بہت سی ایسی بستیوں کو ہم نے تباہ و برباد کیا جو نافرمان تھیں، اب وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور بہت سے کنویں بیکار پڑے ہیں اور بہت سے عالی شان محل بھی (ویران ہیں)۔'' (الحج 22: آیت 45)

آیت 5: گناہ گار بھی تباہی سے پہلے اعترافِ جرم کر لیتا ہے:

اس آیت مبارکہ میں کتاب وسنت کی پیروی نہ کرنے والوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ عذاب آجانے کے بعد گناہ گاروں کو حسرت سے یہی کہنا پڑتا ہے کہ ہم گناہ گار تھے اور ہم واقعی عذاب کے مستحق ہیں۔ لیکن اس وقت انکا یہ اقرار انہیں کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ فرمان الٰہی ہے:-(ترجمہ) ''ہم نے بہت سی آبادیاں ویران کر دیں جن کے رہنے والے ظالم تھے''۔ (الانبیآء 21: آیت 11)

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿6﴾

چنانچہ ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کے پاس پیغمبر بھیجے گئے تھے اور ہم پیغمبروں سے بھی ضرور پوچھیں گے۔ ﴿6﴾

فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ﴿7﴾

پھر ہم انہیں اپنے علم کی بنیاد پر سب کچھ بتادیں گے اور ہم کبھی بھی غائب نہ تھے۔ ﴿7﴾

آیت 6: قیامت کے دن انبیاعلیہم السلام اور اقوام سب سے باز پرس ہوگی:

قیامت کے دن سب سے باز پرس کی جائے گی، امتوں سے بھی اور انبیاعلیہم السلام سے بھی۔ فرمانِ الٰہی ہے:- (ترجمہ) ❶ ''وہ دن یاد رکھو جس دن اللہ اُن (کفار) کو بُلا کر پوچھے گا کہ تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا۔'' (القصص 28: آیت 65)۔ ❷ ''جس دن اللہ تمام انبیاعلیہم السلام کو جمع کر کے پوچھے گا کہ تمہیں کیا جواب دیا گیا تھا؟ تو وہ عرض کریں گے ہمیں (ان کے دلوں کی) خبر نہیں، (دلوں کا حال تو آپ ہی جانتے ہیں) کیونکہ آپ چھپی ہوئی باتیں بخوبی جانتے ہیں۔'' (المائدہ 5: آیت 109)۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- ''تم میں سے ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ چنانچہ بادشاہ سے اس کی رعایا کے بارے میں، عام آدمی سے اس کے بیوی بچوں کے بارے میں، عورت سے اس کے شوہر اور گھر کے بارے میں اور غلام سے اس کے مالک کے مال کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔'' (بخاری)

آیت 7: اللہ تعالیٰ کسی کے عمل سے بے خبر نہیں:

قیامت کے دن تمام لوگوں کو ان کے اعمال نامے دیئے جائیں گے اور ہر انسان کے اعمال اس کے سامنے آجائیں گے، اللہ ربّ العزّت ہر عمل سے آگاہ کر دیں گے، اس سے کوئی بھی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے اور نہ وہ کسی چیز سے بے خبر ہیں، وہ تو آنکھوں کی خیانت اور دل کے بھیدوں کو بھی خوب جانتے ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے:- (ترجمہ) ''اللہ درخت سے جھڑ جانے والے ایک ایک پتہ کو بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں موجود ایک ایک دانہ کو بھی اور ہر تر و خشک چیز ایک روشن کتاب میں محفوظ ہے۔'' (الانعام 6: آیت 59)

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿8﴾

اور اس دن (اعمال کا) وزن کیا جانا برحق ہے پھر جن (کے نیک اعمال) کا پلّا بھاری ہوگا وہی لوگ کامیاب ہوں گے۔ ﴿8﴾

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ﴿9﴾

اور جن (کے نیک اعمال) کا پلّا ہلکا ہوگا تو یہ وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کر لیا۔ اس وجہ سے کہ وہ ہماری آیات کے ساتھ ناانصافی کرتے تھے۔ ﴿9﴾

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿10﴾

اور بے شک ہم نے ہی تمہیں زمین پر رہنے کی جگہ دی اور ہم نے ہی تمہارے لئے اس میں زندگی بسر کرنے کے اسباب پیدا کئے، (لیکن پھر بھی) تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔ ﴿10﴾

آیات 8 تا 9: قیامت کے دن اعمال کا وزن ہوگا:

قیامت کے دن تمام اعمال تولے جائیں گے، نیکیوں اور برائیوں کا عدل و انصاف کے ساتھ وزن کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کسی طرح کا بھی ظلم نہیں کرے گا۔ فرمان الٰہی ہے:۔ (ترجمہ) ''ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے، کسی نفس پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا اور اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا تو ہم اسے بھی (تولنے کے لئے) لے آئیں گے، اور ہم حساب لینے کے لئے کافی ہیں۔'' (الانبیآء 21: آیت 47)

آیت 10: زمین و آسمان کی تمام نعمتیں انسانوں کے لئے ہیں:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی نعمتیں بار بار یاد دلا کر لوگوں کو اپنی فرمانبرداری کی رغبت دلا رہے ہیں کہ ہم نے ہی زمین کو انسانوں کے لئے سکون کی جگہ بنایا ہے، اس زمین پر یہ رہائش کے لئے شاندار گھر بناتے ہیں اور اس سے پیدا ہونے والے پھلوں اور کھیتوں سے رزق حاصل کرتے ہیں۔ لہٰذا انہیں کثرت سے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ فرمان الٰہی ہے:۔ (ترجمہ) ''اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہ سکو گے، یقین مانو انسان بڑا ظالم اور ناشکرا ہے۔'' (ابراہیم 14: آیت 34)

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿11﴾

اور بلا شبہ ہم نے ہی تم کو پیدا کیا، پھر تمہاری صورت بنائی، پھر فرشتوں سے کہا کہ آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو تو سوائے ابلیس کے، سب نے سجدہ کیا وہ (ابلیس) سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ ﴿11﴾

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿12﴾

اللہ نے فرمایا (اے ابلیس) تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا، جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا؟ اس (ابلیس) نے کہا میں اس (آدم علیہ السلام) سے بہتر ہوں، آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ ﴿12﴾

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ

اللہ نے فرمایا تو یہاں (جنت) سے اتر جا، اس

آیت 11: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مسجودِ ملائکہ بنایا:

اس آیت مبارکہ میں انسان کی فضیلت و قدر و منزلت کا بیان ہے کہ اللہ نے ہی انسانوں کے باپ آدم علیہ السلام کو بنا کر فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا تو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، اس نے حسد کیا۔ لہٰذا انسانوں کو چاہئے کہ وہ شیطان کو اپنا دشمن ہی سمجھیں اور اس کی چالوں سے بچنے کی بھرپور کوشش کریں۔

آیت 12: اللہ تعالیٰ کے واضح حکم کے مقابلہ میں ابلیس کا انکار:

جب اللہ ربّ العزّت نے تمام فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا تو سب نے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے سجدہ نہیں کیا اور یہ عذر پیش کیا کہ میں بہتر ہوں اور بہتر کی یہ شان نہیں ہوتی کہ وہ کمتر کو سجدہ کرے۔ دراصل یہ عذر ہی بدترین گناہ تھا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”فرشتے نور سے، ابلیس آگ کے شعلہ سے اور آدم (علیہ السلام) مٹی سے پیدا کئے گئے۔“ (مسلم)

آیت 13: نافرمان جنت کا اہل نہیں:

ابلیس سے کہا گیا کہ تو نے نافرمانی کی، اللہ کریم کے حکم کے آگے سر تسلیم خم نہیں کیا اور اطاعت سے منہ موڑا، اب تو جنت میں رہنے کے قابل نہیں رہا۔ لہٰذا اب یہاں سے نکل جا اور زمین پر اُتر جا۔

اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿13﴾

لئے کہ تجھے کوئی حق نہیں کہ تو یہاں (جنت میں) رہ کر تکبر کرے۔ لہٰذا تو نکل جا۔ بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے۔ ﴿13﴾

قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿14﴾

اس نے کہا کہ مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے دیجئے۔ ﴿14﴾

قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿15﴾

اللہ نے فرمایا کہ بے شک تجھے مہلت دے دی گئی ہے۔ ﴿15﴾

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿16﴾

اس (شیطان) نے کہا کہ (اے اللہ) چونکہ آپ نے مجھے گمراہ کردیا ہے اس لئے میں ان کو (گمراہ) کرنے کے لئے آپ کی (سیدھی) راہ پر ضرور بیٹھوں گا۔ ﴿16﴾

کیونکہ تجھ جیسا سرکش اس پر نہیں رہ سکتا، تجھے غرور اور تکبر کی وجہ سے ذلیل وخوار کر دیا گیا ہے۔

آیات 14 تا 15: ابلیس کی درخواست مصلحت سے قبول کر لی گئی:

اس مردود کی درخواست قبول کرنے میں اللہ تعالیٰ کی مصلحت یہ تھی کہ دنیا میں اس کے ذریعہ اچھے اور برے میں فرق ہوجائے، اس لئے اللہ نے اس کی درخواست قبول فرمائی۔ حکم ہوا کہ جا تجھے قیامت تک کے لئے مہلت دے دی گئی، اللہ عزّوجل حاکم مطلق ہے جو چاہے کرے کسی کا اس پر زور نہیں، اس کے حکم کے سامنے دم مارنے کی گنجائش نہیں، کوئی اس کے ارادہ کو ٹال نہیں سکتا اور نہ ہی کوئی اس کے فیصلہ میں رد و بدل کر سکتا ہے، وہ سب سے حساب لینے والا اور ہر ایک سے باز پرس کرنے والا ہے۔

آیت 16: ابلیس ہر نیکی کی راہ پر بیٹھا ہوا ہے:

ابلیس کو جب مہلت مل گئی تو اس نے لوگوں کو گمراہ کرنے کا عہد کرلیا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''یقین مانو شیطان آدم (علیہ السلام) کے بیٹوں کو گمراہ کرنے کے لئے اسلام کی راہ پر بیٹھا ہوا ہے اور ان کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالتا رہتا ہے کہ افسوس تم اپنے باپ داوا کا دین چھوڑ کر مسلمان ہو رہے ہو، سعادت مند اس کی بات ٹھکرا کر مسلمان ہوجاتے ہیں۔ پھر شیطان جہاد کی

ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿17﴾

پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی، پیچھے سے بھی، دائیں سے بھی اور بائیں سے بھی اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیں گے۔ ﴿17﴾

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿18﴾

اللہ نے فرمایا کہ یہاں سے ذلیل وخوار ہو کر نکل جا۔ لہٰذا ان (انسانوں) میں سے جو بھی تیرا کہنا مانے گا میں ضرور تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔ ﴿18﴾

راہ میں بیٹھ کر کہتا ہے کہ جنگ کیوں کرتے ہو، کہیں مارے نہ جاؤ، تمہاری عورت کسی اور سے نکاح کرلے گی اور تمہارا مال بٹ جائے گا مگر سعادت مند اس کی بات رد کر کے جہاد کرتے ہیں، ایسے لوگ ضرور جنتی ہیں خواہ شہید ہو جائیں یا ڈوب کر مر جائیں یا کچل کر مر جائیں۔'' (مسند احمد)

آیت 17: شیطان انسان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے:

شیطان مردود نے کہا کہ میں ان انسانوں کے آگے سے آؤں گا یعنی آخرت کی طرف سے لوگوں کے دلوں میں شکوک وشبہات ڈالوں گا اور پیچھے سے آؤں گا یعنی انہیں دنیا کا شوق دلاؤں گا اور دائیں طرف سے آؤں گا یعنی دینی باتیں مشکوک بناؤں گا اور بائیں طرف سے آؤں گا یعنی گناہ لذت انگیز ومسرت خیز بناؤں گا۔ اب حکمت الٰہی دیکھئے کہ شیطان کا انسانوں کے بارے میں چیلنج سچ ثابت ہو رہا ہے کہ اکثر و بیشتر انسان شیطان کی پیروی کر رہے ہیں۔

(مزید معلومات کیلئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر سبا 34: آیات 20 تا 21)

آیت 18: ابلیس کی ذلّت و رسوائی کا سب سے بڑا سبب نافرمانی ہے:

اس آیت مبارکہ میں ابلیس پر لعنت کی تاکید ہے کہ اے ابلیس، اب تو مقدس فرشتوں کے پاس رہنے کے قابل نہیں رہا، اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنی رحمت اور فرشتوں کی جماعت سے لائق مذمت ٹھہرا کر اور پھٹکار ڈال کر علیٰحدہ کر دیا ہے۔ چنانچہ ابلیس انتہائی ذلّت سے جنت سے نکالا گیا، آسمان سے نیچے اتار دیا گیا اور ہمیشہ کے لئے اللہ عزّ وجل کے قہر وغضب کا حقدار بن گیا۔

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿19﴾

اور (ہم نے حکم دیا کہ) اے آدم، تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو۔ پھر جس جگہ سے چاہو کھاؤ، لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ تم ظالموں میں سے ہوجاؤ گے۔ ﴿19﴾

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿20﴾

پھر شیطان نے ان دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تاکہ ان کی شرمگاہیں جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھیں دونوں کے سامنے بے پردہ کر دے اور کہنے لگا کہ تمہارے رب نے تو تم کو اس درخت سے صرف اس لئے منع کیا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے نہ ہوجاؤ۔ ﴿20﴾

آیات 19 تا 20: آدم وحوا علیہما السلام کے ساتھ شیطان کی مکاری:

اللہ تعالیٰ نے آدم وحوا علیہما السلام کو جنت میں بسا دیا اور اجازت دے دی کہ وہ دونوں جنت کے تمام پھل کھا سکتے ہیں مگر ایک (خاص) درخت کے پاس جانے سے روک دیا۔ شیطان آدم وحوا علیہما السلام کو جنت کی بہاروں میں دیکھ کر جل گیا اور اس کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور اس نے اپنی مکاری کی پوری طاقت اس بات پر صرف کر دی کہ کسی بھی طرح انہیں جنت کی نعمتوں سے علیٰحدہ کردے اور ان کا جنتی خوبصورت لباس ان سے اتروا دے۔ چنانچہ وہ ہمدرد بن کر آدم و حوا علیہما السلام سے کہنے لگا کہ تمہیں تو معلوم نہیں کہ تمہیں اس درخت سے کیوں روکا گیا ہے، میں جانتا ہوں اس لئے کہ میں یہاں کا پرانا رہنے والا ہوں، میں تمہیں ایک راز کی بات بتاتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے تمہیں صرف اس لئے روکا ہے کہ اگر تم اس کا پھل کھا لو گے تو یا تو فرشتے بن جاؤ گے یا پھر ہمیشہ کے لئے جنت کی زندگی پا لو گے۔

وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿21﴾

اور اس (شیطان) نے دونوں کے سامنے (اللہ کی) قسم کھائی کہ یقین جانو میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔ ﴿21﴾

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَ نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَ اَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿22﴾

چنانچہ اس (شیطان) نے ان دونوں کو دھوکہ دیکر اپنے جال میں پھانس لیا پھر جب ان دونوں نے درخت کا پھل چکھا تو دونوں کی شرمگاہیں ایک دوسرے کے سامنے بے پردہ ہوگئیں اور دونوں اپنی شرمگاہوں کو جنت کے پتّوں سے ڈھانپنے لگے اور ان کے رب نے ان کو آواز دی کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے منع نہیں کیا تھا اور یہ نہیں کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟ ﴿22﴾

آیت 21: شیطان نے آدم وحوا علیہما السلام کو جھوٹی قسمیں کھا کر ورغلایا:

ابلیس نے آدم وحوا علیہما السلام پر اپنا اعتبار جمانے کے لئے کہا: ”اللہ ربّ العزّت کی قسم میں تمہاری ہمدردی کر رہا ہوں، مجھے یہاں کی ایک ایک چیز کی خبر ہے۔ جب اس نے اللہ کی قسم کھائی تو آدم وحوا علیہما السلام اس کے فریب میں آگئے اور انہوں نے ممنوعہ درخت کا پھل کھالیا۔“ یہ بات قابل غور ہے کہ شیطان نے اللہ کی قسم کھا کر آدم وحوا علیہما السلام کو دھوکہ دیا، اس لئے کہ مومن اللہ کا نام سن کر یقین کرلیتا ہے اور بعض اوقات دھوکہ کا شکار ہو جاتا ہے۔

آیت 22: شیطان نے آدم وحوا علیہما السلام کا جنتی لباس اتروادیا:

جب اللہ ربّ العزّت نے آدم وحوا علیہما السلام کو ایک درخت کے قریب جانے سے منع فرمادیا تو شیطان نے انہیں ورغلایا۔ لہٰذا وہ شیطان کے دھوکہ میں آگئے اور انہوں نے ممنوعہ درخت کا پھل کھالیا تو اس نافرمانی کی وجہ سے آدم وحوا علیہما السلام کے جنتی لباس اتر گئے اور انہیں اپنی شرمگاہیں نظر آنے لگیں۔ انہوں نے فوراً جنت کے درختوں کے پتے لے کر اپنے جسم پر چپکانا شروع کردیئے تاکہ پردہ پوشی کریں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کہا: کیا میں نے تمہیں اس درخت سے نہیں روکا تھا اور اس

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سكتة وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿23﴾

دونوں نے عرض کی اے ہمارے رب، ہم اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھے ہیں، اگر آپ نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو یقیناً ہم نقصان پانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔ ﴿23﴾

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿24﴾

اللہ نے فرمایا کہ تم سب (ایسی حالت میں زمین پر) اتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لئے زمین میں رہنے کی جگہ ہے اور ایک مقرر وقت تک فائدہ اٹھانے کا موقع ہے۔ ﴿24﴾

قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَ فِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿25﴾ ع

اللہ نے فرمایا تم کو اب اسی (زمین) میں ہی زندگی بسر کرنی ہے اور اسی میں ہی مرنا ہے اور اسی میں سے ہی تم (قیامت کے دن) اٹھائے جاؤ گے۔ ﴿25﴾

بات سے آگاہ نہیں کیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔

آیت 23: آدم وحوا علیہما السلام کی دعا:

آدم اور حوا علیہما السلام نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ عزّ وجل سے دعا مانگی جو اللہ تعالیٰ نے ہی انہیں سکھائی تھی۔ یہ دعا پڑھنے پر اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا۔ اس آیت میں آدم علیہ السلام کی پانچ خوبیاں بیان ہوئی ہیں:- ❶ گناہ کا اعتراف کیا ❷ گناہ پر شرمندہ ہوئے ❸ اپنے نفس کو ملامت کی ❹ فوراً توبہ کی ❺ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوئے۔ (ہمیں بھی ہر غلطی اور گناہ کے بعد انہی پانچ خوبیوں کو اپنانا چاہئے اور یہ بہترین دعا ہے روزانہ مانگئے)

آیات 24 تا 25: آدم وحوا علیہما السلام کا زمین پر اترنا:

ان آیات مبارکہ میں آدم وحوا علیہما السلام اور شیطان سے خطاب ہے کہ اب تم سب زمین پر اتر جاؤ اور رہتی دنیا تک تمہاری آپس میں عداوت چلتی رہے گی، تم دنیا کی عارضی نعمتوں سے موت آنے تک

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ وَ لِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ

اے اولاد آدم، ہم نے تمہارے لئے ایسا لباس اتارا ہے جو تمہاری شرم گاہوں کو چھپاتا ہے اور خوبصورتی کا باعث بھی ہے اور تقویٰ کا لباس ہی سب سے بہتر ہے۔ یہ

فائدہ اٹھاتے رہو گے وہیں زندہ رہو گے، وہیں مرجاؤ گے اور وہیں سے قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔ یہی وجہ ہے کہ شیطان انسان کا شروع ہی سے دشمن ہے اور اسے بہکانے کی بھرپور کوشش کرتا رہتا ہے۔ (مزید معلومات کیلئے پڑھیئے ترجمہ وتفسیر یٰس 36: آیت 60)

آیت 26: لباس ستر چھپانے اور خوبصورتی کے لئے ہوتا ہے:

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان کا بیان ہے کہ اس نے جنتی لباس چھن جانے کے بعد انسان کے لئے ایسا لباس اتارا جو ایک طرف تو ستر چھپاتا ہے اور دوسری طرف خوبصورتی پیدا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس فضل کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، تکبر سے پرہیز کرے، تقویٰ اختیار کرے اور شریعت کے دائرہ میں رہ کر زیب وزینت کرے یعنی ایسا لباس پہنے جس سے شریعت کی خلاف ورزی نہ ہو مثلاً مرد اپنے ازار ٹخنوں سے اوپر رکھیں۔ جبکہ عورتیں لباس سے اپنے جسم کے وہ تمام حصے چھپائیں جنہیں شریعت نے چھپانے کا حکم دیا ہے اور بے پردگی سے پرہیز کریں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جہنمیوں کی دو جماعتیں میں نے ابھی تک نہیں دیکھیں (کیونکہ وہ ابھی موجود نہیں ان کا ظہور بعد میں ہوگا) ایک جماعت ان لوگوں کی ہوگی جن کے پاس بیل کی دم کی طرح کوڑے ہونگے اور وہ لوگوں کو (ناحق) ماریں گے۔ دوسری جماعت ایسی عورتوں کی ہوگی جو لباس پہنے ہوئے ہونگی مگر اس کے باجود بھی (باریک لباس ہونے کی وجہ سے) برہنہ ہونگی (مردوں کو اپنی طرف) مائل کرنے والی اور خود (ان کی طرف) مائل ہونے والی ہونگی ان کے سر بڑے بڑے اونٹوں کے کوہانوں کی طرح ہونگے۔ ایسی عورتیں جنت میں داخل ہونا تو درکنار جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ پائیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو بہت دور سے سونگھی جاسکے گی'' (مسلم۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

نیا لباس پہننے کی دعا:

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ جب نیا کپڑا پہنتے تو اس کپڑے کا نام لیتے اور یہ

ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿26﴾

(لباس) اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تا کہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ ﴿26﴾

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿27﴾

اے اولادِ آدم، کہیں شیطان تم کو کسی فتنہ میں نہ ڈال دے جس طرح کہ اس نے تمہارے ماں باپ (آدم وحوا علیہما السلام) کو جنت سے نکلوادیا تھا، ان کے لباس اتروا دیئے تھے تا کہ انہیں ان کی شرمگاہیں دکھا دے۔ وہ (شیطان) اور اسکا لشکر تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے ہو۔ بلاشبہ ہم نے شیطانوں کو ایمان نہ لانے والوں کا دوست بنادیا ہے۔ ﴿27﴾

دعا پڑھا کرتے تھے:

﴿ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ كَسَوْتَنِيْهِ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِهٖ وَخَيْرِ مَا صُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ ﴾ (ترجمہ) ''اے اللہ تمام تعریفیں آپ ہی کے لئے ہیں آپ نے ہی مجھے یہ لباس پہنایا میں آپ سے اس لباس اور جس مقصد کے لئے یہ لباس بنایا گیا ہے اس کی خیر و برکت کا سوال کرتا ہوں اور میں آپ سے اس لباس اور جس مقصد کے لئے یہ لباس بنایا گیا ہے اس کے شر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔'' (ابوداؤد۔عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ)

آیت 27: انسان کو شیطان سے چوکنّا رہنے کی نصیحت:

اس آیت مبارکہ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ انسانوں کو نصیحت فرمارہے ہیں کہ اصل میں تمہارا دشمن شیطان ہے، اس سے بچتے رہو۔ وہ بڑا چالاک ہے، تم اسے اور اس کے ساتھیوں کو نہیں دیکھ سکتے لیکن وہ تمہیں دیکھ رہا ہوتا ہے وہ تو ہروقت تمہاری تاک میں لگا رہتا ہے، اسی نے تمہارے ماں باپ کو دھوکہ دے کر جنت کی آرام دہ زندگی سے محروم کردیا تھا۔ لہٰذا تم اس کی مکاریوں، جعل سازیوں سے بچو، کہیں تم بھی آخرت کے دن جنت سے محروم نہ ہوجاؤ۔ جو شیطان کی

وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَ اللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿28﴾ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۫

اور وہ (مشرکین) جب کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا تھا اور اللہ نے بھی ہمیں یہی حکم دیا ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ بے شک اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا، کیا تم اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہتے ہو جن کا تمہیں علم نہیں۔ ﴿28﴾
آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے تو

باتوں میں آجائے وہ اسی کا دوست بن جاتا ہے۔ جب آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے اور تکبر کرنے کی وجہ سے شیطان ہمیشہ ہمیشہ کیلئے لعنت کا مستحق ٹھہرا تو اس نے آدم علیہ السلام کی اولاد (انسانوں) کو رحمتِ الٰہی سے دور رکھنے کیلئے قسم کھالی اور کہا:- (ترجمہ) ''پھر میں ان (اولادِ آدم) پر ان کے آگے، پیچھے، دائیں اور بائیں طرف سے حملہ کروں گا اور (اے اللہ) آپ ان (اولادِ آدم) میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیں گے۔'' (الاعراف 7: آیت 17)

آیت 28: ننگے ہوکر طواف کرنا جاہلیت کی رسم تھی:

زمانہ جاہلیت میں مشرکین کو شیطان نے اس قدر بہکا دیا تھا کہ وہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے اور اُس کی عظمت والے گھر کعبہ کا طواف بھی ننگے ہو کر کیا کرتے تھے اور جب ان سے پوچھا جاتا تو کہتے تھے کہ جیسے ہم ننگے پیدا ہوئے تھے اسی طرح ننگے طواف کریں گے اور دوسرا جواب یہ دیتے کہ جو لباس ہم پہنے رہتے ہیں اس میں ہم سے اللہ کی نافرمانیاں ہوجاتی ہیں اس لئے اس لباس میں طواف کرنا مناسب نہیں۔ وہ اس بات پر دو دلیلیں پیش کرتے تھے:- ❶ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔
❷ اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ اللہ عزّوجل نے ان کی تردید فرمائی کہ اللہ بے حیائی اور برے کاموں کا حکم نہیں دیتا۔ تم اللہ عزّ وجل پر بہتان لگا رہے ہو۔

آیت 29: اللہ تعالیٰ عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے:

مشرکین نے جب اس بے حیائی کے کاموں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی تو اللہ ربّ العزّت نے

وَ اَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿29﴾

انصاف (کرنے) کا حکم دیا ہے اور یہ (بھی حکم دیا ہے) کہ تم ہر سجدہ کرتے (نماز پڑھتے) وقت اپنا رخ سیدھا (قبلہ کی جانب) رکھا کرو اور اس (اللہ) کو پکارو عبادت کو اسی کے لئے خاص کرتے ہوئے۔ جس طرح اس (اللہ) نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے، ویسے ہی تم (مرنے کے بعد اسی کی طرف) لوٹو گے۔ ﴿29﴾

فَرِيْقًا هَدٰى وَ فَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ

بعض لوگوں کو اللہ نے ہدایت دی ہے اور بعض لوگوں کی قسمت میں گمراہی ثابت ہو گئی ہے۔ یقیناً ان (گمراہ) لوگوں نے اللہ

انہیں سختی سے ڈانٹا کہ تم اللہ عزّوجل پر بہتان کیوں لگاتے ہو۔ وہ تو عدل و انصاف، امانت و دیانت کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں، گندے اور گھناؤنے افعال سے روکتا ہے اور وہ خالص اپنی عبادت کا حکم دیتا ہے، مگر تم اس کے احکام کے خلاف کرتے ہو۔

كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ :

کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ انسان کو جب وہ کچھ بھی نہ تھا، اسے ایک صحیح و سالم انسان بنا کر منظرعام پر لایا، اسی طرح وہ قیامت کے دن دوبارہ زندگی دینے پر بھی قادر ہے۔ عبادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ کرنے کا ذکر اس لئے فرمایا تاکہ عبادت کرنے والے اجر و ثواب کی امید رکھ کر مزید عبادت کریں اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان پر دنیا ہی میں یہ واضح کر دیا کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے یہاں جیسا بوگے ویسا ہی آخرت میں کاٹو گے۔

آیت 30: شیطان سے دوستی گمراہی کا سبب ہے:

اس آیت مبارکہ میں جس گروہ کے متعلق یہ بتایا گیا ہے کہ ان کی قسمت میں گمراہی آئی اس کی وجہ بھی اسی آیت میں بتادی گئی ہے کہ انہوں نے شیطان کو اپنا مددگار بنایا اور اسی کو اچھا سمجھتے رہے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿30﴾

کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا دوست بنا لیا ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں۔ ﴿30﴾

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿31﴾

اے اولادِ آدم، تم مسجد کی ہر حاضری (نماز) کے وقت اپنی زینت (اچھا لباس) اختیار کرو، کھاؤ، پیو اور فضول خرچی نہ کرو۔ بے شک اللہ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ﴿31﴾

اور وہ گمراہ ہوگئے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں گمراہی سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

آیت 31: مساجد میں عمدہ لباس پہن کر جانے کا حکم:

اس آیت مبارکہ میں ان مشرکین کی مذمت ہے جو ننگے ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا کرتے تھے اور مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ عمدہ اور صاف ستھرا لباس پہن کر مساجد میں جائیں کیونکہ لباس انسانی جسم کیلئے زینت ہے، خوبصورتی کا باعث اور ستر ڈھانپنے کا سبب ہے۔ ہر نماز کے وقت اور خاص طور پر جمعہ اور عید کے دن عمدہ لباس پہننا اور خوشبو لگانا مسنون ہے۔

عمدہ لباس کون سا ہے:

سفید لباس اچھا اور عمدہ ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:- ''سفید کپڑے پہنا کرو، کیونکہ یہ تمہارا بہترین لباس ہے اور اسی میں اپنے مُردوں کو کفن دیا کرو اور تمہارا بہترین سرمہ اَثْمِدْ ہے کیونکہ یہ نگاہ کو تیز کرتا ہے اور پلکوں کے بال اُگاتا ہے۔'' (ابوداؤد)

کھانے، پہننے میں فضول خرچی کی ممانعت:

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے پاکیزہ کھانا، پینا حلال فرمادیا اور فضول خرچی سے منع فرمادیا ہے اس لئے کہ مال میں فضول خرچی انسان کو غریب اور مفلس بنادیتی ہے اور کھانے پینے میں اسراف بیماری کا باعث بنتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:- ❶ آدمی اپنے پیٹ سے زیادہ بُرا کوئی برتن نہیں بھرتا، ابن آدم کے لئے چند لقمے ہی کافی ہیں جو اس کی کمر سیدھی رکھیں''۔ (ترمذی، نسائی)۔ ❷ ''کھاؤ، پیو، پہنو اور خیرات کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ پر اپنی نعمت کا اثر دیکھنا پسند کرتا ہے لیکن غرور اور اسراف سے بچو۔'' (نسائی)

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿32﴾

(اے نبی ﷺ) آپ پوچھئے کہ جو زیب و زینت اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں وہ کس نے حرام کی ہیں؟ آپ کہہ دیجئے کہ یہ (پاکیزہ چیزیں) دنیا میں مومنوں کیلئے بھی ہیں مگر قیامت کے دن تو یہ خالص مومنوں کیلئے ہی ہونگی۔ ہم اسی طرح آیات کو سمجھ داروں کے لئے صاف صاف بیان کرتے ہیں۔ ﴿32﴾

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ

آپ (ﷺ) فرمادیجئے کہ میرے رب نے ظاہری اور خفیہ (ہر قسم کی) بے حیائی، ہر گناہ کی بات، کسی پر ناحق ظلم،

آیت 32: اپنی خواہشات کے مطابق حلال وحرام کرنے والوں کی مذمت:

اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کی مذمت ہے جو کھانے پینے اور عام استعمال کی چیزیں اپنی طرف سے حرام قرار دیتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی تنبیہ ہے جو اپنی غلط رائے سے حلال چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں اور بدعات و رسومات کو دین میں داخل کر کے حرام چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں۔ دنیاوی زندگی میں تو حلال و پاکیزہ چیزوں پر ایمان والے اور مشرکین سب شریک ہیں، مگر آخرت میں حلال اور پاکیزہ چیزیں صرف ایمان والوں کیلئے ہی خاص ہونگی اور مشرکین و کفار کو جہنم کے اندر غلیظ اور ناپاک چیزیں ہی کھانے کو ملیں گی۔

(مزید معلومات کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر (الاعراف 7: آیت 50)

آیت 33: ہر طرح کی بے حیائی اور گناہ حرام ہے:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ سے زیادہ کوئی غیرت مند نہیں، اسی وجہ سے اس نے بے حیائی کی تمام ظاہری اور خفیہ باتیں حرام فرما دی ہیں اور اللہ سے زیادہ کوئی بھی زیادہ تعریف

تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿33﴾

اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، جس کی کوئی دلیل نازل نہیں ہوئی اور بغیر علم کے اللہ کے بارے میں کوئی بات کہنے کو حرام قرار دیا ہے۔ ﴿33﴾

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿34﴾

ہرگروہ کے لئے (موت کا) ایک وقت مقرر ہے، جب ان کا مقررہ وقت آجائے گا، تو وہ اس (وقت) کو آگے یا پیچھے نہ کرسکیں گے۔ ﴿34﴾

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ

اے اولادِ آدم، اگر تمہارے پاس تم میں سے ہی رسول آئیں جو تمہارے سامنے میرے احکام بیان کریں تو جو لوگ (ان پر ایمان لاتے

کے قابل نہیں اسی لئے اس نے خود اپنی مدح (تعریف) بیان فرمائی ہے۔" (بخاری، مسلم)

آیت 34: ہر قوم کی موت کے لئے ایک وقت مقرر ہے:

ہر زمانہ والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے موت کا ایک وقت ہے۔ جب وہ وقت آجاتا ہے تو پھر ایک لمحہ کی بھی مہلت نہیں ملتی۔ نہ تو مقررہ وقت میں ایک لمحہ کی تاخیر ہوسکتی ہے اور نہ جلدی۔ وہ قوم ٹھیک وقت پر فنا ہوجاتی ہے۔اسی طرح قیامت کا مقررہ وقت جب آجائے گا تو کسی کو ایک لمحہ کی بھی مہلت نہیں ملے گی۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: -"دو آدمی کپڑے بیچنے کے لئے پھیلا رہے ہونگے کہ قیامت آجائے گی، وہ دونوں نہ تو کپڑے بیچنے کی مہلت پائیں گے اور نہ ہی سمیٹنے کی، اسی طرح کوئی آدمی کھانے کیلئے لقمہ ہاتھ میں لے رہا ہوگا کہ قیامت آجائے گی، وہ لقمہ کھانے کی بھی مہلت نہیں پائے گا۔" (بخاری)

آیت 35: مسلمانوں کو دنیا کے چھوٹ جانے کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی:

اس آیت مبارکہ میں اولادِ آدم کو آگاہ کیا جارہا ہے کہ تمہارے پاس رسول بھیجے جائیں گے، جو تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کے احکام بیان کریں گے۔ جو لوگ ان پر ایمان لاتے ہوئے ممنوعات

فَمَنِ اتَّقٰى وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿35﴾

ہوئے) تقویٰ اختیار کریں اور اپنی اصلاح کرلیں تو ان پر نہ تو کچھ خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ ﴿35﴾

وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَاۤ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿36﴾

اور جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور تکبر کی وجہ سے منہ موڑ لیا، وہی لوگ دوزخ میں جانے والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ کیلئے رہیں گے۔ ﴿36﴾

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓىِٕكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا

اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اسکی آیات کو جھٹلائے، یہی لوگ ہیں جن کا لکھا ہوا نصیب انہیں (دنیا میں) مل جائے گا یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے

ترک کر کے اطاعت گزاری میں لگے رہیں گے، انہیں نہ تو دنیا کے چھوٹ جانے کا غم ہوگا اور نہ ہی وہ آخرت میں غمگین ہوں گے۔

آیت 36: کفار ہمیشہ جہنم میں رہیں گے:

اس آیت مبارکہ میں کفار، احکام الٰہی کو جھٹلانے اور تکبر کرنے والے سرکشوں کو جہنم کے ہولناک عذاب کی وعید سنائی جارہی ہے کہ انہیں سخت ترین سزا دینے کے لئے جہنم کے شدید عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا جہاں وہ ہمیشہ جلتے رہیں گے۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ بِرَحْمَتِكَ

آیت 37: اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والوں کا انجام:

اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے سے مراد ہے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنا، اللہ تعالیٰ پر ناحق کوئی بات کہنا، کسی کو اللہ کی اولاد بنانا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیارات اپنے خاص بندوں میں تقسیم کر دیئے ہیں۔ جو شخص کسی جھوٹی بات کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتا ہے وہ سب سے بڑا

يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿37﴾

ہوئے فرشتے ان کی روح قبض کرنے کیلئے آئیں گے تو (فرشتے) کہیں گے کہ وہ (باطل معبود) کہاں گئے جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے، وہ جواب دیں گے کہ وہ تو ہم سے غائب ہوگئے اور وہ خود ہی اپنے کافر ہونے کا اقرار کریں گے۔ ﴿37﴾

قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ۭ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۭ حَتّٰٓى اِذَا

اللہ فرمائے گا کہ تم بھی ان امتوں کے ساتھ آگ میں داخل ہوجاؤ جو جنوں اور انسانوں میں تم سے پہلے گزر چکی ہیں۔ جب بھی کوئی امت (جہنم میں) داخل ہوگی تو وہ اپنی دوسری جماعت کو لعنت کرے گی، یہاں تک کہ جب وہ سب جہنم میں جمع ہو جائیں گے تو بعد میں

ظالم ہے۔ فرمان الٰہی ہے:- (ترجمہ) ''پھر اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوسکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور سچی بات آجائے تو اسے جھٹلادے، کیا جہنم ہی میں ایسے لوگوں کا ٹھکانہ نہیں؟'' (الزمر 39: آیت 32)

مشرک شرک کا اعتراف کرکے مرتے ہیں:

جو لوگ اپنی پوری زندگی شرک کی حالت میں گزارتے ہیں، جب ان کی موت کا وقت آتا ہے، تو موت کے فرشتے ان سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے معبود کہاں گئے جن کی تم عبادت کیا کرتے تھے، انہیں کیوں نہیں پکارتے ہو کہ وہ آ کر تمہیں اس ہولناک عذاب سے چھڑا لیں۔ تو اس وقت مشرک خود ہی اپنے شرکیہ اعمال کی گواہی دینگے، پھر انہیں جہنم کی آگ میں دھکیل دیا جائے گا۔

آیات 38 تا 39: جہنم میں مشرک ایک دوسرے کو موردِ الزام ٹھہرائیں گے:

ان آیات مبارکہ میں جہنم کے اندر مشرکین کی آپس میں کی جانے والی باتوں کا تذکرہ ہے کہ وہاں

ادّٰرَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿38﴾

آنے والے اپنے سے پہلے لوگوں کے بارے میں کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار، ہم کو انہوں نے گمراہ کیا تھا۔ لہٰذا ان کو آگ کا دُگنا عذاب دے۔ اللہ فرمائے گا کہ سب کیلئے دوہرا عذاب ہے، لیکن تمہیں خبر ہی نہیں۔ ﴿38﴾

وَ قَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿39﴾ ع

اور پہلے لوگ، بعد میں آنے والوں سے کہیں گے کہ تمہیں ہم پر کوئی فوقیت نہیں ہے۔ لہٰذا تم بھی اپنی کمائی کے بدلہ میں عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔ ﴿39﴾

مشرکین ایک دوسرے کو موردِ الزام ٹھہرائیں گے اور آپس میں لعن طعن کریں گے۔ بعد میں آنے والی اقوام، سابقہ اقوام کو موردِ الزام ٹھہراتے ہوئے کہیں گی کہ اے ہمارے رب، انہی لوگوں کی وجہ سے ہم گمراہ ہوئے ہیں۔ لہٰذا ان کو دُگنا عذاب دیجئے۔ جواب میں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ سبھی کو دگنا عذاب دیا جائے گا، اس لئے کہ تم سب گناہ میں برابر کے شریک تھے۔ اس وقت مشرکین اور کفار اپنے سرداروں اور بڑوں کو زیادہ عذاب دینے کی درخواست کریں گے۔

فرمانِ الٰہی ہے:۔(ترجمہ)''جس دن جہنم میں ان (کافروں) کے چہرے الٹ پلٹ کئے جائیں گے تو کہیں گے کہ کاش، ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور رسولوں کی بات مانی ہوتی اور کہیں گے کہ اے ہمارے رب، ہم نے اپنے (سرداروں) اور بڑوں کا کہنا مانا تھا، انہوں نے ہمیں راہ (حق) سے بھٹکا دیا۔ اے ہمارے رب، انہیں دُگنی سزا دیجئے اور ان (سرداروں) پر سخت ترین لعنت فرمایئے۔'' (الاحزاب 33: آیات 66 تا 68)۔ سابقہ لوگ، پچھلے لوگوں سے کہیں گے کہ اگر ہم نے تمہیں گمراہ کردیا تھا تو تم اندھے تو نہیں تھے؟ تمہیں ہمارے اوپر کوئی فضیلت نہیں تم بھی برابر کے قصوروار ہو اس لئے تم بھی ہمارے ساتھ عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ﴿40﴾

بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا ان کے لئے نہ تو آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ، سوئی کے ناکہ کے اندر سے نہ گزر جائے (جو کہ ناممکن ہے) اور ہم مجرمین کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔ ﴿40﴾

لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِنْ

ان (کفار) کے لئے دوزخ (کی آگ) کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر (اسی کا) اوڑھنا

آیت 40: کفار کیلئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے:

کفار اور تکبر کرنے والوں کیلئے آسمان کے دروازے ہی نہیں کھولے جاتے۔ جب یہ زندہ ہوتے ہیں تو ان کے کئے جانے والے نیک اعمال اور دعائیں آسمان تک نہیں پہنچتیں، جس کی وجہ سے وہ قبول بھی نہیں ہوتیں اور جب یہ مرجائیں گے تو ان کی روحوں کیلئے بھی آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”فرشتے کافر کی روح قبض کرکے آسمان پر لے کر چڑھتے ہیں، راستہ میں جو فرشتے ملتے ہیں، اِن فرشتوں سے اِس گندی روح کے متعلق پوچھتے ہیں، لے جانے والے فرشتے اس کا نام بتاتے ہیں کہ یہ روح فلاں بن فلاں کی ہے۔ آخر کار فرشتے اسے آسمان کے دروازہ تک لے جاتے ہیں لیکن اس ناپاک روح کے لئے آسمان کا دروازہ ہی نہیں کھلتا۔ پھر اس روح کو وہیں سے نیچے پھینک دیا جاتا ہے۔“ پھر آپ ﷺ نے یہی آیت (الاعراف 7: آیت 40) تلاوت فرمائی۔ (ابو داؤد، نسائی)

حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ: - (جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ کے اندر سے نہ گزر جائے) یہ عربی کا ایک محاورہ ہے جو ہرگز نہ ہونے والے کام کیلئے بولا جاتا ہے، یعنی کفار اور متکبر لوگوں کا جنت میں داخلہ ممکن ہی نہیں ہے۔

آیت 41: کفار کا اوڑھنا، بچھونا بھی آگ کا ہوگا:

اس آیت مبارکہ میں کفار کو دیئے جانے والے سخت ترین عذاب کی جھلک بتائی گئی ہے کہ کفار کا

فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿41﴾

ہوگا اور ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ ﴿41﴾

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۚ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿42﴾

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے، ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کسی (عمل) کا مکلّف نہیں بناتے۔ یہی لوگ جنت والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ﴿42﴾

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ

اور اگر ان (اہل جنت) کے دلوں میں (کسی کیلئے) کچھ بغض و کینہ ہوگا تو ہم اس کو

اوڑھنا، بچھونا، دائیں، بائیں ہر سمت جہنم کی آگ ہوگی۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جب کافر کو قبر میں رکھا جائے گا، اس سے فرشتے سوال و جواب کریں گے جب وہ کوئی صحیح جواب نہ دے پائے گا تو حکم ہوگا کہ یہ جھوٹا ہے، اس کیلئے جہنم کی آگ کا بچھونا اور اوڑھنا لاؤ، پھر وہ اسی آگ میں جلتا رہے گا یہاں تک کہ قیامت کے دن اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔“ (ابوداؤد)

آیت 42: نیک اعمال کرنا مشکل نہیں:

گذشتہ آیات میں کفار اور مشرکین کا بیان تھا اب نیک لوگوں کا بیان ہے جو حقیقی ایمان والے ہیں اور نیک اعمال بھی کرتے ہیں وہ ہمیشہ نعمتوں والی جنت میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ وہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کسی عمل کا مکلّف نہیں بناتے۔ ایمان لاکر ایمان کے تقاضوں پر عمل کرنا کچھ مشکل نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں کے لئے بہت زیادہ آسانیاں مہیا کرتا ہے۔ (پڑھیے ترجمہ وتفسیر البقرہ 2: آیت 185)

آیت 43: اہل جنت کے دلوں سے ہر قسم کا بغض و کینہ نکال دیا جائیگا:

جنت کی نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ بھی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ جنتیوں کے دلوں سے کینہ، حسد اور بغض و عداوت کو بالکل نکال دیں گے، کیونکہ اگر وہاں بھی دنیا کی طرح ان کے دل آپس میں صاف نہیں ہونگے تو یہ جنت کی نعمتوں سے مکمل فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔ رسول اکرم ﷺ نے

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۫ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿43﴾

نکال دیں گے۔ ان (جنتوں) کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ لوگ کہیں گے کہ اللہ کا (لاکھ لاکھ) شکر ہے جس نے ہمیں اس مقام تک پہنچایا اور اگر اللہ ہمیں یہاں (جنت میں) نہ پہنچاتا تو ہماری یہاں تک کبھی رسائی نہ ہوتی۔ واقعی ہمارے رب کے پیغمبر، سچی باتیں لے کر آئے تھے اور ان سے پکار کر کہا جائے گا کہ تمہارے اعمال کے بدلہ میں، تم اس جنت کے وارث بنائے گئے ہو۔ ﴿43﴾

وَنَادٰۤی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا

اور اہل جنت، اہل دوزخ کو آواز دے کر کہیں گے کہ ہم سے جو ہمارے رب نے

فرمایا: ''ایمان والوں کو جنت میں داخلہ سے قبل جنت اور جہنم کے درمیان موجود ایک پُل پر روک لیا جائے گا، وہاں ایک دوسرے سے قصاص دلا کر اور ان کی آپس میں صلح کروا کر دلوں میں موجود نفرتوں کو نکال دیا جائے گا، پھر وہ جنت میں بالکل پاک و صاف ہو کر داخل ہونگے۔'' (بخاری)۔ اس آیت مبارکہ میں جنتیوں کا طریقہ شکر بھی بیان کیا گیا ہے کہ جنتی جنت میں داخل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کا اس طرح شکر ادا کریں گے کہ اے ہمارے رب، آپ نے ہم پر احسان کیا کہ ہمیں ایمان و عمل صالح کی توفیق دی جس کے سبب آج ہم جنت کی بہاروں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اہل جنت کے لئے اعلان ہوگا اب تم ہمیشہ کے لئے زندہ رہو گے، صحت مند رہو گے اور عیش کی زندگی بسر کرو گے''۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (مسلم۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

آیت 44: جہنمیوں کیلئے حسرت:

جنتی اور جہنمی جب اپنے اپنے مقام تک پہنچا دیئے جائیں گے تو جہنمیوں کو شرمندہ کرنے کے لئے جنتی جہنمیوں سے پوچھیں گے کہ ہم نے تو اپنے رب کے وعدہ کو بالکل سچا پایا، جو اس نے اپنے رسولوں کے ذریعہ ہم سے کیا تھا، کیا تم نے بھی اپنے رب کے وعدہ کو سچا پایا؟ جہنمی ندامت سے سر

رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۙ﴿44﴾

وعدہ فرمایا تھا ہم نے تو اس کو سچا پایا ہے، کیا تم سے تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا تم نے بھی اس کو سچا پایا؟ وہ (دوزخی) کہیں گے ہاں، پھر ایک پکار نے والا دونوں کے درمیان میں پکارے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔ ﴿44﴾

الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿45﴾

(وہ ظالم) جو لوگوں کو اللہ کی راہ (پر چلنے) سے روکتے تھے، اس میں نقص تلاش کرتے تھے اور آخرت کا بھی انکار کرتے تھے۔ ﴿45﴾

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ

اور ان دونوں (جنتیوں اور دوزخیوں) کے درمیان ایک آڑ (دیوار) ہوگی اور اعراف (جنت اور جہنم کے درمیان دیوار) کے اوپر بھی کچھ لوگ ہوں گے جو ہر ایک (جنتی اور

جھکائے ہوئے جواب دیں گے کہ ہم نے بھی اپنے رب کے وعدہ کو سچا پالیا۔ یہاں وعدہ سے مراد ایمان لانے والوں کیلئے جنت اور کفار اور مشرکین کیلئے جہنم کا وعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعہ کیا تھا۔

آیت 45: مشرک ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی لعنت میں گرفتار رہیں گے:

جنتیوں اور جہنمیوں کا فیصلہ ہوجانے کے بعد یہ اعلان کیا جائے گا کہ آخرت کا انکار کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو روکنے والے ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

آیت 46: اصحاب الاعراف:

اصحاب الاعراف سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہونگی، ایسے لوگ قیامت کے دن جنت اور جہنم کے درمیان حائل دیوار پر بٹھادیئے جائیں گے، جسکی ایک طرف رحمت اور دوسری طرف عذاب ہوگا۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔ (ترجمہ) ''جنتیوں اور جہنمیوں کے درمیان ایک

كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۫ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ﴿46﴾

جہنمی) کو ان کی خاص علامتوں سے پہچانتے ہوں گے اور اہل جنت کو آواز دے کر کہیں گے، تم پر سلامتی ہو، ابھی یہ (اہل اعراف) جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے، لیکن اس (جنت کے داخلہ) کے امیدوار ہوں گے۔ ﴿46﴾

وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿47﴾ ع

اور جب ان (اصحاب اعراف) کی نگاہیں اہلِ دوزخ کی طرف پھیر دی جائیں گی تو کہیں گے کہ اے ہمارے رب، ہمیں ان ظالموں میں شامل نہ کرنا۔ ﴿47﴾

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿48﴾

اور اصحاب اعراف کچھ (جہنمی) لوگوں کو ان کی علامتوں سے پہچان لیں گے تو ان کو آواز دیکر کہیں گے کہ تمہاری تعداد اور تمہارا تکبر تمہارے کچھ بھی کام نہ آیا۔ ﴿48﴾

دیوار قائم کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ بھی ہوگا جس کے اندر رحمت (جنت) اور باہر عذاب (جہنم) ہوگا۔" (الحدید 57: آیت 13)۔ اعراف والے جنتیوں اور جہنمیوں میں سے ہر ایک کو ان کی خاص نشانیوں سے پہچان لیں گے اور جنتیوں کی طرف رخ کرکے انہیں سلام کہیں گے۔

آیت 47: اعراف والوں کی دعا:

جب اعراف والے جہنم والوں کو دیکھ کر انہیں پہچان لیں گے تو اللہ کریم سے یہ دعا مانگیں گے: "اے اللہ، ہمارا شمار ان ظالموں میں نہ کرنا۔"

آیت 48: اعراف والے مشرکین کو طعنہ دیں گے:

مشرکین کے جن سرغنوں اور کفار کے جن رہنماؤں کو اعراف والے پہچان جائیں گے انہیں شرمندہ کرنے کے لئے ان سے پوچھیں گے کہ تمہاری کثرتِ تعداد اور تمہاری طاقتور فوج آج کہاں ہے؟ اس کا گھمنڈ بھی آج تمہارے کچھ کام نہ آیا۔ پھر کمزور جنتیوں کو دیکھ کر کہیں گے تم

اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿49﴾

کیا یہ (جنتی) وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں تم قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ اللہ ان پر اپنی رحمت نازل نہیں کرے گا، (پھر اللہ ان سے کہے گا) جاؤ، جنت میں داخل ہوجاؤ، تمہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ تم غمگین ہوگے۔ ﴿49﴾

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿50﴾

اور دوزخی، جنتیوں کو پکار کر کہیں گے کہ ہمارے اوپر تھوڑا سا پانی انڈیل دو یا اس رزق میں سے جو اللہ نے تمہیں دیا ہے، ہمیں بھی کچھ دے دو۔ وہ (جنت والے) کہیں گے کہ (آج) اللہ نے دونوں چیزیں کفار پر حرام کر دی ہیں۔ ﴿50﴾

بڑے خوش نصیب ہو کہ اللہ کی نعمتوں اور رحمتوں کے حق دار بن چکے ہو۔

آیت 49: اعراف والوں کے لئے جنت کی بشارت:

جہنمیوں کو مزید رسوا کرنے کیلئے اعراف والے جہنمیوں سے کہیں گے کہ دنیا میں تم کمزور مسلمانوں کو ذلیل اور حقیر سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں چھوڑ کر انہیں کیوں کر اپنی رحمت سے نوازے گا؟ اعراف والوں کو بھی بالآخر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمادیں گے۔ ان شاء اللہ۔

آیت 50: جہنمیوں پر جنت کی نعمتیں حرام ہیں:

جہنمی، جنتیوں سے التجائیں کریں گے کہ ہم جل کر خاک ہوگئے ہیں، ہمیں تھوڑا سا پانی تو پلا دو اور ہم بھوک سے نڈھال ہورہے ہیں، اپنے کھانے میں سے ذرا سا ہمیں بھی دے دو۔ لیکن جنت والے اللہ عزّ وجل کے حکم سے انہیں جواب دیں گے کہ افسوس، ہم مجبور ہیں۔ تمہیں نہ پانی کا ایک گھونٹ دے سکتے ہیں اور نہ ہی کھانے کا ایک نوالہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی نعمتیں کفار پر حرام کردی ہیں۔

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّ لَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿51﴾

وہ لوگ جنہوں نے دنیا میں اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا تھا اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکہ میں ڈال رکھا تھا لہٰذا ہم (اللہ) آج انہیں اسی طرح بھلا دیں گے جیسے انہوں نے آج کی اس ملاقات کے دن (قیامت) کو بھلادیا تھا اور اس لئے بھی کہ وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے۔ ﴿51﴾

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى

اور ہم نے ان لوگوں کے پاس ایک ایسی کتاب پہنچادی ہے جس کو ہم نے (اپنے)

آیت 51: آخرت سے غفلت کا انجام:

اس آیت مبارکہ میں کفار کی شرمناک حرکتوں کا بیان ہے کہ دنیا میں انہوں نے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا تھا اور یہ دنیا کی زیب و زینت میں مست ہوکر آخرت کو بالکل بھلا بیٹھے تھے۔اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جہنم کے ہولناک عذاب میں مبتلا کر کے فراموش کر دینگے جو دنیا میں آخرت کو بھلانے کا انجام ہوگا۔رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:-''قیامت کے دن ایک شخص کو اللہ ربّ العزّت کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے میرے بندے، کیا میں نے تجھے کان، آنکھ، مال اور اولاد نہیں دی تھی اور تمام چیزوں کو تیرے تابع نہیں کیا تھا، کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ آج کا دن بھی تو نے دیکھنا ہے۔وہ کہے گا کہ نہیں۔اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جس طرح تو نے (دنیا میں) مجھے فراموش کر دیا تھا آج میں بھی تجھے فراموش کرتا ہوں''۔(ترمذی)

قیامت کے دن کفار کو بھلا دینے کی وجہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار اور ان سے اعراض ہوگا۔

(مزید معلومات کیلئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر طٰہٰ 20: آیات 124 تا 126)

آیت 52: مشرکین کے لئے عذر کی کوئی گنجائش نہیں:

اللہ تعالیٰ نے مشرکین کیلئے عذر کی کوئی گنجائش باقی نہیں رکھی کہ وہ قیامت کے دن عذاب الٰہی سے بچنے کیلئے کوئی عذر تراش سکیں۔ دنیا میں اللہ ربّ العزّت نے ان کے پاس رسول بھیجے اور ان پر

عِلْمٍ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿52﴾

علم سے بہت تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ وہ ایمان والوں کیلئے ہدایت اور رحمت (کا ذریعہ) ہے۔ ﴿52﴾

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿53﴾

کیا یہ لوگ صرف اس نتیجہ کا انتظار کر رہے ہیں، جس دن ان کا انجام سامنے آجائے گا، اور جو لوگ اس دن کو پہلے ہی سے بھلا چکے تھے یوں کہیں گے کہ واقعی، ہمارے رب کے پیغمبر سچی باتیں لائے تھے، کیا اب ہمارے لئے کوئی سفارشی ہیں جو ہماری سفارش کردیں یا ہمیں (دنیا میں) واپس لوٹا دیا جائے تو ہم ان (برے) اعمال کو چھوڑ کر (نیک) اعمال کریں گے۔ بے شک ان لوگوں نے اپنے آپ کو خسارہ میں ڈال دیا اور یہ جو (جھوٹی) باتیں کرتے تھے وہ ان کے کام نہ آئیں۔ ﴿53﴾

کتابیں نازل فرمائیں، جن میں تمام احکام کا تفصیلی بیان تھا اس کے بعد بھی اگر کوئی ایمان نہیں لایا تو وہ کیا عذر پیش کرسکتا ہے؟۔

آیت 53: جہنمیوں کی تمنا:

رسول اکرم ﷺ کی بعثت اور قرآن کریم کے نزول کے بعد بھی کفار مکہ ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ اس دن کا کہ جس دن سب کا فیصلہ ہوجائے گا۔ جب نتیجہ سامنے آجائے گا تو جہنمی دنیا میں دوبارہ لوٹادیئے جانے کی تمنا کریں گے اور کہیں گے کہ ہم اب اچھے اعمال کریں گے۔ فرمانِ الٰہی ہے: (ترجمہ) ''اور اگر یہ (دنیا میں) لوٹا بھی دیئے جائیں تو دوبارہ وہی کام کریں گے جن سے روکا گیا تھا بے شک یہ لوگ جھوٹے ہیں''۔ (الانعام 6: آیت 28)۔ مزید معلومات کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر المومنون 23: آیات 103 تا 108

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَى الْعَرْشِ ۫ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا ۙ وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ

یقیناً تمہارا رب وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو 6 دنوں میں پیدا کیا، پھر عرش پر جلوہ افروز ہوگیا۔ وہ دن کو رات سے ایسے طور پر چھپا دیتا ہے کہ وہ (رات) جلدی سے اسے (دن کو) آلیتی ہے اور سورج، چاند اور ستارے سب اس کے حکم کے تابع ہیں۔

آیت 54: کائنات کی تخلیق 6 دنوں میں مکمل ہوئی:

اللہ عزّوجل نے آسمان و زمین اور ان دونوں کے درمیان ساری چیزوں کو اتوار سے جمعہ تک 6 چھ دنوں میں پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو اس بات پر بھی قادر تھے کہ کلمۂ ''کُنْ'' کے ذریعہ ان تمام چیزوں کو ایک لمحہ میں پیدا فرمادیتے، لیکن کسی خاص حکمت کی وجہ سے 6 چھ دنوں میں پیدا کیا، جسے وہی جانتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بھی کام حکمت و دانائی سے خالی نہیں ہوتا۔

اِسْتَوٰی عَلَى الْعَرْشِ کی تفسیر:

کائنات کی تخلیق سے قبل اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا، پھر آسمان و زمین کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوگیا۔ عرش پر مستوی ہونے سے متعلق ایمان والوں کا یہ عقیدہ ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر اس طرح مستوی (رونق افروز) ہیں جس طرح اس کے مقامِ اعلیٰ اور عظمت و جلال کے لائق ہے، نہ اس کا انکار کیا جاسکتا ہے، نہ ہی اس کی تشبیہ بیان کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس کی کوئی کیفیت بیان کی جاسکتی ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر ہود 11: آیت 7)

رات دن بھی اللہ کی نشانیاں ہیں:

وجودِ باری تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی دن رات کا آنا جانا ہے۔ رات کی تاریکی دن کی روشنی کے ذریعہ اور دن کی روشنی رات کی تاریکی کے ذریعہ غائب ہوجاتی ہے۔ دن جاتا ہے تو فوراً رات آجاتی ہے اور رات جاتی ہے تو فوراً دن آجاتا ہے اور اس میں ایک منٹ کی بھی تاخیر نہیں

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿54﴾

یاد رکھو کہ پیدا کرنا اور حکم کرنا اسی کے لئے خاص ہے۔ اللہ بڑی برکت والا ہے، تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ ﴿54﴾

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿55﴾

تم اپنے پروردگار سے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعا کیا کرو۔ بلاشبہ اللہ حد سے گزر جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ﴿55﴾

ہو پاتی۔ فرمانِ الٰہی ہے:- (ترجمہ) ''اور ان (لوگوں) کیلئے ایک نشانی رات بھی ہے کہ ہم اس سے دن کو کھینچ لیتے ہیں تو ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے اور سورج بھی جو اپنی مقررہ گزرگاہ پر چلتا رہتا ہے، یہ زبردست علم والے (اللہ) کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے اور ہم نے چاند کیلئے منزلیں مقرر فرما دیں، پھر وہ کھجور کی پرانی شاخ کی طرح (پتلا) رہ جاتا ہے۔ نہ سورج چاند کو پکڑ سکتا ہے اور نہ ہی رات دن سے پہلے آسکتی ہے ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے مدار میں گردش کر رہا ہے''۔ (یٰسٓ 36: آیات 37 تا 40)

آیت 55: دعاؤں کی ترغیب:

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ دعائیں مانگنے کا شوق دلا رہے ہیں کیونکہ دعاؤں سے دنیا اور آخرت دونوں سنورتی ہیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہمیں رو رو کر، گڑگڑا کر اور چپکے چپکے سے دعا کرنے کا حکم دیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:- ''دراصل دعا ہی عبادت ہے۔'' (ترمذی)

(مزید معلومات کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر المومنون 40: آیت 60)

حد کے اندر دعائیں مانگنے کا حکم:

اس آیت میں یہ بھی فرمایا کہ حد سے بڑھنے والوں کو اللہ پسند نہیں فرماتا۔ دعا میں حد سے بڑھنا، مثلاً اپنے لئے نبوت و رسالت کی دعا مانگنا یا کسی گناہ یا حرام چیز کی دعا مانگنا یا اپنی حیثیت سے بڑھ کر دعا مانگنا، حد سے بڑھنا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:- ''عنقریب میری امت میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو دعا کرنے میں حد سے تجاوز کریں گے''۔ (ابوداؤد۔ عن عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ)

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿56﴾

اور زمین (دنیا) میں اصلاح (امن) کے بعد فساد مت پھیلاؤ اور اللہ (کے عذاب) سے ڈرتے ہوئے اور اس سے (اجر و ثواب کی) امید رکھتے ہوئے (صرف) اسی کو پکارو۔ بے شک اللہ کی رحمت نیک کام کرنے والوں کے قریب ہے۔ ﴿56﴾

وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ

اور (اللہ) وہی تو ہے جو اپنی رحمت کی (بارش) سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری کے طور پر بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ (ہوائیں) بھاری بادلوں کو اٹھا لیتی ہیں، تو ہم اس (بادل) کو کسی مردہ (خشک) زمین کی طرف چلا کے لے جاتے ہیں، پھر اس

آیت 56: زمین میں فساد پھیلانے کی ممانعت:

جب ملک میں امن و امان قائم ہو جائے تو کسی انسان کو یہ لائق نہیں کہ بدامنی پھیلائے۔ کیونکہ جب ملک میں تمام کام درست اور ٹھیک ہوں اور لوگ امن و عافیت سے زندگی بسر کررہے ہوں، پھر امن میں خلل ڈالنا، بدامنی اور لوگوں میں سخت بے چینی کا باعث بن جاتا ہے۔ فتنہ اور فساد قتل سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔ فساد پھیلانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں عبرتناک سزا دینے کا حکم دیا ہے۔ (پڑھیے ترجمہ وتفسیر المائدہ 5: آیت 33)

آیت 57: اللہ تعالیٰ ہی روزی عطا فرماتا ہے:

وجودِ باری تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ بارش سے قبل خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیج دیتے ہیں، وہ ہوائیں بادلوں کو چلا کر خشک زمین کی طرف لے جاتی ہیں، پھر وہ بادل بارش برساتے ہیں جس سے مختلف قسم کے میوے، اناج، پھل پیدا ہوتے ہیں اور انسان ان سے رزق حاصل کرتے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے حکم سے بارش برسنے سے خشک زمین (جو کہ مردہ ہوتی ہے اس) میں جان آجاتی ہے اور اس سے مختلف قسم کے پھول، پھل اور پودے نکل آتے

لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿57﴾

(بادل) سے پانی برساتے ہیں، پھر اس پانی کے ذریعہ زمین سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں۔ اسی طرح ہم مُردوں کو بھی (قبروں سے) نکالیں گے۔ (غور کرو) تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ ﴿75﴾

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴿58﴾

اور عمدہ زمین تو اپنے رب کے حکم سے خوب پیداوار نکالتی ہے اور جو خراب (بنجر زمین) ہوتی ہے اس سے پیداوار کم ہی نکلتی ہے، اسی طرح ہم اپنے دلائل کو مختلف طریقوں سے شکر کرنے والوں کیلئے بیان کرتے ہیں۔ ﴿58﴾

ہیں جو انسانوں کی روزی کا ذریعہ بنتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر مردہ کو بھی زندگی دینے پر قادر ہے۔ فرمان الٰہی ہے:- (ترجمہ) ''اللہ کی رحمت کے آثار دیکھو کہ وہ کس طرح مُردہ زمین کو زندہ فرما دیتا ہے۔ یقین مانو وہی مردے بھی ضرور زندہ کریگا اور وہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔'' (الروم 30: آیت 50)

آیت 58: مومن و کافر کے دلوں کی مثال:

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ زرخیز اور بنجر زمین کی مثال دیکر سمجھا رہے ہیں کہ مومن کا دل زرخیز زمین کی طرح ہوتا ہے کہ جس طرح زرخیز زمین پر بارش کا اثر فوری ظاہر ہوجاتا ہے اسی طرح مومنوں کے دل پر نصیحت کا اثر فوری ہوتا ہے اور کافر کا دل بنجر زمین کی طرح ہوتا ہے، جس طرح بارش کا اثر بنجر زمین پر ظاہر نہیں ہوا کرتا اسی طرح کافر کے دل پر وعظ و نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:- ''اللہ ربّ العزّت نے مجھے جو علم و ہدایت دے کر مبعوث فرمایا ہے اس کی مثال موسلا دھار بارش کی سی ہے، زمین کا جو صاف اور زرخیز حصہ ہوتا ہے وہ خوب پانی جذب کرتا ہے اور اس سے خوب گھاس اور چارا پیدا ہوتا ہے اور زمین کا سخت حصّہ پانی جمع کر لیتا ہے اس سے بھی لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے کہ لوگ خود بھی پانی پیتے ہیں اور جانوروں کو بھی پلاتے ہیں اور اس سے آب پاشی بھی کرتے ہیں۔ اس مثال سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے علم دین میں سمجھ بوجھ حاصل کی پھر اس سے خود بھی فائدہ اٹھایا اور لوگوں کو بھی خوب

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿59﴾

تحقیق ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے کہا اے میری قوم، تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی (حقیقی) معبود نہیں، بے شک میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ ﴿59﴾

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿60﴾

ان (نوح علیہ السلام) کی قوم کے سرداروں نے کہا کہ ہم تو تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔ ﴿60﴾

فائدہ پہنچایا اور زمین کا جو حصہ چٹیل ویران ہوتا ہے۔ نہ اس میں بارش کا پانی رُکتا ہے اور نہ کچھ پیداوار ہوتی ہے۔ یہ ایسے لوگوں کی مثال ہے جنہوں نے دینی احکام سے کچھ فائدہ حاصل نہ کیا اور اللہ کی ہدایت قبول ہی نہ کی جو میرے ذریعہ بھیجی گئی ہے۔'' (بخاری)

آیات 59 تا 60: نوح علیہ السلام کا واقعہ:

آدم علیہ السلام کے بعد لوگوں کو شیطان آہستہ آہستہ شرک کی دلدل میں پھنساتا چلا گیا پھر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کیلئے پیغمبروں کا سلسلہ شروع کیا چنانچہ نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا۔ انہوں نے اپنی قوم کو وعظ و نصیحت کی مگر ان میں سے سوائے چند لوگوں کے کوئی ایمان نہ لایا، قوم کے سرداروں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ہمیں تو لگتا ہے کہ تم کھلی گمراہی میں ہو، بعض سردار کہنے لگے کہ تمہاری پیروی کرنے والے سارے غریب ہیں، لہٰذا ہم تمہاری پیروی نہیں کر سکتے۔ نوح علیہ السلام اپنی قوم کو 950 سال تبلیغ کرنے کے بعد اللہ عزّ وجل سے دعا کرنے لگے کہ یہ قوم ہدایت پانے والی نہیں ان پر اپنا عذاب بھیج دیجئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم دیا۔ پھر اس قوم پر ہر طرف سے پانی کا عذاب بھیج دیا، آسمان سے بارش اور زمین سے چشمے ابل پڑے۔ نوح علیہ السلام اپنے ساتھیوں سمیت اللہ عزّ وجل کے حکم سے روئے زمین کے ہر جاندار کا ایک ایک جوڑا لیکر کشتی میں سوار ہو گئے اور عذاب سے محفوظ رہے اور ایمان نہ لانے والے سارے کے سارے پانی میں غرق ہو گئے۔

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّ لٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿61﴾

(نوح علیہ السلام) نے کہا اے میری قوم، مجھ میں گمراہی نہیں، بلکہ میں تو تمام جہانوں کے رب کا رسول ہوں۔ ﴿61﴾

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿62﴾

میں تو تمہیں اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں، تمہاری خیرخواہی کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تمہیں معلوم نہیں۔ ﴿62﴾

اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَ لِتَتَّقُوْا وَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿63﴾

اور کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک شخص پر نصیحت کی بات نازل ہوئی ہے؟ تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اور تم ڈر جاؤ اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ ﴿63﴾

آیات 61 تا 63: انبیا علیہم السلام قوم کے خیرخواہ ہوتے ہیں:

اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کی ہدایت و رہنمائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسی قوم کے کسی فرد کو نبی بنا کر بھیج دیتے ہیں اور وہ اپنی قوم کو سمجھاتے ہیں تو قوم کے ناعاقبت اندیش لوگ اور مغرور سردار اس نبی کو گمراہ اور بیوقوف کہنے لگتے ہیں کہ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ نوح علیہ السلام سمیت ہر پیغمبر کو اس وقت کے کفار نے گمراہ اور غلط کہا، مگر درحقیقت انبیا علیہم السلام اپنی قوم کے انتہائی خیرخواہ ہوا کرتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن میدانِ عرفات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بہت بڑی جماعت سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:- ''لوگو، اللہ تعالیٰ تم سے میرے بارے میں پوچھیں گے تو تم کیا جواب دو گے؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:- ''ہم کہیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کا مکمل حق ادا فرما دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری ہر طرح سے خیرخواہی کی۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور پھر مجمع کی طرف جھکا کر فرمایا:- ''اے اللہ، گواہ رہنا، اے اللہ گواہ رہنا۔'' (مسلم۔ عن جابر رضی اللہ عنہ)

فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿64﴾

ان (نوح علیہ السلام) کی قوم نے انہیں جھٹلایا تو ہم نے انہیں اور جو کشتی میں ان کے ساتھ سوار ہوئے تھے، نجات دیدی اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا، ان کو ہم نے غرق کر دیا۔ بے شک وہ لوگ (دل سے) اندھے ہی تھے۔ ﴿64﴾

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿65﴾

اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود (علیہ السلام) کو بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ اے میری قوم، تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی (حقیقی) معبود نہیں، کیا تم پرہیزگار نہیں بنو گے؟ ﴿65﴾

آیت 64: انبیا علیہم السلام پر ایمان نہ لانا اللہ کے عذاب کو دعوت دینا ہے:

جب بھی کسی قوم نے اپنے نبی کو جھٹلایا تو اس پر عذابِ الٰہی آیا۔ کیونکہ دعوتِ حق کو ٹھکرانا اللہ کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ ربّ العزّت یہ واضح فرمارہے ہیں کہ جن لوگوں نے انبیا علیہم السلام کو جھٹلایا ان کا انجام بہت ہی برا ہوا، جیسا کہ نوح علیہ السلام کو جھٹلانے والے غرق ہوگئے، جبکہ نوح علیہ السلام پر ایمان لانے والے کشتی میں سوار ہوکر کامیاب ہوگئے۔

فرمانِ الٰہی ہے:- (ترجمہ) ''پھر ہم نے نوح (علیہ السلام) اور کشتی والوں کو بچا لیا اور اس واقعہ کو دنیاوالوں کیلئے نشانِ عبرت بنادیا''۔ (العنکبوت 29: آیت 15)

آیات 65 تا 72: قومِ عاد کا واقعہ:

قومِ نوح کی ہلاکت کے بعد اللہ تعالیٰ نے قومِ عاد کو زمین میں آباد کیا، یہ لوگ بڑی بڑی عمارتیں بنانے میں ماہر تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بھرپور طاقت سے نوازا تھا۔ فرمانِ الٰہی ہے:-(ترجمہ) ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے (قوم) عاد کے ساتھ کیا کیا، یعنی ارم (کی اولاد) کے ساتھ جو (قدوقامت میں) ستونوں جیسے تھے اور (طاقت میں) ان جیسے

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿66﴾

ان (ھود علیہ السلام) کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا کہ ہم تو تجھے بے وقوفی میں پڑا ہوا دیکھتے ہیں اور ہمارے خیال میں تم جھوٹے ہو۔ ﴿66﴾

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿67﴾

ہود (علیہ السلام) نے کہا کہ اے میری قوم، میں بیوقوف نہیں ہوں، بلکہ میں تو تمام جہانوں کے پروردگار کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔ ﴿67﴾

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿68﴾

میں تو تمہیں اپنے پروردگار کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا امانت دار خیرخواہ ہوں۔ ﴿68﴾

اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَ اذْكُرُوْٓا

اور کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک آدمی پر وحی نازل ہوئی ہے، تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اور وہ حالت یاد

دنیا میں لوگ پیدا ہی نہیں کیے گئے۔'' (الفجر 89: آیات 6 تا 8)۔ یہ لوگ بھی آہستہ آہستہ شرک کی دلدل میں پھنس گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت و راہ نمائی کیلئے انہی میں سے ایک شخص ہود علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا۔ جب ہود علیہ السلام نے انہیں وعظ و نصیحت کی تو قوم کے سرداروں نے ان سے کہا کہ تم پاگل معلوم ہوتے ہو، بھلا یہ پاگل پن اور غلطی نہیں کہ تم سارے معبودوں کو چھوڑ کر صرف ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دے رہے ہو۔ ہود علیہ السلام نے جواب دیا کہ تمہارا گمان غلط ہے۔ میں اللہ کے فضل سے نادانی کی کوئی بات نہیں کر رہا بلکہ میں جو کچھ بتا رہا ہوں، اللہ کی وحی کے ذریعہ سے بتا رہا ہوں جو تمام کائنات کا خالق و مالک ہے۔ میں تم کو اللہ کے پیغامات پہنچا رہا ہوں اور تمہارا خیرخواہ و امین ہوں، میری رسالت پر تعجب نہ کرو بلکہ اپنے رب کا شکر ادا کرو کہ اس نے تم ہی میں سے ایک رسول مبعوث فرما دیا جو تمہیں بیدار کرے اور دنیا اور آخرت کے عذابوں سے چوکنا کرے اور اپنے رب کا یہ احسان بھی نہ بھولو کہ اس نے تمہیں قومِ نوح کا جانشین بنایا، تمہیں اولادِ نوح

اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿69﴾

کرو کہ اللہ نے تم کو قومِ نوح کے بعد جانشین بنایا اور دوسروں کے مقابلہ میں تمہیں زیادہ قوت و جسامت عطا فرمائی۔ لہٰذا اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ ﴿69﴾

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿70﴾

انہوں (ہود علیہ السلام کی قوم) نے کہا کہ کیا تم ہمارے پاس اسلئے آئے ہو کہ ہم صرف اکیلے اللہ ہی کی عبادت کریں اور ہمارے باپ دادا جن کی عبادت کرتے تھے، ان کو چھوڑ دیں؟ لہٰذا اگر تم سچے ہو تو جس (عذاب) سے ہمیں ڈراتے ہو وہ لے آؤ۔ ﴿70﴾

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ۭ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَاۗءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ

انہوں (ہود علیہ السلام) نے کہا کہ اب اللہ کی طرف سے اس کا عذاب اور غضب تمہارے لئے مقرر ہو چکا ہے۔ کیا تم مجھ سے ایسے ناموں (معبودوں) کے بارے میں جھگڑتے ہو جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے ٹھہرا لیا ہے؟ ان (بتوں) کے معبود ہونے کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے۔ تو پھر اب

میں باقی رکھا جبکہ نوح علیہ السلام کی بد دعا سے تمام کفار کو عذاب میں غرق کر دیا گیا۔ بالآخر سرداروں اور عوام نے برہم ہو کر کہا کہ اچھا اگر تم اپنی دعوت میں اتنے ہی سچے ہو تو ہمارے لئے اللہ سے عذاب طلب کرلو۔ جب قوم عاد نے عذاب کا مطالبہ کیا تو ہود علیہ السلام نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اب عذابِ الٰہی کا انتظار کرو، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے آثار نمودار ہوئے اور سیاہ بادل امڈ آئے تو یہ قوم خوشی سے جھومنے لگی کہ اب بارش آئے گی مگر وہ ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب تھا جو سخت آندھی کی شکل میں آیا۔ فرمانِ الٰہی ہے: -(ترجمہ) ❶ ''اور (قوم) عاد تو سخت آندھی سے

سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ﴿71﴾

تم (عذاب کا) انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ (تم پر عذاب آنے کا) انتظار کرتا ہوں۔ ﴿71﴾

فَاَنْجَیْنٰهُ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ مَا كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴿72﴾

پس ہم نے ہود (علیہ السلام) اور انکے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچا لیا اور ہم نے ان لوگوں کی جڑ ہی کاٹ دی، جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا اور وہ ایمان لانے والے ہی نہ تھے۔ ﴿72﴾

وَ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ

اور ہم نے (قوم) ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ اے میری قوم، تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی (حقیقی) معبود نہیں۔ تمہارے

ہلاک ہوئی۔ اللہ نے اس آندھی کو ان پر 7 راتیں اور 8 دن مسلسل رکھا، آپ (وہاں ہوتے تو) دیکھ لیتے کہ وہاں لوگ یوں چت گرے پڑے تھے جیسے وہ کھجوروں کے کھوکھلے تنے ہوں۔'' (الحآقة 69: آیات 6 تا 7) ❷ ''ہم نے ان (قوم) پر نامبارک آندھی بھیج دی یہ (آندھی) جس چیز سے گزرتی تھی اسے ریزہ ریزہ کر کے چھوڑتی تھی۔'' (الذّٰریٰت 51: آیات 41 تا 42)

آیات 73 تا 78: قومِ ثمود کا واقعہ:

قومِ عاد کی ہلاکت کے بعد قوم ثمود کو اللہ تعالیٰ نے زمین کا جانشین بنایا، دھیرے دھیرے یہ لوگ بھی اللہ کی عبادت چھوڑ کر بتوں اور غیر اللہ کی عبادت میں مگن ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کیلئے انہی کے بھائی صالح علیہ السلام کو رسالت کیلئے منتخب فرمالیا، صالح علیہ السلام نے جب دعوت وتبلیغ شروع کی تو قوم نے معجزہ طلب کیا اور کہا کہ ان کی بستی کی کَاتِبَة نامی چٹان میں سے 10 ماہ کی حاملہ اونٹنی بطورِ معجزہ نکالو اور یہ بھی شرط لگائی کہ وہ اونٹنی باہر آتے ہی بچہ جنے۔ آپ علیہ السلام نے ان سے عہد لیا کہ اگر تمہاری طلب کے مطابق معجزہ کا ظہور ہوگیا تو پھر تمہیں اللہ پر ایمان لانا ہوگا اور میری اطاعت کرنا ہوگی۔ ہود علیہ السلام نے اللہ سے دعا مانگی آخر کار وہ چٹان پھٹ گئی اور اس سے

قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿73﴾

پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آ چکی ہے۔ یہ اللہ کی (طرف سے بھیجی ہوئی) اونٹنی تمہارے لئے نشانی (معجزہ) ہے، پس اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں چرتی پھرے اور اسکو بری نیت سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تمہیں دردناک عذاب آ پکڑے گا۔ ﴿73﴾

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿74﴾

اور تم وہ حالت یاد کرو کہ اللہ نے تمہیں قومِ عاد کے بعد جانشین بنایا اور تم کو زمین پر رہنے کا ٹھکانہ دیا کہ تم نرم زمین پر محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں گھر بناتے ہو، لہٰذا اللہ کی نعمتوں کو خوب یاد کرو اور زمین میں فساد مچاتے ہوئے نہ پھرو۔ ﴿74﴾

ایک اونٹنی برآمد ہوئی جو 10 ماہ کی حاملہ تھی اور اس کا بچہ بھی اس کے پیٹ میں موجود تھا، یہ معجزہ دیکھ کر ایک سردار اور اس کے ساتھی تو ایمان لے آئے مگر دیگر سردار کفر پر ہی جمے رہے۔ اونٹنی کے متعلق یہ حکم تھا کہ اسے آزادانہ گھومنے دیا جائے جہاں سے چاہے کھائے، پیئے اور انکے پانی کا ایک مخصوص کنواں تھا جس کے بارے میں یہ طے پایا کہ ایک دن شہر کے دوسرے جانور کنویں کا پانی پئیں اور ایک دن یہ اونٹنی۔ شہر میں 9 آدمی بدمعاش تھے جو شہر میں بدامنی پھیلاتے رہتے تھے۔ انہوں نے اونٹنی کے قتل کا منصوبہ بنایا اور اس کی ٹانگیں کاٹ دیں اور پھر اسے قتل کر دیا، جب اونٹنی کے مارے جانے کی اطلاع اللہ کے نبی صالح علیہ السلام کو پہنچی تو وہ دوڑتے ہوئے قومِ ثمود کے پاس آئے، یہ سب ایک جگہ جمع تھے۔ آپ علیہ السلام اونٹنی کو مقتول دیکھ کر رو پڑے اور

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿75﴾

ان (صالح علیہ السلام) کی قوم میں جو متکبر سردار تھے انہوں نے صالح (علیہ السلام) پر ایمان لانے والے غریب لوگوں سے پوچھا کہ کیا تمہیں اس بات کا یقین ہے کہ صالح (علیہ السلام) اپنے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے (رسول) ہیں؟ انہوں (غریب لوگوں) نے جواب دیا جو کچھ انہیں دے کر بھیجا گیا ہے، ہم تو اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ ﴿75﴾

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿76﴾

متکبر لوگ کہنے لگے کہ تم جس پر ایمان رکھتے ہو، ہم تو اس کا انکار کرتے ہیں۔ ﴿76﴾

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿77﴾

پھر انہوں (متکبر لوگوں) نے اس اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی اور کہنے لگے کہ اے صالح (علیہ السلام) اگر تو رسولوں میں سے ہے تو جس (عذاب) سے ہمیں ڈراتا ہے اسے لے آ۔ ﴿77﴾

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿78﴾

چنانچہ انکو زلزلہ نے آ پکڑا وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔ ﴿78﴾

فرمایا:- (ترجمہ) ''لوگو، اپنے گھروں میں 3 دن اور فائدہ اٹھا لو'' (ھود 11: آیت 65)۔ اسی دن شام کے وقت انہی 9 بدمعاشوں نے صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ بھی کرلیا لیکن وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہوسکے بلکہ خود ہی ہلاک ہوگئے۔ پھر 3 دن کے بعد اللہ تعالیٰ کے عذاب (طوفانی ہوا اور شدید زلزلہ) نے قومِ ثمود کو آگھیرا۔ صالح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے نجات دیدی اور ایمان نہ لانے والے گھروں میں ہی اوندھے منہ گر کر مرگئے۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انہیں کوئی بھی نہ بچا سکا۔ (پڑھیے ترجمہ وتفسیر النمل 27: آیت 48)۔

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿79﴾

اس وقت وہ (صالح علیہ السلام) ان (اپنی قوم) سے منہ موڑ کر چلے اور کہا کہ اے میری قوم، میں نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا اور میں نے تمہیں نصیحت کی تھی لیکن تم لوگ نصیحت کرنے والوں کو پسند ہی نہیں کرتے۔ ﴿79﴾

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿80﴾

اور (ہم نے) لوط (علیہ السلام) کو بھیجا تو انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے بھی نہیں کیا۔ ﴿80﴾

آیت 79: انبیا علیہم السلام کی باتیں نہ ماننے والوں کا برا انجام:

جب اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کو تکبر و غرور اور ہدایت سے منہ پھیر کر گمراہی کی طرف جانے کی وجہ سے ہلاک کر دیا تو صالح علیہ السلام نے قوم کی افسوسناک تباہی دیکھ کر فرمایا کہ ہائے افسوس، نہ تو تم کو پیغام حق نے فائدہ پہنچایا اور نہ ہی میری ہمدردی اور خیر خواہی تمہارے کام آئی۔ تم نے تو ہمدردوں ہی کو ٹھکرا دیا اور دشمنوں کو سینہ سے لگایا، جس کے بدلہ تمہیں یہ برا انجام دیکھنا پڑا۔

آیات 80 تا 84: لوط علیہ السلام کی قوم کا واقعہ:

لوط علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے، آپ علیہ السلام کو جس قوم کی ہدایت و راہ نمائی کیلئے بھیجا گیا تھا وہ قوم انتہائی قبیح حرکت (اغلام بازی) کی مرتکب تھی۔ جنسی تسکین کیلئے عورتوں کی جگہ یہ قوم مردوں کو استعمال کرتی تھی۔ جو ایک ایسی فحش بے حیائی تھی جس کا اس سے پہلے وجود نہ تھا، یہ بے حیائی نہ انسانوں میں پائی جاتی تھی، نہ جانوروں میں اور نہ ہی کسی کے ذہن میں اس کا تصور تھا، مگر اس قوم نے انسانیت سوز فعل کا ارتکاب کر کے ہمیشہ کیلئے رسوائی اپنے حصہ میں لے لی۔ یہاں تک کہ جب عذاب کے فرشتے ان کے پاس انسانی شکل وصورت میں آئے تو یہ قوم ان کے بھی پیچھے پڑ گئی۔ (پڑھیے ترجمہ وتفسیر ہود 11: آیات 77 تا 81)

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿81﴾

تم جنسی خواہش پوری کرنے کیلئے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آجاتے ہو، بلکہ تم تو (انسانیت کی) حد سے گذر جانے والے ہو۔ ﴿81﴾

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿82﴾

ان (لوط علیہ السلام) کی قوم کا جواب بس یہی تھا کہ وہ (آپس میں) کہنے لگے ان لوگوں (لوط علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں) کو اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں۔ ﴿82﴾

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿83﴾

پھر ہم نے انہیں (لوط علیہ السلام) اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا، سوائے ان کی بیوی کے وہ پیچھے رہنے (ہلاک ہونے) والوں میں ہی رہی۔ ﴿83﴾

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿84﴾

اور ہم نے ان پر خصوصی (پتھروں کی) بارش برسائی، پس آپ دیکھ لیجئے مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔ ﴿84﴾

لوط علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھایا، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا، مگر یہ قوم باز آنے کی بجائے لوط علیہ السلام کو جلاوطن کرنے کی ترکیب سوچنے لگی۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان پر پتھروں کی بارش برسائی۔ فرمانِ الٰہی ہے:- (ترجمہ) ''پھر جب ہمارا عذاب آ گیا تو ہم نے زمین کو الٹ دیا اور ہم نے ان پر ایک دوسرے سے جڑے ہوئے پتھر برسائے جن پر آپ کے رب کی طرف سے خاص قسم کے نشان لگے ہوئے تھے اور یہ بستی ان (مکہ کے) ظالموں سے کچھ دور بھی نہیں۔'' (ہود 11: آیات 82 تا 83)۔ جس طرح قومِ لوط اس قبیح فعل میں شرم و عار محسوس نہیں کرتی تھی اسی طرح آج کل یورپ وغیرہ میں بھی یہ قبیح حرکت ایک قانونی شکل اختیار کر چکی ہے اور اس قبیح فعل

وَ اِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ﴿85﴾ وَ لَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ

اور ہم نے (اہل) مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ اے میری قوم، تم اللہ کی عبادت کرو اسکے سوا تمہارا کوئی (حقیقی) معبود نہیں، تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آ چکی ہے۔ پس تم ناپ اور تول پورا پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم مت دیا کرو اور زمین میں اصلاح (امن) کے بعد فساد مت پھیلاؤ، اگر تم لوگ سچے مومن ہو تو یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ ﴿85﴾

اور تم راستوں میں ایمان والوں کو دھمکیاں دینے اور اللہ کی راہ سے روکنے کے لئے مت بیٹھا کرو اور تم اس (اللہ کی) راہ میں نقص تلاش کرنے میں بھی لگے رہتے رہو

کے مرتکب کو شرم و حیا تو دور کی بات وہ اسے زندگی بھر کے لئے اپنانے کا دَم بھی بھرتا ہے اور وہاں کی حکومتیں ایسے بے حیاؤں کو مختلف مراعات بھی دیتی ہیں اور وہاں کے قوانین میں اس بات کی بھی گنجائش ہے کہ دو ہم جنس آپس میں شادی کر کے زندگی بھر اپنا منہ کالا کرتے رہیں۔

آیات 85 تا 87: شعیب علیہ السلام کا واقعہ:

مدین کے لوگ بھی جب ظلم و ستم میں حد سے بڑھنے لگے، لوگوں کے ساتھ نا انصافی کرنے لگے تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان کی طرف شعیب علیہ السلام کو نبی بنا کر ہدایت و راہ نمائی کیلئے مبعوث فرمایا۔ انہوں نے اپنی قوم کو نصیحت کی کہ ناپ تول میں کمی نہ کرو، لوگوں کو مال پورا پورا تول کر دیا کرو، لوگوں کے مال میں خیانت نہ کرو، ناپ تول میں کمی کر کے کسی کو دھوکہ نہ دو، اس لئے کہ ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے بہت بڑی ہلاکت ہے۔ فرمان الٰہی ہے:- (ترجمہ) ''ناپ تول

وَتَبْعُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۖ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿86﴾

اور یادکروجب تمہاری تعدادکم تھی پھر اللہ نے تمہاری تعداد زیادہ کردی اوردیکھو فساد پھیلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔ ﴿68﴾

وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿87﴾

اور اگرتم میں سے ایک جماعت اس (وحی) پر ایمان لے آئی ہے جو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے اور ایک جماعت ایمان نہیں لائی تو صبر کرو یہاں تک کہ ہمارے درمیان اللہ فیصلہ فرمادے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ ﴿87﴾

میں کمی کرنے والوں کے لئے ہلاکت ہے۔ وہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں اور جب انہیں ناپ یا تول کردیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ کیا وہ لوگ اس بات پر یقین نہیں رکھتے کہ بے شک وہ (قبروں سے زندہ کرکے) اٹھائے جائیں گے۔'' (المطفّفین 83: آیات 1 تا 4)۔ شعیب علیہ السلام نے نصیحت کرتے ہوئے مزید فرمایا کہ ''جب تم لوگوں سے خود تو اپنا حق پورا پورا وصول کرتے ہو تو انہیں بھی ان کا پورا پورا حق دیا کرو اور لوگوں کے راستہ میں اس لئے نہ بیٹھو کہ انہیں دھمکیاں دیکر ان سے مال وصول کرو اور انہیں میرے پاس وعظ و نصیحت کیلئے آنے سے مت روکو۔ اگرتم میں سے ایک جماعت مجھے رسول مانتی ہے اور دوسری نہیں مانتی تو فیصلہ ہونے تک صبر کرو، پھرتم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے کہ اللہ کی مدد کس کے ساتھ ہے اور کس کے ساتھ نہیں، اللہ رب کریم، سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔ یہ فیصلہ دنیا میں بھی ہوسکتا ہے تاہم آخرت میں تو یقیناً ہوگا اور وہاں ہر ایک سے باز پرس ہوگی۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿88﴾

ان (شعیب علیہ السلام) کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا کہ اے شعیب، ہم تمہیں اور تمہارے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی بستی سے ضرور نکال دیں گے، یا تمہیں (ایمان چھوڑ کر) ہمارے دین میں واپس آنا پڑے گا۔ شعیب (علیہ السلام) نے جواب دیا کہ اگر ہم اسے (تمہارے دین کو) برا سمجھتے ہوں تب بھی (ایسا کریں)؟ ﴿88﴾

قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ

اگر ہم دوبارہ تمہارے دین میں واپس پلٹ آئیں تو بلاشبہ ہم نے اللہ پر جھوٹی تہمت لگائی۔ جبکہ اللہ نے اس (دین) سے ہمیں نجات عطا فرمادی ہے، یہ ناممکن ہے کہ ہم اس (تمہارے دین) میں دوبارہ لوٹ آئیں۔ ہاں اگر ہمارا رب چاہے تو (وہ ہمیں اس دین

آیات 88 تا 89: قومِ شعیب کا جواب:

شعیب علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو ان کے برے اعمال کی نشاندہی کرتے ہوئے انہیں گناہ سے رک جانے، لوگوں کا ناحق مال کھانے سے باز آنے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی نصیحت کی تو انہوں نے کہا: ''اے شعیب، کیا تمہاری نماز تمہیں یہ سکھاتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے معبودوں کو چھوڑ دیں یا ہم اپنے مال میں اپنی مرضی چلانا چھوڑ دیں؟'' (ھود 11: آیت 87)

شعیب علیہ السلام پھر بھی اپنی قوم کی خیر خواہی چاہتے تھے انہوں نے تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا جس پر قوم مزید برہم ہوگئی اور انہوں نے دھمکی دینا شروع کردی کہ اے شعیب، تم ہمارا دین دوبارہ قبول کرلو ورنہ ہم تمہیں اور تم پر ایمان لانے والوں کو اس شہر سے نکال دیں گے۔

شعیب علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے یہ سنا تو کہنے لگے کہ جسے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہدایت دی ہو

رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَی اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ ﴿89﴾

میں دوبارہ لے جا سکتا ہے) ہمارے رب کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے، ہم اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔(اور ہم دعا کرتے ہیں کہ) اے ہمارے رب، ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق (انصاف) کے ساتھ فیصلہ فرمادے اورآپ توسب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں۔ ﴿89﴾

وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَىِٕنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَیْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿90﴾

اور ان (شعیب علیہ السلام) کی قوم کے کافر سرداروں نے (ایمان والوں سے) کہا کہ اگرتم شعیب (علیہ السلام) کی پیروی کروگے تو یقیناً تم خسارہ میں پڑ جاؤگے۔ ﴿90﴾

اور شرک کی دلدل سے نکالا ہو اس کے یہ شایانِ شان نہیں کہ وہ دوبارہ اسی دلدل میں چلا جائے، توحید کی سمجھ جسے حاصل ہوجائے وہ شرک کی دلدل میں کبھی بھی واپس نہیں جاتا۔ اگر ہم ایسا کریں، جیسا تم چاہتے ہو، تو یقیناً ہم اللہ تعالیٰ پر بڑا بہتان باندھنے والوں میں سے ہوجائیں گے کہ ہم خود تو دوسروں کو شرک سے روکتے رہیں اور پھر خود ہی شرک کرنے لگیں، یہ تو اللہ عزّ وجل کے ساتھ کھلی بغاوت ہوگی۔

آیت 90: قومِ شعیب علیہ السلام کے کفار کی لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش:

قومِ شعیب جہاں دوسری گمراہیوں میں مبتلا تھی اس کے ساتھ ہی وہ ایمان والوں کو گمراہ کرنے کے لئے بھی کوششیں کرتی تھی، قومِ شعیب کے کافر لوگ شعیب علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کو سیدھی راہ سے ہٹانے کیلئے قسمیں کھا کر انہیں یقین دلانے کی کوشش کرتے تھے کہ اگرتم نے شعیب علیہ السلام کی بات مان لی تو تباہ ہوجاؤ گے اور نقصان اٹھاؤ گے، لہٰذا شعیب علیہ السلام پر ایمان نہ لاؤ اور باز آجاؤ۔ یہ نافرمان قوم خود بھی گمراہ ہوگئی تھی اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والوں کو بھی گمراہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتی تھی۔

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿91﴾

پھر ان (شعیب علیہ السلام کی قوم کے کفار) کو (ایک شدید) زلزلہ نے آ پکڑا اور وہ (کفار) اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ ﴿91﴾

اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿92﴾

جنہوں نے شعیب (علیہ السلام) کو جھٹلایا تھا، ان کی (عذاب کے بعد) یہ حالت ہوگئی گویا وہ کبھی وہاں (اپنی بستی میں) آباد ہی نہ تھے جنہوں نے شعیب (علیہ السلام) کو جھٹلایا تھا، آخر کار وہی خسارہ اٹھانے والے تھے۔ ﴿92﴾

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿93﴾

شعیب (علیہ السلام) ان (اپنی قوم) سے منہ موڑ کر چلے اور کہا کہ اے میری قوم، میں نے تمہیں اپنے رب کے احکام پہنچا دیئے تھے اور میں نے تمہاری خیر خواہی بھی کی تھی۔ اب میں کافر قوم پر کیوں افسوس کروں۔ ﴿93﴾

آیات 91 تا 93: قومِ شعیب علیہ السلام پر عذاب:

جب قوم شعیب نے دعوتِ توحید و اصلاح قبول کرنے سے انکار کر دیا اور مسلمانوں کو شہر بدر کرنے کی دھمکی دینے لگی، تو شعیب علیہ السلام نے ان کی طرف سے نا امید ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ، اب ان کفار اور مسلمانوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما دیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نافرمان قوم کو ہلاک کرنے لئے ایسی بارش بھیجی جس میں آگ کے شرارے تھے اور ساتھ ہی ایک زور دار چیخ اٹھی، ان کے قدموں تلے زمین ہلنے لگی، پھر دیکھتے ہی دیکھتے سب مر گئے اور ایسے ہوگئے جیسے وہاں پہلے ان کا وجود ہی نہ تھا۔ جب شعیب علیہ السلام وہاں سے گذرے تو ان کی لاشوں کو دیکھ کر فرمایا کہ اے میری قوم، میں نے تو تمہیں اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا اور تمہارے ساتھ خیر خواہی کا جو تقاضا تھا وہ پورا کر دیا تھا لیکن تم نے پھر بھی کفر کی ہی راہ اختیار کی اس لئے اب مجھے تمہارا یہ انجام دیکھ کر کوئی افسوس نہیں ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿94﴾

اور ہم نے جب بھی کسی بستی میں اپنا کوئی نبی بھیجا تو وہاں کے رہنے والوں کو تنگی اور مصیبت میں مبتلا کیا تاکہ وہ (اللہ کے حضور) گڑگڑائیں۔ ﴿94﴾

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿95﴾

پھر ہم نے اس بدحالی کو خوش حالی میں بدل دیا، یہاں تک کہ ان کو خوب ترقی ملی اور وہ کہنے لگے کہ ہمارے باپ دادا کو بھی تنگی اور راحت دونوں پیش آئی تھیں، پھر ہم نے اس بستی والوں کو اچانک پکڑ لیا اور انہیں خبر تک نہ ہوسکی۔ ﴿95﴾

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿96﴾

اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکات (کے دروازے) کھول دیتے لیکن انہوں نے (ہمارے رسولوں کو) جھٹلایا تو ہم نے انہیں انکے (برے) اعمال کی وجہ سے پکڑ لیا۔ ﴿96﴾

آیات 94 تا 96: سابقہ امتوں کی آزمائش:

ان آیات مبارکہ میں ان سابقہ امتوں کا تذکرہ ہے جن کی طرف انبیائے کرام علیہم السلام بھیجے گئے تھے تو انہوں نے ایمان لانے سے انکار کیا، اس کے بدلہ میں اللہ عزّ وجل نے انہیں محتاجی اور بیماری میں مبتلا کردیا تاکہ یہ لوگ ایمان لے آئیں اور اللہ کی طرف متوجہ ہوکر عاجزی و انکساری کا اظہار کرتے ہوئے اسی کے حضور گڑگرائیں، لیکن جب وہ ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی نعمتوں کے دروازے کھول دیئے اور جب وہ ان نعمتوں میں خوب مگن ہوگئے تو ان پر اچانک اللہ کا ایسا عذاب آیا کہ انہیں اس عذاب کا گمان تک نہ تھا۔ اس کے برعکس اگر یہ لوگ ایمان لے آتے تو اللہ تعالیٰ ان پر نعمتوں کے دروازے ہمیشہ کے لئے کھلے رکھتے اور ان پر اپنی ہر نعمت نچھاور فرماتے مگر انہوں نے کفر کی روش اختیار کی جس کا انجام ہلاکت ہوا۔

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿97﴾

کیا پھر بھی ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے فکر ہوگئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت آجائے اور وہ سوئے ہوئے ہوں؟۔ ﴿97﴾

اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿98﴾

اور کیا ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بھی بے فکر ہوگئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن کے وقت آجائے اور وہ کھیل کود میں مشغول ہوں؟۔ ﴿98﴾

اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿99﴾

کیا وہ (کفار) اللہ کی پکڑ سے بے فکر ہوگئے ہیں؟ بلاشبہ اللہ کی پکڑ سے بے فکر وہی لوگ ہوتے ہیں جو خسارہ اٹھانے والے ہوں۔ ﴿99﴾

اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ

اور کیا ان لوگوں کو جو زمین کے وارث ہوئے وہاں کے لوگوں (کی ہلاکت) کے بعد (ان واقعات نے) انہیں یہ سبق نہیں دیا کہ اگر ہم

آیات 97 تا 100: نافرمانوں کو عذاب کی دھمکی:

ان آیات مبارکہ میں کافر، فاسق اور نافرمان قسم کے لوگوں کو ڈرایا جا رہا ہے کہ کیا انہیں اپنی نافرمانی کی وجہ سے یہ ڈر نہیں لگتا کہ ان پر رات کو سوتے وقت اللہ کا عذاب آجائے اور وہ سوئے کے سوئے رہ جائیں یا دن دہاڑے عذاب آجائے جب وہ کھیل کود میں مصروف ہوں؟ اللہ تعالیٰ کا عذاب تو کسی بھی وقت آسکتا ہے اس لئے انہیں عذاب الٰہی سے بے خوف نہیں ہونا چاہئے۔ کیا پہلی اقوام کے عبرتناک واقعات سے موجودہ لوگوں کے لئے یہ بات واضح نہیں ہوئی کہ اگر اللہ عزّ وجل چاہے تو گناہوں کی وجہ سے انہیں بھی برباد کر دے، کیا انہیں اب تک یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ ان سے پہلے بہت سی اقوام ہلاک ہو چکی ہیں جن کی ہلاکت کی نشانیاں یہ لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔ (مزید پڑھیے ترجمہ وتفسیر الحج 22 آیات 45 تا 46)

نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿100﴾

چاہیں تو انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیں اور ان کے دلوں پر مہر لگادیں اور پھر وہ (خیر کی کوئی بات) سن ہی نہ پائیں۔﴿100﴾

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿101﴾

(اے نبی ﷺ) یہ (چند) بستیوں کی خبریں ہیں جو ہم آپ سے بیان کررہے ہیں اور یقیناً ان کے پاس آنے والے رسول (علیہم السلام) معجزات لے کر آئے، پھر جس چیز (رسالت) کو وہ پہلے جھٹلا چکے تھے، اس پر (معجزہ دیکھنے کے بعد) بھی وہ ایمان لانے والے نہ بنے۔ اللہ اسی طرح کفار کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔﴿101﴾

ان آیات مبارکہ میں ہمارے لئے ایک تنبیہ ہے کہ ہمیں اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہئے اور سابقہ ہلاک ہونے والی اقوام کے انجام سے عبرت حاصل کرنی چاہئے، ممکن ہے ہمیں بھی اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کے سبب پکڑ لے اور ہمارے دلوں پر مہر لگادے۔ ہمیشہ اللہ ربّ العزّت کی پکڑ سے حفاظت کے لئے یہ دعا مانگتے رہئے:

اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَ عَافِنَا قَبْلَ ذَالِكَ

ترجمہ: ''اے اللہ کریم، ہمیں اپنے غصہ سے قتل نہ کیجئے اور ہمیں اپنے عذاب سے ہلاک نہ کیجئے اور ہمیں ان سب سے عافیت میں رکھئے۔'' (مستدرک حاکم۔عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)

آیت 101: رحمتِ عالم ﷺ کو تسلی و تشفی:

چند انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کی قوموں کے واقعات بیان کرنے کے بعد اللہ ربّ العزّت رسول اکرم ﷺ سے خطاب فرما رہے ہیں کہ اے محمد (ﷺ) ہم نے آپ کو ان تباہ شدہ بستیوں کے کچھ واقعات بتا دیئے ہیں ان کے پاس بھی ان کے رسول معجزے اور اپنی رسالت کی صداقت

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿102﴾

اور ان (ہلاک ہونے والوں) میں سے اکثر لوگوں کو ہم نے عہد کا پابند نہیں پایا اور ان میں سے اکثر کو ہم نے فاسق (نافرمان) ہی پایا۔ ﴿102﴾

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ

پھر ان (انبیا علیہم السلام) کے بعد ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنے دلائل دے کر فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس بھیجا، مگر انہوں (فرعون اور اس کے درباریوں) نے ان (ہماری

کے دلائل لے کر آئے تھے۔ لیکن انہوں نے پھر بھی اپنے رسولوں کی تکذیب کی۔ لہٰذا اگر یہ کفار مکہ آپ علیہ السلام کو جھٹلاتے ہیں تو آپ پریشان مت ہوں بلکہ جس طرح سابقہ پیغمبر صبر کرتے آئے ہیں اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی صبر کرتے ہوئے دعوت وتبلیغ کا کام جاری رکھئے۔

آیت 102: اکثر لوگ بدعہد ہوتے ہیں:

اس آیت میں عہد سے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ والا عہد مراد ہے یعنی عالمِ ارواح میں توحید پر قائم رہنے کے لئے لیا گیا عہد۔ ایک حدیث قدسی میں اللہ رب العزّت فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بندوں (کے دلوں) کو توحید پر پیدا کیا ہے۔ پھر شیطان ان کے پاس آ کر انہیں ان کے دین سے ہٹا دیتا ہے اور ان پر میری حلال کی ہوئی چیزیں حرام کر دیتا ہے۔ (مسلم)۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- ''ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔'' (بخاری)۔ (مزید معلومات کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر الاعراف 7: آیات 171 تا 173)

آیات 103 تا 106: موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے سامنے اعلانِ رسالت:

مصر کے ہر حکمران کو فرعون کہا جاتا تھا انہی حکمرانوں میں سے ایک حکمران کے پاس اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا تھا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا آمنا سامنا ہوا اور موسیٰ علیہ السلام نے تبلیغ کی اور فرمایا کہ مجھے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے جو کائنات کی ہر چیز کا خالق، مربی اور بادشاہ ہے اور فرعون کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے، ظلم سے باز آنے اور بنی اسرائیل کو آزاد کرنے کی دعوت

فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿103﴾

نشانیوں) کے ساتھ ناانصافی کی۔ پس دیکھئے ان فساد پھیلانے والوں کا انجام کیسا ہوا ہے؟۔ ﴿103﴾

وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿104﴾

اور موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا: ”اے فرعون، بلاشبہ میں ربّ العالمین کا (بھیجا ہوا) رسول ہوں۔“ ﴿104﴾

حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ﴿105﴾

مجھ پر واجب ہے کہ میں اللہ کے متعلق صرف سچی بات کہوں۔ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلائل (معجزات) لے کر آیا ہوں، لہٰذا تم بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دو۔ ﴿105﴾

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿106﴾

اس (فرعون) نے کہا کہ اگر تم سچے ہو اور کوئی معجزہ لے کر آئے ہو تو اسے پیش کرو۔ ﴿106﴾

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿107﴾

پس اس (موسیٰ علیہ السلام) نے اپنا عصا (زمین پر) ڈال دیا تو وہ فوراً ایک اژدہا بن کر ظاہر ہوا۔ ﴿107﴾

وی تو فرعون نے یہ دعوت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور دوٹوک جواب دیا کہ تمہارا مطالبہ ناقابلِ تسلیم ہے نہ میں تم کو رسول مانتا ہوں اور نہ تمہارا مطالبہ پورا کر سکتا ہوں ہاں اگر تم سچے ہو اور رسالت پر کوئی دلیل لے کر آئے ہو تو اسے پیش کرو۔

آیت 107: موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو معجزے دکھانا:

جب فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے معجزہ مانگا تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا جو ایک خوفناک اژدہا بن کر ظاہر ہوا اور منہ پھاڑ کر فرعون کی طرف لپکنے لگا، فرعون گھبرا کر تخت سے کود پڑا اور موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگا کہ اس بلا سے مجھے بچاؤ۔ موسیٰ علیہ السلام نے ترس کھا کر اسے پکڑ لیا تو وہ پہلے کی طرح عصا بن گیا۔

وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿108﴾

اور (گریبان سے) اپنا ہاتھ باہر نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے لئے سفید (چمکتا ہوا) تھا۔ ﴿108﴾

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿109﴾

(جب یہ معجزے دیکھے تو) قوم فرعون کے سرداروں نے کہا کہ بے شک یہ (موسیٰ علیہ السلام) تو بڑا ماہر جادوگر ہے۔ ﴿109﴾

يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿110﴾

(اور لوگوں سے کہنے لگے کہ) یہ (موسیٰ علیہ السلام) تمہیں تمہاری سرزمین سے نکال دینا چاہتا ہے، تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو؟۔ ﴿110﴾

آیت 108: یدِ بیضا والا معجزہ:

موسیٰ علیہ السلام نے دوسرا معجزہ یہ دکھایا کہ اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر نکالا تو وہ سورج کی طرح چمک رہا تھا جو کسی بیماری یا عیب کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اللہ عزّ وجل کی طرف سے معجزہ تھا۔ فرمانِ الٰہی ہے:- ''(اے موسیٰ) تم اپنے گریبان میں ہاتھ ڈالو جو سفید (چمکتا ہوا) بے عیب نکلے گا۔'' (النمل 27: آیت 12)۔ ہر پیغمبر کو اللہ ربّ العزّت نے اس دور کی مناسبت سے معجزات عنایت فرمائے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کے دور میں جادوگری کا زور تھا، عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں طبّ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ادب کا زور تھا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اسی مناسبت سے معجزہ عطا فرمایا جسے دیکھ کر بڑے بڑے جادوگر بھی حیران رہ گئے۔

آیات 109 تا 112: موسیٰ علیہ السلام پر جادوگری کا الزام:

جب فرعون کے ہوش و حواس درست ہوئے اور تخت پر آ کر بیٹھ گیا تو درباریوں سے کہنے لگا کہ یہ تو بہت بڑا جادوگر ہے۔ درباریوں نے بھی ہاں میں ہاں ملائی اور آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اب کیا کیا جائے اور ان کا غلبہ کس طرح روکا جائے؟ اگر لوگ ان کی طرف مائل ہوگئے تو حکومت جاتی رہے گی، کسی تدبیر سے ان کا زور توڑا جائے۔ موسیٰ علیہ السلام کے معجزے دیکھ کر ان کا خیال یہی تھا کہ موسیٰ علیہ السلام ایک ماہر جادوگر ہیں۔ چونکہ موسیٰ علیہ السلام کے دور میں جادوگری کا چرچا تھا اسی وجہ سے انہیں یہ تدبیر سوجھی کہ جب ان کا بڑے بڑے جادوگروں سے مقابلہ ہوگا تو یہ ضرور ہار جائیں

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآىِٕنِ حٰشِرِيْنَ ﴿111﴾

لوگوں نے (فرعون سے) کہا کہ ابھی اسے اور اس کے بھائی کو مہلت دے دیں اور ہر شہر میں اپنے نمائندے بھیج دیں۔ ﴿111﴾

يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿112﴾

جو (ہر شہر سے) سارے ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لے آئیں۔ ﴿112﴾

وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿113﴾

اور (ہر شہر سے) جادوگر فرعون کے پاس حاضر ہوگئے اور کہنے لگے کہ اگر ہم (موسیٰ علیہ السلام پر) غالب آگئے تو ہمیں یقیناً اسکا انعام ملے گا؟ ﴿113﴾

قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿114﴾

اس (فرعون) نے کہا کہ ہاں اور بیشک تم میرے مقرب لوگوں میں شامل ہوجاؤ گے۔ ﴿114﴾

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿115﴾

جادوگروں نے کہا: اے موسیٰ (علیہ السلام)، آپ پہلے جادو دکھاؤ گے یا ہم لوگ اپنا جادو دکھائیں؟۔ ﴿115﴾

گے۔ بالآخر یہ فیصلہ کیا گیا کہ ملک کے تمام شہروں سے بڑے بڑے جادوگروں کو جمع کر کے ان سے مقابلہ کروایا جائے۔ اس مقصد کے لئے ہر شہر میں قاصد روانہ کئے گئے۔

آیات 113 تا 114: جیتنے پر انعام کا لالچ:

جادوگروں نے مقابلہ سے پہلے فرعون سے اس بات کا اقرار کروایا کہ اگر ہم جیت جائیں تو ہماری حوصلہ افزائی کے لئے ہمیں انعام بھی دیا جائے۔ فرعون نے ان سے وعدہ کر لیا کہ تمہیں نہ صرف منہ مانگا انعام ہی ملے گا بلکہ تم خاص شاہی نظرِ کرم کے حق دار بھی ہوگے اور شاہی دربار کے رکن بنا لئے جاؤ گے۔

آیات 115 تا 117: موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں سے مقابلہ:

جب میدان میں موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا آمنا سامنا ہوا تو جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ

قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿116﴾

موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ تم ہی پہلے (اپنا جادو) دکھاؤ، پس جب انہوں نے اپنا جادو پیش کیا تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور لوگوں کو (لاٹھیوں اور رسیوں کے سانپوں سے) ڈرایا اور وہ (جادوگر اپنی طرف سے) بہت بڑا جادو لائے تھے۔ ﴿116﴾

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ۚ ﴿117﴾ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ

اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ آپ بھی اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دیں، پس وہ (عصا) اچانک (اژدہا بن کر ان سانپوں کو) نگلنے لگا جو وہ (جادوگر) بنا کر لائے تھے۔ ﴿117﴾ آخر کار حق غالب آ گیا اور جو کچھ جادوگروں نے

ابتدا تم کرتے ہو یا ہم کریں۔ آپ علیہ السلام نے جواب دیا کہ پہلے تم اپنا جادو دکھاؤ پھر ہم اللہ تعالیٰ کی قدرت دکھائیں گے اور حاضرین خود ہی فیصلہ کر لیں گے۔ چنانچہ جب جادوگروں نے اپنی اپنی رسیاں اور اور لاٹھیاں میدان میں ڈال دیں تو ان کے جادو کی وجہ سے وہ سب دوڑتی ہوئی معلوم ہونے لگیں۔ جبکہ اس میدان میں حق و باطل دست و گریباں تھے اور لوگوں کی نظریں سانپوں کی طرح دوڑتی ہوئی رسیوں پر جمی ہوئی تھیں اور وہ اس عمل پر حیران و پریشان تھے یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام کے دل میں بھی ہلکا سا خوف پیدا ہونے لگا تو اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے انہیں تسلی دی اور فرمایا:- (ترجمہ) ”ہم نے کہا (اے موسیٰ علیہ السلام) ڈرو نہیں تم ہی غالب رہو گے۔ جو عصا آپ کے دائیں ہاتھ میں ہے اسے زمین پر ڈال کر تو دیکھو یہ (عصا) جادوگروں کے تمام جادو ہڑپ کر جائے گا۔ انہوں نے جو کچھ دکھایا ہے وہ ایک دھوکہ ہے۔ جادوگر جہاں سے بھی آئے کامیاب نہیں ہوتا“ (طٰہٰ 20: آیات 68 تا 69)۔ چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے عصا زمین پر ڈالا تو یہ عصا ایک اژدہا بن گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے جادوگروں کے بنائے ہوئے سانپوں اور رسیوں کو ایک ایک کر کے نگل لیا اور سارا میدان صاف کر دیا۔

مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿118﴾ کیا تھا وہ باطل (ملیامیٹ) ہوگیا۔ ﴿118﴾

فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿119﴾ پس وہ (فرعون اور اس کی قوم کے لوگ) اس موقع پر مغلوب ہوگئے اور ذلیل وخوار ہوکر (میدان سے) واپس لوٹے۔ ﴿119﴾

وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿120﴾ اور سارے جادوگر (بے اختیار اللہ کے حضور) سجدہ میں گر گئے۔ ﴿120﴾

قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿121﴾ اور کہنے لگے کہ ہم کائنات کے رب پر ایمان لے آئے۔ ﴿121﴾

رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿122﴾ جو موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) کا بھی رب ہے۔ ﴿122﴾

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ فرعون نے (جادوگروں سے) کہا کہ تم میری اجازت کے بغیر اس (موسیٰ علیہ السلام) پر ایمان لے

آیات 118 تا 119: فرعون کی ناکامی اور ذلت:

ہمیشہ حق ہی غالب آتا ہے اور باطل مٹ جاتا ہے۔ چنانچہ میدان میں موسیٰ علیہ السلام کا پلڑا بھاری رہا اور حق باطل پر غالب آگیا۔ اور فرعون انتہائی ذلیل ہوا اور حق کو پہچاننے کی بجائے وہ مزید دشمنی پر اتر آیا اور مسلمانوں کو طرح طرح کی دھمکیاں دینے لگا۔

آیات 120 تا 122: جادوگر حق کو پہچان گئے:

یہ معاملہ دیکھ کر جادوگروں کو یقین ہوگیا کہ یہ کوئی جادو نہیں بلکہ قدرتِ الٰہی کا مظہر حقیقی معجزہ ہے چنانچہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی رسالت اور اللہ پر ایمان لانے کا اعلان کردیا اور وہ سب اللہ کے حضور سجدہ میں گر پڑے اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنے لگے کہ اے ہمارے رب، اس سے پہلے ہم غلطی پر تھے، لہٰذا ہمیں معاف فرمادیجئے اور ہمارا شمار بھی مسلمانوں میں فرمادیجئے۔

آیات 123 تا 125: فرعون کا جادوگروں پر سازش کا الزام:

فرعون نے جب اپنی عبرتناک شکست دیکھی تو لوگوں کو تسلی دینے اور اس غم کا اثر دور کرنے کے لئے جادوگروں کو قتل کی دھمکی دی اور ان پر یہ الزام لگایا کہ تم سب نے خفیہ طور پر موسیٰ علیہ السلام

إِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوهُ فِي الْمَدِينَةِ لِتُخْرِجُوا مِنْهَا أَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿123﴾

آئے ہو؟ یقیناً یہ تمہاری بہت بڑی (سوچی سمجھی) سازش تھی جو تم نے (مل کر) اس شہر میں کی ہے تاکہ تم اس شہر کے باشندوں کو یہاں سے نکال دو۔ تمہیں (اس کا انجام) بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ ﴿123﴾

لَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُم مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَأُصَلِّبَنَّكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿124﴾

میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دوں گا۔ پھر تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا۔ ﴿124﴾

قَالُوا إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا مُنقَلِبُونَ ﴿125﴾

جادوگروں نے جواب دیا کہ بیشک ہم (مر کر) اپنے رب ہی کے پاس لوٹ جائیں گے۔ ﴿125﴾

وَمَا تَنقِمُ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا

اور (اے فرعون) تو ہمیں صرف اس بات کی سزا دے رہا ہے کہ ہم اپنے رب کی

سے ملکر یہ سازش کی ہے کہ تم ظاہری طور پر موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ پر آ کر ہار جاؤ گے پھر سب کے سامنے ان پر ایمان لے آؤ گے تاکہ تمہاری اس سازش سے متاثر ہو کر دوسرے لوگ موسیٰ علیہ السلام کا دین اختیار کر لیں اور ایمان نہ لانے والے لوگوں کو تم اپنی سازش سے اس شہر سے نکال دو گے، حقیقت میں تم اور موسیٰ علیہ السلام سب ایک ہی ہو۔ موسیٰ علیہ السلام تمہارا استاد ہے اور تم اس کے شاگرد ہو۔ فرعون نے مسلمان ہونے والے جادوگروں کو قسم کھا کر دھمکی دی کہ میں مخالف سمت سے تمہارے ہاتھ پاؤں کٹوا دوں گا اور پھر تمہیں پھانسی کے تختہ پر لٹکا دوں گا۔

آیت 126: ہر قربانی توفیقِ الٰہی پر موقوف ہے:

فرعون نے جب موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کو قتل کی دھمکی دی تو ایمانی جذبہ میں آ کر انہوں نے فرعون کو جواب دیا کہ ہمارے رب کی نشانیاں جب ہم تک پہنچ گئیں تو ہم ایمان کیوں نہ لائیں، پس ہم ایمان لے آئے ہیں، اے فرعون، تمہارا جو جی چاہے کر لو ہم نے حق کو پہچان لیا ہے اب تو اس پر قائم ہی رہیں گے۔ پھر انہیں خیال آیا کہ کہیں اس مشکل گھڑی میں ہمارے قدم

بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿126﴾

نشانیوں پر ایمان لے آئے ہیں جبکہ وہ ہمارے پاس آ گئی ہیں۔اے ہمارے رب، ہمیں صبر (کی توفیق) عطا فرمایئے اور ہمیں حالتِ اسلام میں موت عطا فرمایئے۔ ﴿126﴾

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿127﴾

اور قوم فرعون کے سرداروں نے (فرعون سے) کہا کہ کیا (آپ) موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کی قوم کو یوں ہی (آزاد) چھوڑ دیں گے تاکہ ملک میں فساد پھیلائیں اور وہ آپ اور آپ کے معبودوں کو چھوڑ دیں۔ فرعون نے کہا کہ ہم ان کے (نومولود) بیٹوں کو قتل کردیں گے اور بچیوں کو زندہ رہنے دیں گے اور ہم ان پر مکمل غلبہ رکھتے ہیں۔ ﴿127﴾

نہ ڈگمگا جائیں لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ثابت قدمی کی دعا کرنے لگے کہ اے ہمارے رب، ہمیں صبر کی توفیق عطا فرمایئے، دین پر ثابت قدم رکھئے، توحید اور اتباع رسول پر ہمارا خاتمہ فرمایئے۔

آیت 127: درباریوں کا فرعون کو بھڑکانا:

فرعون کے دربار میں جو قبطی سردار تھے انہوں نے فرعون کے سامنے موسیٰ علیہ السلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر اگلا کہ اگر آپ انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دیں گے تو یہ ملک میں بدامنی، فساد اور بغاوت پھیلا دیں گے۔ آپ کی رعایا کو بے دین بنا دیں گے اور آپ کی حکومت کے خلاف سازشیں کرتے رہیں گے۔ لہٰذا عقل کا یہ تقاضا ہے کہ سیلاب آنے سے پہلے ہی اسے روکنے کی کوشش کی جائے ورنہ جب سیلاب آجائے گا تو پھر اسے روکنے کی کوشش کرنا بے سود ہوگا۔

بنی اسرائیل کی ایک مرتبہ پھر کڑی آزمائش:

فرعون نے جب اپنے سرداروں کی یہ بات سنی تو بنی اسرائیل کے لئے یہ قانون دوبارہ جاری کردیا کہ ان کے ہاں پیدا ہونے والا ہر لڑکا قتل کردیا جائے لیکن لڑکیوں کو زندہ رہنے دیا جائے۔

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿128﴾

موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ سے مدد طلب کرو اور صبر کرو، بے شک یہ زمین تو اللہ ہی کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور (اچھا) انجام تو پرہیزگاروں ہی کے لئے ہے۔ ﴿128﴾

یاد رہے کہ اس سے قبل بھی بنی اسرائیل پر یہ آزمائش موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت آئی تھی، جب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہونے والے تھے تو فرعون کو نجومیوں نے یہ بتایا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک ایسا بچہ پیدا ہونے والا ہے جو تمہاری سلطنت کو ختم کر دے گا۔ فرعون یہ چاہتا تھا کہ اس قسم کا کوئی بچہ پیدا ہی نہ ہو جو زوالِ حکومت کا باعث بنے اور اگر پیدا ہو تو اسے مار ڈالا جائے، اس وقت اس ظالم نے کچھ وقت کے لئے یہ خونی قانون بنی اسرائیل پر لاگو کیا تھا۔ فرمانِ الٰہی ہے:- (ترجمہ) ''اور (یاد کرو) جب ہم نے تمہیں آلِ فرعون سے نجات دی جو تمہیں بدترین عذاب دیتے تھے۔ تمہارے بیٹوں کو ذبح کر دیتے، تمہاری لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے تمہاری بڑی آزمائش تھی۔'' (البقرہ 2: آیت 49) مگر اسی خونی قانون کی مدت میں ہی موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی قاتل کے گھر میں پلے بڑھے اور جوان ہوئے۔

(تفصیل کیلئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر القصص 28: آیات 3 تا 13)

آیات 128 تا 129: بنی اسرائیل کو صبر کا حکم:

اللہ عزّ وجل نے فرعون کے مظالم اور تکبر کے مقابلہ میں بنی اسرائیل کو صبر وتحمل کی تلقین کی۔ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہمیں آپ علیہ السلام کی آمد سے قبل بھی اس طرح تکلیف دی گئی تھی اور اب آپ علیہ السلام کی آمد کے بعد بھی یہی تکلیف دی جا رہی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھاتے ہوئے کہا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کا فرمان انتہائی سچا ہے۔ تمہارا انجام اچھا ہوگا اس لئے اس نازک وقت میں اسی سے مدد مانگو اور صبر وتحمل سے کام لو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو بہت جلد ہلاک کر ڈالے گا اور اس کی جگہ تمہیں زمین کا خلیفہ بنا دے گا پھر تمہیں آزمائے گا کہ تم کتنا شکر

قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿129﴾

انہوں (بنی اسرائیل) نے (موسیٰ علیہ السلام سے) کہا کہ آپ کے آنے (پیدا ہونے) سے پہلے بھی ہمیں تکالیف دی گئیں اور آپ کے آنے کے بعد بھی۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ بہت جلد اللہ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور ان کی جگہ تمہیں اس سرزمین کا مالک بنادیگا پھر دیکھے گا کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو۔ ﴿129﴾

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿130﴾

اور بلاشبہ ہم نے آلِ فرعون کو قحط سالی اور پھلوں کی پیداوار میں کمی کے ذریعہ آزمایا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ ﴿130﴾

فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا

پھر جب ان (قومِ فرعون) پر خوش حالی آجاتی تو وہ کہتے کہ یہ تو ہمارے مقدر میں

کرتے ہو کیونکہ زمین اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے وہ جسے چاہے اس (زمین) کا خلیفہ بنادے۔ لہٰذا ناامید مت ہو بلکہ اس کی رحمت کے منتظر رہو اور اسی پر مکمل بھروسہ رکھو۔

آیت 130: آلِ فرعون کی قحط سے آزمائش:

فرعون اور اس کی قوم جب موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ پر اپنے خدائی دعوے، شرک کے ارتکاب اور ظلم وستم سے باز نہ آئی تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان کی معیشت تنگ کردی اور بارشیں روک دیں جس سے کھیتی اور پھلوں کی پیداوار کم ہوگئی اور قحط سالی آگئی اس کے علاوہ بھی انہیں مختلف مصائب میں گرفتار کردیا تاکہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور موسیٰ علیہ السلام کی رسالت پر ایمان لے آئیں۔ (مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر الاعراف 7: آیت 133)

آیت 131: قحط کی وجہ شرک ہے، مسلمانوں کی نحوست نہیں:

قومِ فرعون پر آزمائش کے لئے قحط سالی آگئی اور ان کی معیشت تنگ ہوگئی تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف

هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿131﴾ وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿132﴾

لکھی ہوئی تھی اور جب انہیں کوئی بدحالی پیش آتی تو کہتے کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی نحوست کی وجہ سے ہے۔ یاد رکھو اللہ کے ہاں تو ان (قومِ فرعون) کی اپنی نحوست ہے، لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔ ﴿131﴾ اور وہ (موسیٰ علیہ السلام سے) کہنے لگے کہ آپ ہمیں سحر زدہ کرنے کیلئے جو بھی نشانی لے آؤ ہم پھر بھی آپ پر ایمان نہیں لائیں گے۔ ﴿132﴾

رجوع کرنے کے بجائے اس قحط سالی کا سبب موسیٰ علیہ السلام اور اُن پر ایمان لانے والوں کی نحوست قرار دیا اور کہنے لگے کہ فراخی اور خوش حالی ہماری وجہ سے ہے اور بدحالی اور قحط سالی مسلمانوں کی نحوست کی وجہ سے ہے۔ حالانکہ خوشحالی اور بدحالی کا کسی کی نحوست سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ البتہ انسانوں کے برے اعمال کی وجہ سے زمین میں فساد پھیل جاتا ہے جو خشکی اور تری میں موجود تمام مخلوق کو اپنی لپیٹ میں لیتا ہے اور اس سے خشکی اور تری میں رہنے والے تمام جانور بھی متاثر ہوتے ہیں۔

(مزید تفصیل کیلئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر الروم 30: آیت 41 اور الشوریٰ 42: آیت 30)

آیت 132: دلائل دیکھنے کے بعد بھی قومِ فرعون کا ایمان سے انکار:

موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو مختلف مصائب میں مبتلا کیا۔ مگر قومِ فرعون، اللہ عزّ وجل کی طرف سے آنے والے واضح دلائل کو دیکھ کر ایمان لانے کی بجائے مزید سرکشی میں مبتلا ہوتی گئی اور موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ خواہ کیسی ہی عجیب نشانیاں اور دلائل پیش کیوں نہ کریں اور کیسے ہی حیرت انگیز معجزے ظاہر کیوں نہ فرمائیں، ہم انہیں پھر بھی تسلیم نہیں کریں گے۔ (نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِكَ) یہ ان کی سرکشی اور اللہ تعالیٰ سے کھلی بغاوت تھی، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا وآخرت دونوں میں عبرتناک عذاب کی وعید سنائی ہے۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿133﴾

پھر ہم نے ان پر طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک اور خون (کا عذاب) واضح نشانیوں کے طور پر بھیجا، پھر بھی انہوں نے تکبر کیا اور وہ لوگ مجرم ہی تھے۔ ﴿133﴾

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ

اور جب ان (آلِ فرعون) پر کوئی عذاب آتا تو وہ کہتے کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) آپ اپنے رب سے ہمارے لئے دعا کریں جیسا کہ اس نے آپ سے (دعا کی قبولیت کا) عہد کر رکھا ہے۔

آیات 133 تا 135: انکارِ ایمان کا ہولناک انجام:

قومِ فرعون کی اس سرکشی کی وجہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان پر موجود آفات میں مزید اضافہ فرمادیا، پہلے انہیں صرف قحط سالی سے دوچار کیا تھا اب ان پر مختلف قسم کی مزید آفات ڈال دیں، ان پر طوفان کا عذاب آیا جس سے ان کی فصلیں تباہ ہوگئیں تو وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آکر ان سے التجا کرنے لگے کہ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ یہ مصیبت ہم سے دور ہوجائے، پھر ہم آپ کو اپنا رسول تسلیم کرلیں گے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی اور طوفان رک گیا، جب طوفان رک گیا اور فصلیں محفوظ ہوگئیں تو یہ اپنے وعدہ سے پھر گئے، پھر ان تیار فصلوں پر اللہ تعالیٰ نے ٹڈیاں بھیج دیں، تو پھر دوبارہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور ان سے دعا کی دوبارہ درخواست کی، موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے بعد جب اللہ عزّ وجل نے نجات دے دی تو غلہ کاٹ کر گھروں میں محفوظ کرلیا اور پھر تکبر کا مظاہرہ کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے سزا کے طور پر غلہ میں سسری کا عذاب بھیجا (قُمَّل کا لفظ، مچھر، جوں، چیچڑی، سسری جیسے کیڑوں کیلئے استعمال ہوتا ہے) جس سے غلہ تباہ ہونا شروع ہوگیا۔ پھر قومِ فرعون موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی۔ جب اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے ان سے یہ آفت بھی ہٹادی، تو وہ دوبارہ اپنی اسی پرانی روش پر آگئے۔ جس پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے

لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿134﴾

اگر آپ یہ عذاب ہم سے دور کر دیں تو ہم آپ پر ضرور ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی (رہا کر کے) ضرور آپ کے ہمراہ روانہ کر دیں گے۔ ﴿134﴾

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿135﴾

پھر جب ہم ان سے ایک مقررہ وقت تک جس تک انہیں پہنچنا تھا اس عذاب کو ہٹا لیتے، تو وہ (اسی وقت) عہد شکنی کرنے لگتے۔ ﴿135﴾

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿136﴾

پھر ہم نے قوم فرعون سے (ان کے جرائم کا) بدلہ لیا اور انہیں دریا میں غرق کر دیا، کیونکہ وہ ہماری آیات کو جھٹلاتے اور ان سے بالکل ہی بے پرواہ ہو گئے تھے۔ ﴿136﴾

مینڈکوں کی اتنی کثرت کر دی کہ وہ برتنوں اور دسترخوانوں میں رکھے ہوئے کھانے کے برتنوں میں گھس جاتے اور جب یہ لوگ پانی پینے لگتے تو وہ بھی خون بن جاتا۔

آیت 136: فرعون اور اس کے لشکر کی ہلاکت:

ظالم و جابر کا انجام دنیا و آخرت دونوں میں برا اور عبرتناک ہی ہوتا ہے۔ بنی اسرائیل پر جب ظلم و ستم کی انتہا ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے لشکر کی ہلاکت کا فیصلہ فرما دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی آزادی کے لئے 40 سال جد و جہد کی آخر کار اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ رات کے وقت بنی اسرائیل کو لیکر مصر سے کوچ کریں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لیکر مصر سے رخصت ہوئے تو فرعون اپنے لشکر سمیت ان کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا۔ بنی اسرائیل بحرِ احمر پر پہنچ چکے تھے، فرعون کو اپنے پیچھے دیکھ کر ڈر گئے اور موسیٰ علیہ السلام سے شکوہ کرنے لگے کہ اب ہم یہاں ہلاک ہو جائیں گے۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا کہ اللہ سے اچھی امید رکھو، وہ اپنے بندوں کو اس طرح ہلاک نہیں فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اپنا

وَ اَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ كَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَ دَمَّرْنَا مَا كَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ وَ مَا كَانُوْا یَعْرِشُوْنَ ﴿137﴾

اور ہم نے ان لوگوں کو جو کہ بالکل کمزور شمار کئے جاتے تھے، اس سرزمین کی مشرق و مغرب کا وارث بنا دیا، جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور (اے نبی ﷺ) آپ کے رب کا اچھا وعدہ، بنی اسرائیل کے حق میں پورا ہوا اس لئے کہ انہوں نے (مصائب پر) صبر کا مظاہرہ کیا اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کی بنائی ہوئی چیزوں سمیت اونچی عمارتیں اور محلات تباہ و برباد کر دیئے۔ ﴿137﴾

عصا دریا پر ماریں، چنانچہ جب عصا دریا پر مارا تو دریا میں بنی اسرائیل کے لئے 12 راستے بن گئے اور وہ پار ہوگئے، فرعون نے ان کی دیکھا دیکھی اپنا لشکر بھی ان راستوں پر اتار دیا، جب وہ لشکر سمیت دریا کے بیچ میں آگیا تو دریا دوبارہ رواں ہوگیا اور اس طرح فرعون اپنے لشکر سمیت غرق ہوگیا۔ غرق ہوتے وقت اس نے ایمان کا اقرار کیا اور کہا کہ میں موسیٰ وہارون علیہما السلام کے رب پر ایمان لاتا ہوں، مگر اس وقت اس کا ایمان لانا بے سود تھا۔ جبرئیل علیہ السلام نے اس کے منہ میں کیچڑ ڈال دی اور فرمایا کہ اب تمہیں خیال آیا جب تم اپنی موت دیکھ رہے ہو اس سے قبل تو تم نافرمانیاں کرتے رہے ہو۔ فرعون کو اس سے قبل اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے کے کئی مواقع فراہم کئے لیکن وہ ایمان نہ لایا۔ (مزید معلومات کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر یونس 10: آیات 90 تا 92)

آیت 137: بنی اسرائیل کی حکومت:

فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت کے بعد اللہ ربّ العزّت نے بنی اسرائیل کو زمین کی خلافت و بادشاہت عطا فرمائی، مصر اور شام کے علاقے ان کی حکومت میں آگئے، یہ وہی لوگ تھے جنہیں فرعون نے اپنا غلام بنا رکھا تھا اور انہیں روز نئی نئی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا، یہ حکومت اور خلافت ان کے صبر کا بہترین بدلہ تھا جو اللہ کریم نے انہیں عطا فرمایا۔

(مزید معلومات کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر القصص 28: آیات 5 تا 6 اور المائدہ 5: آیت 20)

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰۤی اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿138﴾

اور (جب) ہم نے بنی اسرائیل کو دریا عبور کرادیا، تو ان کا ایک ایسی قوم پر گذر ہوا جو اپنے بتوں کی عبادت میں مصروف تھی ، انہوں (بنی اسرائیل) نے موسیٰ (علیہ السلام) سے کہا کہ جس طرح ان کے معبود ہیں ہمارے لئے بھی ایک ایسا ہی معبود مقرر کر دیجئے۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ یقیناً تم بڑی نادان قوم ہو۔ ﴿138﴾

اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿139﴾

بے شک یہ (بتوں کی عبادت کرنے والے) لوگ جس کام میں لگے ہوئے ہیں یقیناً وہ تباہ و برباد ہوگا، ان کا یہ سارا کام محض بے بنیاد ہے۔ ﴿139﴾

آیات 138 تا 139: بنی اسرائیل کی ایک مجسم معبود کی خواہش:

جب بنی اسرائیل دریا سے پار ہوگئے اورانہوں نے ایک شہر میں کچھ لوگوں کو بتوں کی عبادت میں مصروف دیکھا تو ان میں سے چند جاہل لوگوں نے اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی ایسی عظیم الشان نشانیوں کو دیکھنے کے باوجود موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ ہمارے لئے بھی ان کے معبودوں کی طرح ایک مجسمہ بنادیجئے تاکہ ہم اس کی عبادت کرکے اپنے اصلی معبود کو پالیں۔ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت میں کوئی شبہ نہیں تھا صرف جہالت کی وجہ سے انہوں نے کہا کہ ان کے لئے بھی کوئی ایسی چیز ہونی چاہئے جس کی تعظیم کرکے وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا تقرب (نزدیکی) حاصل کریں۔ اسی لئے موسیٰ علیہ السلام نے انہیں ڈانٹتے ہوئے کہا کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی شان و عظمت سے بالکل ناواقف ہو۔ نماز ، دعا، خشوع وخضوع، خوف و امید، طواف، رکوع وسجود یہ سب عبادت میں شامل ہیں، اس قسم کی ہرعبادت صرف اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے اور براہِ راست صرف اسی کی عبادت کرنی چاہئے۔

قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّ هُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿140﴾

موسیٰ (علیہ السلام) نے (مزید) کہا کہ کیا میں اللہ کے سوا تمہارے لئے کوئی (اور) معبود تلاش کروں؟ حالانکہ اس نے تم کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہے۔ ﴿140﴾

وَ اِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿141﴾

اور (اے بنی اسرائیل، یاد کرو) جب ہم نے تمہیں قوم فرعون سے نجات دلائی، جو تمہیں بڑی سخت تکالیف پہنچاتے تھے، تمہارے بیٹوں کو قتل کر دیتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔ ﴿141﴾

وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً

اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) سے تیس راتوں کا

آیات 140 تا 141: موسیٰ علیہ السلام کا جواب:

بنی اسرائیل کی طرف سے مجسمہ کی فرمائش پر موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ تمہیں اللہ کی عظمت اور وقار کا خیال نہیں؟ اسی اللہ نے تمہیں آزادی عنایت فرمائی، تمہاری آنکھوں کے سامنے تمہارا دشمن غرق کر دیا تم کو اس کے ظلم و جبر سے نجات دی اور تمہیں عزت و آزادی عطا فرمائی پھر دینی اور دنیاوی دونوں طرح کی سرداری بھی بخشی۔ تم پر اللہ کے یہ خصوصی احسانات ہیں انہیں یاد رکھو اور کسی حالت میں بھی اپنے خالق اور محسن اعظم کو نہ بھولو۔ یہ ناممکن ہے کہ میں اللہ کو چھوڑ کر تمہارے لئے کوئی اور معبود تلاش کروں اور نہ تم ہی کو اس قسم کا مطالبہ کرنا چاہئے۔ سچے معبود کے سوا دوسرا کون عبادت کے لائق ہوسکتا ہے؟ لہٰذا خلوص سے اسی کی عبادت کرو۔

آیت 142: موسیٰ علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی:

بنی اسرائیل جب طور سینا کے قریب ایک جگہ آباد ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے شریعت نازل کرنا چاہی تاکہ وہ اس کے مطابق اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں بسر کریں، اس

وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿142﴾

وعدہ لیا (کہ وہ اتنی راتیں طور پہاڑ پر عبادت میں گزاریں) اور پھر دس راتوں کا مزید اضافہ کرکے اسے پورا کیا۔ اس طرح اس کے رب کا مقرر کردہ وقت پورے چالیس رات کا ہو گیا اور موسیٰ (علیہ السلام) نے (جاتے ہوئے) اپنے بھائی ہارون (علیہ السلام) سے کہا کہ میری غیر موجودگی میں میری قوم کا انتظام تم سنبھالنا اور ان کی اصلاح کرتے رہنا اور فساد پھیلانے والوں کی راہ پر مت چلنا۔ ﴿142﴾

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْۤ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ

اور جب موسیٰ (علیہ السلام) ہمارے مقررہ وقت پر (طور پہاڑ پر) آئے اور ان (موسیٰ علیہ السلام) سے ان کے رب نے کلام کیا، تو موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: اے میرے رب، مجھے اپنا دیدار نصیب فرما کہ میں آپ کو (ایک نظر) دیکھ سکوں،

کے لئے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ کوہ طور پر جا کر چالیس دن تک عبادت کریں تاکہ وحی الٰہی کی ذمہ داری اٹھانے کے قابل بن سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے اسی پہاڑ پر کلام فرمایا اور بطور شریعت انہیں تورات عطا فرمائی۔ جس میں بنی اسرائیل کیلئے ہدایت اور راہ نمائی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کو اسی کلام کرنے کی وجہ سے کلیم اللہ کہا جاتا ہے۔

آیت 143: موسیٰ علیہ السلام کی دیدار باری تعالیٰ کی درخواست:

جب موسیٰ علیہ السلام مقررہ وقت پر طور پر پہنچے اور آپ علیہ السلام کو اپنے رب سے ہم کلامی کا شرف نصیب ہوا تو آپ علیہ السلام کے دل میں دیدار کے جذبہ نے کروٹ لی اور جب شوق حد سے بڑھ گیا تو آپ علیہ السلام نے دعا کی: اے میرے رب، مجھے اپنا دیدار نصیب فرما تاکہ میں ایک نگاہ بھر کر آپ کو دیکھ سکوں۔ جواب ملا کہ تمہاری آنکھیں میرے دیدار کی تاب نہیں لاسکیں گی، البتہ سامنے موجود پہاڑ کو دیکھئے اگر وہ میری تجلی کی تاب لے آئے اور اپنی جگہ برقرار رہ سکے تو آپ مجھے دیکھ سکیں گے۔ جب

قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿143﴾

اللہ نے فرمایا کہ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکو گے لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ اپنی جگہ پر برقرار رہا تو تم بھی مجھے دیکھ سکو گے۔ پھر جب اِن کے رب نے پہاڑ پر تجلّی فرمائی تو (اس تجلّی نے) پہاڑ کو ریزہ ریزہ کردیا اور موسیٰ (علیہ السلام) بے ہوش ہوکر (زمین پر) گر پڑے۔ پھر جب ہوش میں آئے تو عرض کیا: بلاشبہ آپ کی ذات (ہر عیب سے) پاک ہے، میں آپ کے حضور توبہ کرتا ہوں اور میں (اس دور میں) سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں۔ ﴿143﴾

قَالَ یٰمُوْسٰۤى اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَبِكَلَامِیْ ۫ فَخُذْ مَاۤ اٰتَیْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿144﴾

اللہ نے فرمایا: اے موسیٰ، میں نے لوگوں میں سے پیغمبری اور ہم کلامی کیلئے تمہیں منتخب کرلیا ہے، لہٰذا جو کچھ تمہیں میں نے عطا کیا ہے اس کو لے لو اور میرے شکر گزاروں میں شامل ہوجاؤ۔ ﴿144﴾

پہاڑ پر اللہ تعالیٰ کی تجلی ظاہر ہوئی تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اور وہ اپنی جگہ برقرار نہ رہ سکا اور موسیٰ علیہ السلام بھی اس منظر کی تاب نہ لاکر بے ہوش ہوگئے جب ہوش میں آئے تو اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کی اور دوبارہ ایسا سوال کرنے سے توبہ کرلی۔

آیت 144: موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نبوت کے لئے منتخب فرمایا اور انہیں اس زمانہ کے تمام لوگوں پر فضیلت دے کر شرفِ رسالت سے سرفراز فرمایا۔ البتہ خاتم الانبیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات کے لوگوں سے افضل ہیں۔ انہیں تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی امامت کا شرف بھی حاصل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت بھی تاقیامت قائم رہے گی۔

وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ
شَیْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِیْلًا لِّكُلِّ
شَیْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّ اْمُرْ
قَوْمَكَ یَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ؕ
سَاُوْرِیْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِیْنَ ﴿145﴾
سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ
یَتَكَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ
الْحَقِّ ؕ وَ اِنْ یَّرَوْا كُلَّ اٰیَةٍ لَّا
یُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ
الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ۚ

اور ہم نے اس (موسیٰ علیہ السلام) کے لئے (تورات کی) تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی (اور کہا) تم ان کو پوری مضبوطی سے تھام لو اور اپنی قوم کو ان اچھے احکام پر عمل کرنے کا حکم دو، عنقریب میں تمہیں نافرمان لوگوں کا ٹھکانہ دکھاؤں گا۔ ﴿145﴾
میں زمین میں ناحق تکبر کرنے والوں کو اپنے احکام سے دور ہی رکھوں گا۔ اگر یہ لوگ تمام نشانیاں دیکھ بھی لیں تو بھی ان پر ایمان نہیں لائیں گے اور اگر ہدایت کا راستہ ان کے سامنے آ بھی جائے تو اسے نہیں اپنائیں گے اور اگر یہ گمراہی کا راستہ دیکھیں تو اسے

آیت 145: موسیٰ علیہ السلام کو تورات کا تحفہ:

موسیٰ علیہ السلام جب کوہِ طور پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے تو آپ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی راہ نمائی کیلئے تورات عطا کی گئی اور اس کی تختیوں پر ہر طرح کی ضروری نصیحت اور ضروری احکام کی تفصیل لکھ دی گئی۔ان تختیوں پر جو نصیحتیں اور حلال وحرام کے ضروری احکام لکھے ہوئے تھے اللہ ربّ العزّت نے آپ کو اور آپ کی قوم کو اس پر عمل کرنے کا حکم دیا۔

آیات 146 تا 147: مغرور اور متکبرین کا انجام:

تورات سمیت اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کسی بھی کتاب کو جو لوگ بھی ٹھکرائیں گے، اللہ کی بندگی سے اعراض کریں گے ان کا شمار تکبر اور غرور کرنے والوں میں ہوگا، انہیں کتاب وحکمت کی سمجھ ہی نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کبر وغرور سے بدترین کوئی صفت نہیں۔ اس لئے اس کا انجام بھی بدترین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ متکبر کے دل کی روشنی چھین لیتا ہے وہ تمام دلائل دیکھنے کے باوجود

وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۛ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿146﴾

اختیار کرلیں گے اس (گمراہی) کا سبب صرف یہی ہے کہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل رہے۔ ﴿146﴾

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۛ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿147﴾

اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری نشانیوں اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا، ان کے تمام اعمال ضائع ہوگئے اور انہیں وہی بدلہ دیا جائے گا جو وہ (دنیا میں) کرتے رہے تھے۔ ﴿147﴾

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ۛ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ

اور موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم نے ان کے (طور پر جانے کے) بعد اپنے زیورات جمع کرکے اس سے ایک بچھڑا (اپنا معبود) بنالیا جس سے (گائے کی) آواز نکلتی تھی۔ کیا انہوں (بنی اسرائیل) نے یہ نہیں دیکھا کہ وہ (بچھڑا) نہ تو

اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور اس کی عظمت پر ایمان نہیں لاتا اس کی شریعت پر عمل نہیں کرتا، حق اور رہنمائی کو قبول کرنے کے بجائے گمراہی اور تباہی کی طرف جاتا ہے اور روز قیامت اس کے کفر و معاصی کی وجہ سے اس کے اچھے اعمال بھی ضائع ہوجائیں گے اور وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ)

آیات 148 تا 151: بنی اسرائیل کا بچھڑے کی عبادت کرنا:

جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے گئے تو شیطان نے بنی اسرائیل کو شرک میں مبتلا کردیا۔ سامری نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کے پاس جو قبطیوں کے زیورات رہ گئے تھے انہیں جمع کیا اور اسے پگھلا کر بچھڑے کا ایک مجسمہ بنا لیا۔ پھر اس کے منہ میں ایک چٹکی وہ مٹی ڈال دی جو اس نے جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدموں کے نیچے سے اٹھالی تھی، اب وہ بچھڑے کی شکل کا

وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا ۘ اتَّخَذُوهُ وَكَانُوا ظَالِمِينَ ﴿148﴾

ان سے کوئی بات کرسکتا ہے اور نہ ہی انہیں سیدھی راہ دکھا سکتا ہے؟ پھر بھی انہوں نے اسے اپنا معبود بنالیا اور وہ (شرک کا ارتکاب کرکے) ظالم ہوگئے۔ ﴿148﴾

وَلَمَّا سُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا ۙ قَالُوا لَئِنْ لَمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿149﴾

اور جب وہ نادم ہوئے اور انہیں معلوم ہوگیا کہ وہ تو گمراہ ہوگئے ہیں، تو کہنے لگے: اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ کیا اور ہمیں معاف نہ کیا تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ ﴿149﴾

وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي مِنْ بَعْدِي ۖ

اور جب موسیٰ (علیہ السلام) غصہ اور رنج کی حالت میں اپنی قوم کی طرف واپس آئے تو ان سے کہنے لگے کہ تم لوگوں نے میرے بعد بہت ہی بری حرکت کی ہے۔

ایک مجسمہ بن گیا جس میں بچھڑے جیسی آواز بھی پیدا ہوگئی۔ جب یہ مجسمہ تیار ہوگیا تو اس نے بنی اسرائیل سے کہا یہی تمہارا معبود ہے، موسیٰ علیہ السلام تو اپنا معبود بھول گئے ہیں، لہٰذا اب اس کی عبادت کرو۔ چنانچہ بنی اسرائیل اس کی عبادت میں مصروف ہوگئے اور ہارون علیہ السلام کے منع کرنے کے باوجود بھی باز نہ آئے۔ اس سانحہ کی خبر موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر ہی وحی کے ذریعہ دے دی گئی۔ کوہِ طور پر مدت پوری ہونے کے بعد جب موسیٰ علیہ السلام واپس آئے تو غصہ کی وجہ سے تورات کی تختیاں ایک طرف ڈال دیں اور ہارون علیہ السلام کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے اور انہیں ڈانٹنے لگے کہ تم نے میری نیابت صحیح انداز میں کیوں نہیں نبھائی؟ انہوں نے بتایا کہ میری کوششوں کے باوجود یہ لوگ شرک پر جمے رہے بلکہ ان کی سرکشی کی نوبت یہاں تک آگئی تھی کہ یہ مجھے قتل کی دھمکیاں بھی دینے لگے۔ موسیٰ علیہ السلام کو جب ہارون علیہ السلام کی برأت کا یقین ہوگیا تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ

اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ۪ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿150﴾

کیا تم نے اپنے رب کا حکم آنے سے پہلے ہی (بچھڑے کی عبادت کر کے) جلد بازی کرلی؟ پھر (تورات کی) تختیاں ایک طرف (زمین پر) ڈال دیں اور اپنے بھائی کا سر پکڑ کر ان کو اپنی طرف گھسیٹنے لگے تو ہارون (علیہ السلام) نے کہا کہ اے میری ماں کے بیٹے، بے شک ان لوگوں نے مجھے کمزور سمجھا (میری بات نہ مانی) اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر ڈالیں، چنانچہ آپ دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دیں اور مجھے ان ظالموں میں شمار نہ کریں۔ ﴿150﴾

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ۫ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿151﴾ ع

موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: اے میرے رب، مجھے اور میرے بھائی کو بخش دیجئے اور ہم دونوں کو اپنی رحمت میں داخل فرمایئے اور آپ تو سب رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔ ﴿151﴾

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ

بے شک جن لوگوں نے بچھڑے کی عبادت کی، ان پر بہت جلد دنیا کی زندگی

سے اپنی اور اپنے بھائی کی مغفرت کے لئے دعا کی۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام کا غصہ مزید ٹھنڈا ہوا تو قوم کو وعظ و نصیحت کی اور ان کی اس سنگین غلطی پر انہیں ڈانٹا اور اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرنے کو کہا۔ تو بنی اسرائیل اپنے اس شرمناک عمل پر نادم ہوئے اور جب انہیں اپنی گمراہی کا یقین ہوگیا تو اللہ تعالیٰ سے رحم و کرم اور بخشش کی دعائیں مانگنے لگے کہ یا الٰہی، ہم پر رحم فرمادیجئے، ہمارے گناہ معاف فرمایئے ورنہ ہم تو نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔

غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ ذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ﴿152﴾

ہی میں ان کے رب کی طرف سے غضب اور ذلت نازل ہوگی اور ہم بہتان باندھنے والوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔ ﴿152﴾

وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿153﴾

اور جو لوگ گناہ کے کام کرنے کے بعد (فوراً) توبہ کرلیں اور ایمان لے آئیں تو آپ کا رب اس (توبہ) کے بعد گناہ معاف کر دینے والا، بے حد رحم کرنے والا ہے۔ ﴿153﴾

آیت 152: بچھڑے کی عبادت کرنے والوں کو سزا:

بنی اسرائیل نے جب دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دیا کہ جن لوگوں نے بچھڑے کی عبادت کی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے نہیں بچ سکیں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کے لئے یہ سزا مقرر کی کہ ان میں سے جنہوں نے بچھڑے کی عبادت نہیں کی بچھڑے کی عبادت کرنے والوں کو قتل کریں۔ لہٰذا جن لوگوں نے بچھڑے کی پرستش کی تھی انہیں بٹھادیا گیا باقی لوگ کھڑے ہوگئے۔ پھر اندھیرا چھا گیا۔ اب جو کھڑے تھے انہوں نے بیٹھے ہوئے لوگوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ پھر جب اُجالا ہوا تو قتل سے روک دیا گیا اور سب کی توبہ قبول ہوگئی۔ (مزید تفصیل کیلئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر البقرہ 2: آیت 54)

بچھڑے کی عبادت پر اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب کا نازل ہونا واضح ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہر اس بدعتی کو بھی ملے گا جو دین میں نئی نئی باتیں داخل کرکے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتا ہے۔ بدعتی اگرچہ دنیا میں خوب شان وشوکت سے رہتا ہے مگر اس کے چہرے پر پھٹکار برستی ہے۔

آیت 153: پرخلوص توبہ ہر قسم کا گناہ مٹادیتی ہے:

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ، اپنے بندوں سے فرمارہے ہیں کہ میں سچے دل سے توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کرتا ہوں چاہے اس نے جیسا بھی گناہ کیا ہو۔ اس لئے کہ اللہ رب العزّت بڑے ہی مغفرت کرنے

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۖۚ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿154﴾

اور جب موسیٰ (علیہ السلام) کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو (تورات کی) تختیوں کو اٹھالیا اور ان (تختیوں) کی تحریر میں ان لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت تھی جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ ﴿154﴾

وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ اِيَّايَ ؕ

اور موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کے 70 آدمیوں کو (توبہ کے لئے) منتخب کیا تاکہ وہ ہمارے مقرر کئے ہوئے وقت پر حاضر ہوں، پھر جب انہیں زلزلہ نے آ پکڑا تو موسیٰ (علیہ السلام) نے عرض کیا: اے میرے رب، اگر آپ کو انہیں ہلاک کرنا ہی منظور تھا تو اس (وقت) سے پہلے ہی ان کو اور مجھے ہلاک کر دیتے۔

والے اور خوب مہربان ہیں۔ (مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر النحل 16: آیت 119)

آیت 154: موسیٰ علیہ السلام نے تختیاں دوبارہ اُٹھالیں:

موسیٰ علیہ السلام نے غصہ کی شدت میں تورات کی تختیاں زمین پر رکھ دی تھیں، جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو اٹھالیں۔ موسیٰ علیہ السلام کو قوم پر اس لئے غصہ آیا تھا کہ انہوں نے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ شرک کیا تھا، اسی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام نے تختیاں زمین پر ڈال دی تھیں۔ ان تختیوں میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنے والوں کے لئے ہدایت ورحمت لکھی ہوئی تھی۔

آیت 155: بنی اسرائیل کے ستر آدمیوں کی ہلاکت:

یہ موسیٰ علیہ السلام کے منتخب کردہ 70 اشخاص تھے، جنہیں موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر لے آئے تھے۔ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا تو کہنے لگے کہ جب تک اللہ کو ہم اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں ایمان

اَتُهۡلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنۡ هِىَ اِلَّا فِتۡنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنۡ تَشَآءُ وَتَهۡدِىۡ مَنۡ تَشَآءُ ؕ اَنۡتَ وَلِيُّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا وَارۡحَمۡنَا وَاَنۡتَ خَيۡرُ الۡغٰفِرِيۡنَ ﴿155﴾

کیا آپ ہم میں سے چند بے وقوفوں کی حرکت کی وجہ سے ہم سب کو ہلاک کر دیں گے؟ یہ (واقعہ) تو صرف آپ کی طرف سے آزمائش ہے، جس کے ذریعہ آپ جسے چاہیں گمراہی میں ڈال دیں اور جسے چاہیں ہدایت پر قائم رکھیں۔ آپ ہی ہمارے کارساز ہیں پس ہمیں بخش دیں، ہم پر اپنا رحم فرمائیں اور آپ بہترین معاف کرنے والے ہیں۔ ﴿155﴾

وَاكۡتُبۡ لَنَا فِىۡ هٰذِهِ الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَّفِى الۡاٰخِرَةِ اِنَّا هُدۡنَاۤ اِلَيۡكَ ؕ

اور ہمارے حق (مقدر) میں دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی لکھ دیجئے، ہم آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

نہیں لائیں گے۔ اس نامعقول سوال پر ایک ہولناک کڑک نے انہیں آ پکڑا، جس سے وہ سب مرگئے۔ یہ دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگے: ''اے اللہ، ان بے وقوفوں کی کرتوتوں پر ہمارا مواخذہ نہ کیجئے۔ میں نے تو توبہ کے لئے یہ 70 آدمی چنے تھے اب جب میں بنی اسرائیل کی طرف واپس جاؤنگا تو کیا جواب دونگا اور ان میں سے جب کوئی ایک بھی میرے ساتھ نہ ہوگا تو پھر مجھ پر کون ایمان لائے گا؟ اے اللہ، ہماری توبہ قبول فرمایئے۔'' دیر تک آپ اسی طرح دعائیں مانگتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمالی اور سب کو دوبارہ زندگی دیدی۔ فرمانِ الٰہی ہے:- (ترجمہ) ''پھر تمہاری موت کے بعد ہم نے تمہیں زندہ کرکے اٹھایا، شاید اب تم شکر گذار بن جاؤ''۔ (البقرہ 2: آیت 56)

آیت 156: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت ہر چیز سے وسیع ہے:

اللہ تبارک وتعالیٰ اعلان فرمارہیں کہ میں صرف نافرمانوں ہی کو سزا دیتا ہوں اور ان میں سے بھی ہر ایک کو نہیں بلکہ اپنی حکمت کاملہ سے بہت سے نافرمانوں سے درگزر بھی کرلیتا ہوں اور میری

قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿156﴾

اللہ نے فرمایا: میں جسے چاہتا ہوں اپنے عذاب میں مبتلا کرتا ہوں مگر میری رحمت ہر چیز سے وسیع ہے عنقریب میں وہ رحمت ان لوگوں کے نام ضرور لکھ دوں گا جو پرہیز گار ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ ﴿156﴾

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ

جو لوگ ایسے رسول اُمّی نبی (محمد ﷺ) کی پیروی کرتے ہیں جن کا ذکر وہ تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ (رسول) لوگوں کو نیک باتوں کا حکم دیتے ہیں،

رحمت ہر چیز سے وسیع ہے، جس کے گھیرے میں کائنات کی ایک ایک چیز ہے۔ اسی وجہ سے عرش اٹھانے والے اور اس کے آس پاس والے فرشتے یہ دعا مانگتے رہتے ہیں۔

فرمان الٰہی ہے:- (ترجمہ) ❶ ''اے ہمارے رب، آپ کی رحمت وعلم نہایت ہی وسیع ہے۔ اس لئے توبہ کرنے والوں کو معاف فرما دیجئے''۔ (المؤمن 40: آیت 7)۔ ❷ ''تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت واجب کرلی ہے''۔ (الانعام 6: آیت 12)۔ یہ رحمت ان کے لئے واجب ہے جن کے عقائد اور اعمال صحیح ہوں۔ یہ خوبیاں امت محمدیہ میں بہت سے لوگوں میں پائی جاتی ہیں، جو شرک اور گناہوں سے بچتے رہتے ہیں۔

آیت 157: سابقہ شریعتوں میں رسول اکرم ﷺ کی بشارت:

اس آیت مبارکہ میں سابقہ شریعتوں میں آپ ﷺ کی رسالت کے تذکرے، اوصاف اور ان نصیحتوں کا بھی بیان ہے جو سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنی اپنی امت کو کی تھیں کہ اگر تم میں

وَ يَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿157﴾

بری باتوں سے روکتے، پاکیزہ چیزوں کو حلال، گندی چیزوں کو حرام بتاتے ہیں اور لوگوں پر سے بوجھ ہلکا کرتے ہیں اور وہ بندشیں کھول دیتے ہیں جن میں لوگ جکڑے ہوئے ہیں۔ چنانچہ جو لوگ اس نبی (ﷺ) پر ایمان لاتے ان کی حمایت کرتے، ان کی مدد کرتے، اس نور کی پیروی کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے، ایسے لوگ ہی پوری طرح کامیاب ہونے والے ہیں۔ ﴿157﴾

سے کوئی اس آخری نبی کے عہد مبارک کو پائے تو ضرور ان کی پیروی کرے۔ تورات اور انجیل میں آپ ﷺ کی نشانیاں اس قدر واضح اور صاف لکھی ہوئی تھیں کہ ان کے پڑھنے والے آپ ﷺ کو اوصاف اور نشانیوں کی وجہ سے اس طرح پہچانتے تھے جس طرح وہ اپنے حقیقی بیٹوں کو جانتے تھے۔ (مزید تفصیل کیلئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر البقرہ 2: آیت 146)۔

آپ ﷺ کے اوصاف میں سے یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ لوگوں کو پاکیزہ اور حلال چیزیں کھانے کا حکم دیتے، ناپاک چیزوں کے استعمال سے منع فرماتے ہیں۔

آپ ﷺ کا معجزہ تھا کہ جو قرآن کریم آپ ﷺ نے پیش کیا اس کے فصاحت و بلاغت کے سامنے دنیا بھر کے فصیح و بلیغ عاجز آگئے اور جو آپ ﷺ نے تعلیمات پیش کیں، ان کی صداقت و حقانیت کی ایک دنیا معترف ہے۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ واقعی اللہ کے سچے رسول ہیں۔

وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ:- سے مراد وہ بوجھ ہیں جو پچھلی شریعت میں تھے، مثلاً قتل میں انسان کے بدلہ انسان کا قتل ضروری تھا، دیت یا معافی کی گنجائش نہیں تھی، اسی طرح جس کپڑے پر نجاست لگ جاتی اس کو کاٹنا ضروری تھا۔ شریعت اسلامیہ میں اسے صرف دھونے کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح قصاص میں دیت اور معافی کی بھی اجازت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے آسان دین دیکر بھیجا گیا ہے (مسند احمد)۔ لیکن صد افسوس کہ اس امت نے اپنے طور پر رسوم و رواج کے

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿158﴾

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے، اے لوگو، میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں جس (اللہ) کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی زندگی اور موت دیتا ہے۔ پس تم اللہ اور اس کے اُمّی نبی پر ایمان لے آؤ جو خود بھی اللہ اور اس کے احکام پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت یافتہ بن سکو۔ ﴿158﴾

بہت سے بوجھ اپنے اوپر لاد لئے ہیں اور جاہلیت کے طوق اپنی گردن پر ڈال لئے ہیں جس کی وجہ سے شادی بیاہ اور مرنا، جینا، ایک عذاب بن گئے ہیں۔ یہ سب ہمارے خود ساختہ بوجھ ہیں۔

آیت 158: آپ ﷺ کی رسالت عالم گیر ہے:

یہ آیت آپ ﷺ کی عالم گیر رسالت پر واضح دلیل ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ سے فرمارہے ہیں کہ آپ تمام لوگوں سے فرمادیں کہ اے مشرق ومغرب، جنوب وشمال کے رہنے والو، مجھے اس شہنشاہ نے تمہارے پاس رسول بنا کر بھیجا ہے جس کے ہاتھ میں کائنات کی بادشاہت ہے۔ میں خاتم الانبیا ہوں اور میں جنوں اور انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (تفصیل کیلئے پڑھئے ترجمہ وتفسیر الاحقاف 63: آیت 31)۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:- ''مجھے 5 چیزیں ایسی عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی اور نبی کو نہیں دی گئیں اور اس میں کوئی فخر نہیں (بلکہ اظہار حقیقت ہے) ❶ میں کائنات کے ہر انسان کی طرف خواہ وہ گورا ہو یا کالا، نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ ❷ ایک ماہ کی مسافت پر میرا رعب دشمن کے دل میں ڈال کر میری مدد کی گئی ہے۔ ❸ مال غنیمت حلال کردیا گیاہے۔ ❹ روئے زمین کا ہر حصہ مسجد اور پاک کرنے والا (تیمّم کے قابل) بنادیا گیاہے۔ ❺ مجھے شفاعت عطا کی گئی جو میں نے اپنی امت کے موحّدین کے لئے محفوظ کررکھی ہے۔'' (مسلم)۔

آپ ﷺ کی بعثت کے بعد یہودیت اور عیسائیت میں نجات نہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:-

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿159﴾

اور موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم میں ایک جماعت (ایسی بھی) ہے جو حق کی راہ نمائی کرتی ہے اور اسی (حق) کے مطابق انصاف کرتی ہے۔ ﴿159﴾

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ

اور ہم نے ان (بنی اسرائیل) کو بارہ قبیلوں کے لحاظ سے بارہ جماعتوں میں تقسیم کردیا اور جب قوم نے ان (موسیٰ علیہ السلام) سے پانی مانگا تو ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو حکم دیا کہ اپنے عصا کو پتھر پر مارو (انہوں نے ایسا ہی کیا) تو اس (پتھر) سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ ہر قبیلہ نے اپنا اپنا گھاٹ جان لیا اور ہم نے ان پر

''میری بعثت کے بعد جس یہودی یا عیسائی تک میرا پیغام پہنچے اور وہ مجھ پر ایمان نہ لائے تو وہ (صرف یہودی یا عیسائی ہونے کی بنیاد پر) جنت میں نہیں جاسکتا''۔ (احمد۔عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ)

آیت 159: یہودی نیک علما کا بیان:

اس آیت مبارکہ میں ان یہود علما کا تذکرہ ہے جو اپنے دل میں خوفِ الٰہی رکھتے تھے، انہی کے متعلق اللہ عزّ وجل فرمارہے ہیں کہ یہود میں ایک جماعت ایسی بھی موجود ہے جو حق کے ساتھ لوگوں کی راہ نمائی کرتے ہیں اور اسی کے مطابق انصاف کرتے ہیں۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف ان الفاظ میں بیان فرمائی:- (ترجمہ) ❶ ''ہم نے جنہیں کتاب دی وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جس طرح اس کی تلاوت کا حق ہے وہی لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو اس کا انکار کرتے ہیں وہی خسارہ پانے والے ہیں''۔ (البقرہ2: آیت121)۔ ❷ ''یہ سارے کے سارے یکساں نہیں بلکہ ان اہل کتاب میں ایک جماعت (حق) پر قائم رہنے والی بھی ہے۔'' (اٰل عمران3: آیت113)

آیت160: بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے:

اس آیت مبارکہ میں بنی اسرائیل کے بارہ قبائل کا تذکرہ ہے۔ بنی اسرائیل کے یہ بارہ قبائل یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں سے وجود میں آئے۔ ہر قبیلہ پر اللہ تعالیٰ نے ایک ایک نگران مقرر

مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿160﴾

بادلوں کا سایہ کیا اور ان پر من وسلویٰ نازل کیا (اور حکم دیا کہ) جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں بطور رزق دی ہیں ان میں سے کھاؤ اور (اس کے بعد) ان لوگوں نے (برے اعمال کر کے) ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا بلکہ وہ اپنے اوپر ہی ظلم کرتے رہے۔ ﴿160﴾

وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿161﴾

اور جب ان (بنی اسرائیل) کو حکم دیا گیا کہ اس بستی (بیت المقدس) میں آباد ہوجاؤ اور جہاں سے تمہارا جی چاہے کھاؤ اور حِطَّةٌ (ہمیں معاف کردیجئے) کہتے رہو اور سجدہ کرتے ہوئے (بیت المقدس کے) دروازہ میں داخل ہوجاؤ۔ ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے۔ نیک کام کرنے والوں کو ہم اور زیادہ (اجر) دیں گے۔ ﴿161﴾

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا

ان میں سے ظالموں نے جو کلمہ (حِطَّةٌ) پڑھنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا وہ بدل ڈالا، تو ہم نے

کیا تھا۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔ (ترجمہ) ''اور ہم نے ان (بنی اسرائیل) میں سے بارہ سردار مقرر کئے تھے۔'' (المائدہ 5: آیت 12)۔ (من وسلویٰ اور بارہ چشموں کی تفصیل جاننے کے لئے پڑھیے ترجمہ و تفسیر البقرہ 2: آیات 57، 60)

آیات 161 تا 162: بنی اسرائیل کی احسان فراموشی:

بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتوں سے نوازا تھا، مگر ان کی حد درجہ ناشکری پر اللہ تعالیٰ نے انہیں تا قیامت ذلیل و رسوا کردیا۔ ان آیات کریمہ میں انہیں ایک شہر میں داخل ہونے کا حکم دیا ہے

عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿162﴾

ان کے ظلم کی وجہ سے ان پر آسمان سے عذاب بھیج دیا۔ ﴿162﴾

وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿163﴾

اور (اے نبی ﷺ) آپ ان (یہود مدینہ) سے، اس بستی (ایلہ) کے متعلق پوچھئے جو دریا کے ساحل پر واقع تھی وہ ہفتہ کے دن حد سے گزر جاتے تھے، ہفتہ کے روز تو مچھلیاں (دریا میں) خوب ظاہر ہوتی تھیں اور ہفتہ کے علاوہ باقی دنوں میں غائب رہتی تھیں، ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے اسی طرح ہم ان کی آزمائش کرتے تھے۔ ﴿163﴾

وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ

اور جب قوم کے کچھ لوگوں نے دوسرے (برائی سے روکنے والے) لوگوں سے کہا کہ

جس میں ان کے رہن سہن، کھانے پینے اور ہر قسم کی نعمتوں کی فروانی تھی، وہاں داخل ہوتے وقت ان سے کہا گیا تھا کہ وہ شکر بجالاتے ہوئے سجدہ کی حالت میں داخل ہوں مگر انہوں نے اس حکم کے خلاف عمل کیا۔ (مزید تفصیل جاننے کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر البقرہ 2 آیات: 59 تا 58)

آیت 163 تا 166: یہودیوں کی حیلہ سازی:

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے محبوب رسول اکرم ﷺ سے فرمارہے ہیں کہ آپ اپنے دور کے یہودی علما سے ان سابق یہودیوں کے واقعات کے متعلق پوچھیں جنہوں نے اللہ کے حکم کی مخالفت کی تھی پھر ان کے کرتوتوں، زیادتیوں اور حیلہ سازیوں کی وجہ سے ان پر اللہ کا عذاب آیا۔ آپ ﷺ اس بات سے بھی انہیں متنبہ فرمادیں کہ تم اپنی کتابوں میں موجود آخری نبی ﷺ کی صفات میں چشم پوشی سے کام لیتے ہوئے انکار کرتے ہو، کہیں تمہارے گزشتہ لوگوں کی طرح تم پر بھی اللہ تعالیٰ کا

قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿164﴾

تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ بالکل ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت سزا دینے والا ہے؟ انہوں (برائی سے روکنے والوں) نے جواب دیا اس لئے کہ ہم تمہارے رب کے سامنے (حجت پوری کرنے کے لئے) عذر پیش کر سکیں اور شاید کہ یہ (نافرمان لوگ اللہ سے) ڈر جائیں۔ ﴿164﴾

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَ اَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَـِٔيْسٍۢ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿165﴾

پھر جب انہوں نے وہ نصیحت بھلادی جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے ان کو تو بچا لیا جو برائیوں سے روکتے تھے اور نافرمانی کرنے والوں کو ان کی نافرمانی کی وجہ سے، سخت عذاب میں پکڑ لیا۔ ﴿165﴾

سوچ اور فکر سے تبدیل کرنا اور اس میں کسی حرام چیز کو مختلف حیلوں سے جائز قرار دینا انتہائی بُرا عمل ہے، جو حکم شریعت میں واضح ہو اسے کسی تاویل اور تحریف (تبدیلی) کے بغیر تسلیم کرنا اہل ایمان کا شیوہ ہے اور اس میں مختلف حیلے تراشنا یہ یہودیوں کا طریقہ تھا، اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے انہیں عبرتناک سزا دی تھی۔

ہفتہ کے دن حیلہ سازی کرنے والے یہود کا واقعہ:

جس طرح مسلمان جمعہ کے دن اور عیسائی اتوار کے دن عبادت کرتے ہیں اسی طرح یہودیوں کی عبادت کیلئے ہفتہ کا دن مقرر تھا۔ یہود کی ایک بستی دریا شور کے کنارہ آباد تھی وہاں کے باشندے مچھلیوں کا شکار کرکے اپنا گزر بسر کرتے تھے۔ اللہ ربّ العزّت نے ان کی آزمائش کے طور پر ہفتہ کے دن شکار سے منع فرمادیا اور دریا میں ہفتہ کے دن مچھلیاں زیادہ تعداد میں آنے لگیں جبکہ دوسرے دنوں میں کم۔ چنانچہ ان میں سے ایک گروہ نے دریا کے کنارے تالاب بنالیا جسے ہفتہ کے دن بھر لیا جاتا اور مچھلیاں جب اس میں آجاتیں تو اسے بند کرلیتے، پھر دوسرے دن ان

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿166﴾

پھر جب انہوں نے (اس معاملہ میں) انتہائی سرکشی کی جس سے انہیں منع کیا گیا تھا تو ہم نے حکم دیا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ۔ ﴿166﴾

وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ

اور (یاد کرو) کہ جب آپ کے رب نے یہ اعلان کیا کہ قیامت تک ان (یہود) پر ایسے

مچھلیوں کا شکار کر لیتے تھے، ان کا یہ حیلہ صرف اپنے آپ کو دھوکہ دینے کے مترادف تھا۔ اس طرح اس بستی میں رہنے والے تین گروہوں میں تقسیم ہوگئے تھے۔ ❶ کچھ تو حیلہ تراش کر ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کرنے والے تھے ❷ کچھ حیلہ سازی سے منع کرنے والے تھے ❸ ایک جماعت خاموش تھی نہ تو شکار کرتی تھی اور نہ ہی شکار کرنے والوں کو روکتی تھی مگر یہ اُس جماعت سے جو شکار کرنے والی جماعت کو روکتی تھی کہتے تھے کہ جس جماعت کو اللہ ہلاک کرنے والا یا سخت عذاب میں مبتلا کرنے والا ہے تم انہیں کیوں روکتے ہو جبکہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ لوگ ہلاکت کے حقدار ہیں تو پھر تمہارا روکنا بے سود ہے، جس پر روکنے والی جماعت یہ جواب دیتی کہ ہم اپنا فرض ادا کرتے ہیں تاکہ ہم اللہ کی پکڑ سے محفوظ رہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم لوگوں کو نیکیوں کی رغبت اور برائیوں سے نفرت دلائیں۔ پھر جب گناہ کرنے والوں نے نصیحت ٹھکرادی تو اللہ تعالیٰ نے برائیوں سے روکنے والوں کو بچالیا اور ظالموں کو بدترین عذاب میں گرفتار کردیا کہ ان کی شکلیں مسخ کر کے انہیں بندر اور خنزیر بنادیا پھر برائیاں کرنے والوں اور برائیوں سے نہ روکنے والوں کو ہلاک کردیا۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب لوگ برائی کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور پھر بھی اس سے نہیں روکیں گے تو قریب ہے کہ ان (برائیاں کرنے والوں اور برائیوں سے نہ روکنے والوں) سب پر اللہ کا عذاب آجائے۔'' (ترمذی۔ عن ابی بکر رضی اللہ عنہ)

آیت 167: نافرمانی کی سزا دائمی ذلّت ہے:

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ یہ واضح فرمارہے ہیں کہ یہود کی ان نافرمانیوں کی وجہ سے قیامت تک اللہ تعالیٰ ان پر کسی نہ کسی ایسے حاکم کو مسلّط کرتا رہے گا جو انہیں بدترین سزائیں دیتا رہے گا اور مشقت میں ڈالے رکھے گا۔ یہ قیامت تک ذلیل وخوار رہیں گے اور لوگوں کے ہاتھوں مجبور

يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۚ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿167﴾

شخص کو مسلط کرتا رہے گا جو انہیں شدید تکالیف پہنچاتا رہے گا، بلاشبہ آپ کا رب جلد سزا دینے والا ہے اور یقیناً وہ بڑی مغفرت اور بڑی رحمت والا ہے۔ ﴿167﴾

وَ قَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۫ وَ بَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَ السَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿168﴾

اور ہم نے انہیں (یہود کو) قبیلوں میں تقسیم کرکے زمین میں پھیلا دیا۔ ان میں کچھ نیک تھے اور کچھ اسکے سوا (بد) تھے اور ہم ان کو خوشحالی اور تنگ دستی کے ذریعہ آزماتے رہے شاید کہ وہ باز آجائیں۔ ﴿168﴾

ہوکر رہیں گے۔ فرمانِ الٰہی ہے:- (ترجمہ) ''وہ (یہود) جہاں کہیں بھی ہوں گے ان پر ذلّت مسلط ہوگی، مگر یہ کہ وہ اللہ کی یا لوگوں کی پناہ میں ہوں۔ وہ لوگ اللہ کے غضب کے مستحق ہوگئے اور ان پر محتاجی مسلط کر دی گئی یہ (عذاب) اس وجہ سے ہوا کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور انبیا کو ناحق شہید کر دیتے تھے اور یہ (عذاب) اس وجہ سے ہوا کہ وہ نافرمانی کرتے اور حد سے بڑھ جاتے تھے (اٰل عمران 3: آیت 112)

چنانچہ یہود کی پوری تاریخ ذلت و مسکنت اور غلامی و محکومی سے بھری پڑی ہے جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دی ہے۔ (تفصیل کے لئے پڑھیے تفسیر اٰل عمران 3: آیت 112)

آیت 168: یہود کی مختلف جماعتیں:

اس آیت مبارکہ میں یہود کے مختلف گروہوں میں تقسیم ہونے، ان میں سے بعض کے نیک ہونے کا تذکرہ اور ان کو دو طریقوں سے آزمائے جانے کا بیان ہے کہ شاید وہ اس آزمائش کی وجہ سے اپنی ان بداعمالیوں سے باز آجائیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔

فرمانِ الٰہی ہے:- (ترجمہ) ''اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہہ دیا کہ تم اس زمین میں زندگی گزارو، پھر جب آخرت کا وعدہ آجائے گا تو ہم تم سب کو جمع کرکے (میدان محشر میں) لے آئیں گے''۔ (بنی اسرائیل 17: آیت 104)

فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ وَّرِثُوا الۡكِتٰبَ يَاۡخُذُوۡنَ عَرَضَ هٰذَا الۡاَدۡنٰى وَيَقُوۡلُوۡنَ سَيُغۡفَرُ لَنَا ۚ وَاِنۡ يَّاۡتِهِمۡ عَرَضٌ مِّثۡلُهٗ يَاۡخُذُوۡهُ ؕ اَلَمۡ يُؤۡخَذۡ عَلَيۡهِمۡ مِّيۡثَاقُ الۡكِتٰبِ اَنۡ لَّا يَقُوۡلُوۡا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الۡحَـقَّ وَدَرَسُوۡا مَا فِيۡهِ ؕ وَالدَّارُ الۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لِّلَّذِيۡنَ يَتَّقُوۡنَ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿169﴾

پھر ان (نیک لوگوں) کے بعد ایسے لوگ جانشین بنے جو کتاب (تورات) کی تعلیم حاصل کر کے دنیا کی زندگی کا حقیر مال سمیٹنے لگے اور کہنے لگے کہ ہماری ضرور مغفرت ہوجائے گی حالانکہ (انکی حالت یہ ہے کہ) پھر اگر ان کے پاس ویسا ہی (گھٹیا) مال (دوبارہ) آئے تو یہ اس کو بھی (بغیر کسی عار کے) لے لیں گے۔ کیا ان سے کتاب (تورات) میں یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ وہ (یہود) حق بات کے علاوہ اللہ کی طرف کچھ بھی منسوب نہیں کریں گے اور انہوں نے کتاب میں موجود تمام احکام پڑھ بھی لئے تھے اور آخرت کا گھر ان لوگوں کے لئے بہت ہی بہتر ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں، کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟ ﴿169﴾

آیت 169: یہود کے ناخلف علما:

اس آیت مبارکہ میں ان ناخلف علما کا بیان ہے جو نیک علما کے کے بعد آئے اور وحی الٰہی کے عوض دنیا کے حقیر مال و متاع کے طالب ہوگئے اور لوگوں سے رشوت وصول کر کے ان کی مرضی کے مطابق فتویٰ دینے لگے تھے۔ یہ ناخلف علما دنیا کے حقیر مال و متاع کے طالب ہونے کے باوجود مغفرت کی امید رکھتے تھے اور دنیا کی زندگی کے اسباب کی خاطر وہ اللہ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرنے سے باز نہیں آتے تھے۔ اس آیت مبارکہ میں انہیں سختی سے ڈانٹا گیا ہے اور انہیں وہ عہد یاد دلایا گیا ہے جو ان سے لیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق جو حق بات ہو وہی کہنا۔ غور کرنا چاہئے کہ دور حاضر میں بھی ایسے ناخلف علما موجود ہیں جو دنیا کے مال و دولت کے پیچھے اپنی آخرت برباد کر بیٹھتے ہیں یہ سوچ کر کہ اب یہ غلطی کر رہا ہوں بعد میں توبہ کر کے اللہ سے معافی مانگ لوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا ہے کہ آخرت کی زندگی دنیا کی زندگی سے کئی گنا بہتر

وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿170﴾

اور جو لوگ کتاب کے (احکام کے) پابند ہیں اور وہ نماز کی بھی پابندی کرتے ہیں، ہم (ایسے) نیکو کاروں کا ثواب ضائع نہیں کریں گے۔ ﴿170﴾

وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿171﴾

اور (یاد کرو) جب ہم نے پہاڑ کو اٹھا کر سائبان کی طرح ان (یہود) کے اوپر کھڑا کر دیا، اور انہیں یقین ہو گیا کہ اب (پہاڑ) ان کے اوپر گر جائے گا تو انہیں حکم دیا کہ جو (کتاب) ہم نے تمہیں دی ہے اسے مضبوطی کے ساتھ تھام لو، اور جو احکام اس میں ہیں انہیں یاد رکھو، تاکہ تم برے کاموں سے بچ جاؤ۔ ﴿171﴾

ہے جو صرف پرہیز گاروں کے لئے ہوگی۔ (پڑھیے ترجمہ وتفسیر الاعلیٰ 87: آیات 14 تا 19)

آیت 170: قرآن وحدیث پر عمل کرنے والوں کی تعریف:

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ بنی اسرائیل کے برے لوگوں کا ذکر کرنے کے بعد اب ان لوگوں کا ذکر فرما رہے ہیں کہ جو رب کے احکام پر خوشی خوشی عمل کرتے ہیں، ممنوعات سے پرہیز کرتے، نماز پابندی سے اور پورے ذوق وشوق سے ادا کرتے ہیں، جو اپنی اصلاح میں لگے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ ربّ العزّت بہت زیادہ اجر عطا فرمائیں گے۔

آیت 171: بنی اسرائیل کے سروں پر کوہِ طور کا معلّق ہونا:

موسیٰ علیہ السلام جب تورات لے کر آئے تو اپنی قوم کو شرک میں مبتلا دیکھ کر غصہ میں آگئے اور غصہ میں آکر تورات کی تختیاں رکھ دیں پھر جب آپ علیہ السلام کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا تو آپ علیہ السلام نے تختیاں اٹھائیں اور بنی اسرائیل کو سرزمین مقدس کی طرف لے کر روانہ ہوگئے اور ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کے احکام پیش کئے، توانہوں نے احکامِ الٰہی ماننے سے انکار کردیا۔ اس بات پر اللہ کے حکم سے فرشتے

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ۙ﴿172﴾ اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّیَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ

اور (یاد کرو) جب آپ کے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور انہیں خود ان پر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کیوں نہیں، ہم سب اس کی گواہی دیتے ہیں۔ (اللہ نے فرمایا) ہم نے یہ عہد اس لئے لیا ہے تاکہ تم لوگ قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم تو اس بات سے بالکل بے خبر تھے۔ ﴿172﴾ یا تم یہ کہو کہ شرک کی ابتدا تو ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے کی تھی اور ہم ان کے بعد (ان کی) اولاد ہی تو تھے، پھر کیا آپ ہمیں اس

طور پہاڑ کو اٹھا کر لے آئے اور بنی اسرائیل کے سروں پر لا کر کھڑا کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے احکام کو قبول کرتے ہو یا میں پہاڑ کو تم پر گرا دوں تب مجبوراً بنی اسرائیل سجدہ میں گر گئے۔ (نسائی۔عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)۔ (مزید تفصیل کیلئے پڑھیئے ترجمہ وتفسیر البقرہ 2: آیات 63، 93)

آیات 172 تا 174: اولادِ آدم علیہ السلام سے لئے گئے عہد کا بیان:

اللہ ربّ العزّت نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر ان کی پشت سے پیدا ہونے والی اولاد کی روحوں کو جمع کر کے اپنی ربوبیت کا عہد لیا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عرفہ والے دن میدان عرفات میں 9 ذوالحجہ کو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے قیامت تک پیدا ہونے والی اولاد سے عہد (میثاق) لیا۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کو نکالا اور اس کو اپنے سامنے پھیلا دیا پھر ان سے پوچھا: ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' سب نے کہا: ''کیوں نہیں، ہم سب آپ کے رب ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔'' (مسند احمد، نسائی)۔ یعنی تمام انسانوں نے روزِ ازل یہی اقرار کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا رب اور سچّا معبود ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ انسان کی اصل فطرت توحید ہی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر پیدا ہونے والا بچہ دینِ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جیسے جانور

أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ﴿173﴾

فعل کی وجہ سے ہلاک کردینگے ہیں جو گمراہ لوگوں نے کیا تھا۔ ﴿173﴾

وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿174﴾

ہم اسی طرح آیات کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں، تاکہ وہ (شرک سے) باز آجائیں۔ ﴿174﴾

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ ﴿175﴾

اور (اے نبی ﷺ) ان لوگوں کو اس شخص کا حال سنایئے کہ جس کو ہم نے اپنی آیات دیں تووہ ان (احکام) سے بالکل ہی نکل گیا، پھر شیطان اسکے پیچھے لگ گیا اور وہ گمراہ لوگوں میں شامل ہوگیا۔ ﴿175﴾

کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے۔ کیا تم نے کوئی کن کٹا بچہ دیکھا ہے (مگر لوگ اس کا کان کاٹ دیتے ہیں)''۔ (بخاری، مسلم)۔ اللہ عزّ وجل نے اپنی ربو بیت کی گواہی اس لئے لی تاکہ کوئی انسان بعد میں یہ عذر پیش نہ کرسکے کہ ہم تو اس بات سے غافل تھے، جس معاشرہ میں ہم نے آنکھ کھولی وہاں شرک عام تھا، لہٰذا ہم بھی مشرک ہوگئے۔ یا یہ عذر پیش کریں کہ ہمارے باپ دادا شرک کرتے تھے اور ہم ان کی اولاد تھے لہٰذا ہم بھی مشرک بن گئے۔ یہ عذر قیامت والے دن بارگاہِ الٰہی میں قبول نہیں ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس عہد کی یاد دہانی انبیا علیہم السلام اور آسمانی کتابوں کے ذریعہ دنیا میں ہی کرادی ہے۔

آیات 175 تا 177: بے عمل عالم کی مثال:

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیات بنی اسرائیل کے ایک عالم کے متعلق نازل ہوئیں جس نے تورات کا علم ہونے کے باوجود دنیا وی مفادات کی خاطر حق کو چھوڑ کر کفر کی راہ اختیار کرلی تھی۔ (مصنف عبدالرزاق)۔ یہ آیاتِ مبارکہ اگرچہ ایک شخص کے متعلق نازل ہوئیں مگران کا حکم عام ہے۔ ان میں ہر ایسے عالم کی مذمت ہے جو دین کا صحیح علم حاصل کرنے اوردینِ الٰہی کی روشنی سے منور ہوجانے کے بعددوبارہ جہالت کی تاریکیوں میں چلا جائے۔ ایسے افراد ہر دور میں موجود رہے ہیں، لہٰذا جو بھی اس برائی کا حامل ہوگا وہ اس مثال کا مصداق قرار

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿176﴾

اور اگر ہم چاہتے تو اسے ان آیات کی بدولت بلند مرتبہ عطا کردیتے لیکن وہ تو زمین (دنیا) کی طرف مائل ہوگیا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا پس اس کی مثال کتے جیسی ہے کہ اگر آپ اس پر کوئی بوجھ ڈال دیں تب بھی وہ ہانپتا ہے یا اس کو چھوڑ دیں تب بھی ہانپتا ہے، یہی مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ (اے نبی ﷺ) آپ ان واقعات کو (لوگوں کے سامنے) بیان کر دیجئے تاکہ وہ غور وفکر کریں۔ ﴿176﴾

سَآءَ مَثَلًا ۨ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿177﴾

ان لوگوں کی مثال بھی (بہت ہی) بری ہے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں اور وہ اپنے آپ پر ہی ظلم کرتے ہیں۔ ﴿177﴾

پائے گا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ”مجھے اندیشہ ہے کہ وہ شخص جو قرآن کی تلاوت کرے پھر جب اس کے چہرہ سے قرآن کی شادابی جھلکنے لگے اور دن بدن دینی عروج پر ہو تو اچانک اس سے ہٹ جائے اور قرآنِ کریم کو پسِ پشت ڈال دے (تو ایسا شخص اپنے اوپر ظلم کرنے والا ہوگا)۔“ (مسند ابویعلیٰ۔عن حذیفہ رضی اللہ عنہ)۔ لَهَثٌ: تھکاوٹ یا پیاس وغیرہ کی وجہ سے زبان باہر نکالنے کو کہتے ہیں۔ کتے کی یہ عادت ہے کہ کوئی اسے دھتکارے یا اسکے حال پر چھوڑ دے، وہ شکم سیر ہو یا بھوکا، تندرست ہو یا بیمار، تھکا ماندہ ہو یا توانا، ہر حال میں زبان باہر نکالے ہانپتا رہتا ہے۔ یہی حال اس شخص کا ہے جو حق چھوڑ کر دنیاوی لذتوں میں لگ جائے پھر اسے وعظ کرنا یا نہ کرنا برابر ہے۔ اس کی حالت ایک ہی رہے گی اور دنیا کے مال ومتاع کے لئے اس کی رال ٹپکتی رہے گی۔ (اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ)

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿178﴾

جس کو اللہ ہدایت دیتا ہے، وہی ہدایت پانے والا ہوتا ہے اور جس کو وہ گمراہ کردے تو ایسے ہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں۔ ﴿178﴾

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ

اور یقیناً ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں جن کے دل تو ہیں مگر وہ ان سے (حق بات کو) سمجھتے نہیں، آنکھیں

آیت 178: ہدایت و گمراہی اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے:

ہدایت اور گمراہی یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:- (ترجمہ) ''اور جسے اللہ گمراہ کردے، اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جسے اللہ راہ حق پر چلادے، اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔'' (الزمر 39: آیات 36 تا 37)۔ رسولِ اکرم ﷺ بھی اپنے ہر خطبہ میں فرمایا کرتے تھے:- ''اور اللہ تعالیٰ جسے ہدایت دیدے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں''۔ (مسلم۔ عن جابر رضی اللہ عنہ)۔ اللہ رب العزّت نے اپنے نیک بندوں کو ہمیشہ راہِ حق پر قائم رہنے کیلئے ہر نماز میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (اے اللہ ہمیں سیدھے راستہ پر چلائیے) پڑھنے کی ترغیب دی ہے۔ مگر گمراہی اللہ انہی لوگوں کو دیتا ہے جو احکامِ الٰہی کو نہیں مانتے۔

آیت 179: ہدایت سے محروم لوگوں کا انجام:

گذشتہ آیت میں ہدایت و گمراہی کا تذکرہ ہوا ہے۔ اس آیت میں اللہ ربّ العزّت یہ بتا رہے ہیں کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ میری دی ہوئی عقل و بصیرت سے کام لے کر اپنے حقیقی معبود کو پہچانیں اور اسی کی عبادت کریں۔ مگر بہت سے جنوں اور انسانوں کا یہ حال ہے کہ وہ اللہ ربّ العزّت کی عطا کردہ نعمتوں کی اس طرح ناقدری کرتے ہیں کہ اپنے دل، آنکھوں اور کانوں سے حق کو سننے، دیکھنے اور سمجھنے سے گریز کرتے ہیں جس کی بنا پر وہ اللہ عزّوجل کے نزدیک جانوروں سے بھی بدتر ہوجاتے ہیں اس لئے کہ اللہ عزّوجل نے جانوروں کو جس مقصد کے لئے پیدا کیا وہ اسے فطری طور پر پورا کررہے ہیں یا ان سے وہ مقصد پورا کروالیا

لَا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿179﴾

تو ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں اور کان تو ہیں مگر وہ ان سے (حق کو) سنتے نہیں۔ یہ لوگ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔ یہی لوگ غافل ہیں۔ ﴿179﴾

وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَ ذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْۤ اَسْمَآئِهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿180﴾

اور اللہ ہی کے لئے اچھے اچھے نام ہیں لہٰذا تم اسے انہی ناموں سے پکارا کرو اور ایسے لوگوں سے تعلق نہ رکھو جو اسکے ناموں میں الحاد (گمراہی) اختیار کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو بہت جلد اپنے (برے) اعمال کی سزا ملے گی۔ ﴿180﴾

جاتا ہے جبکہ جن اور انسان اپنی تخلیق کے مقصد کو فراموش کر دیتے ہیں جس کا نتیجہ جہنم کی آگ میں جلنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم کی آگ سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

(مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر الذٰریٰت 51: آیت 56 اور الحج 22: آیت 46)

آیت 180: اسمائے حسنیٰ کا بیان:

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ عزّوجل کے 99 نام ہیں۔ جو شخص انہیں یاد کرلے گا وہ جنتی ہے۔'' (بخاری۔عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)۔ اسمائے حسنیٰ سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ نام ہیں جن سے اس کی مختلف صفات، اس کی عظمت و جلالت اور اسکی قدرت و طاقت کا اظہار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے وقت اس کے پیارے ناموں کے ذریعہ دعا مانگنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ بھی مختلف دعاؤں میں اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام لیا کرتے تھے۔ ہر قسم کے غم اور پریشانی سے نجات کیلئے آپ ﷺ نے جو دعا سکھائی ہے اس دعا میں بھی اللہ تعالیٰ سے اس کے اسماء کا حوالہ دے کر سوال کیا جارہا ہے:

اَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِيْ كِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِيْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ.

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ أُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿181﴾

اور ہماری مخلوق میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو (لوگوں کو) حق کی راہ نمائی کرتی ہے اوراسی (حق) کے مطابق انصاف کرتی ہے۔ ﴿181﴾

(ترجمہ) ''(اے اللہ،) میں آپ کے ہراس نام کے ساتھ آپ سے سوال کرتا ہوں، جسے آپ نے اپنے لئے تجویز فرمایا، یا اپنی کتاب میں اتارا یا اسے اپنی کسی مخلوق کو سکھایا یا اپنے پاس غیب کے علم میں رکھا ہے۔'' (احمد۔عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)۔ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ''اَللّٰہُ'' ہے۔ اس کے علاوہ باقی سارے نام صفاتی ہیں۔

(اسمائے حسنیٰ کی تفصیل کے لئے پڑھیے ہماری کتاب آپ ﷺ کے لیل ونہار حصہ دوم)

اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد:

اِلْحَادْ کے معنی ہیں حق سے پھر جانا۔ دین میں الحاد اختیار کرنے کا مطلب کج روی اور گمراہی اختیار کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں الحاد کی چند صورتیں ہیں۔ ❶ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں تبدیلی کر دی جائے جیسے مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے ناموں سے اپنے بتوں کے نام، یعنی اللہ سے ''لات'' عزیز سے ''عُزّیٰ'' اور منّان سے ''منات'' بنا لئے تھے۔ ❷ اللہ کے ناموں میں اپنی طرف سے اضافہ کر لینا جس کا حکم اللہ نے نہیں دیا جیسے اہلِ فارس نے خدا، یزدان اور ہندوؤں نے بھگوان، ایشوراور انگریزوں نے گاڈ (God) بنا لیا ہے۔ ❸ اس کے ناموں میں کمی کر دی جائے مثلاً اسے ایک ہی مخصوص نام سے پکارا جائے اور دوسرے صفاتی ناموں سے پکارنے کو برا سمجھا جائے۔
❹ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں تاویل کر کے ان کے معنیٰ بدل دیئے جائیں۔ ❺ اللہ تعالیٰ کے ناموں کو مخلوق کے ناموں کے ساتھ تشبیہ دی جائے۔ یہ سب الحاد کی صورتیں ہیں جو کہ ناجائز ہیں۔ (فتح القدیر)

آیت 181: امت محمدیہ کے اوصاف:

اس آیت مبارکہ میں امت محمدیہ میں سے ان سچے ایمان والوں کا بیان ہے جو ہمیشہ حق بات ہی زبان سے نکالتے ہیں، حق کام ہی کرتے اور حق کی طرف ہی لوگوں کو دعوت دیتے ہیں اور اسی حق کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں ایک جماعت قیامت تک حق پر قائم رہے گی۔ ان سے دشمنی کرنے والے انہیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔'' (بخاری، مسلم)

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۚ﴿182﴾

اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہم ان کو بتدریج اس طرح پکڑیں گے کہ ان کو خبر بھی نہیں ہوگی۔ ﴿182﴾

وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿183﴾

اور (اے نبی ﷺ) میں ایسے لوگوں کو مہلت دیتا ہوں۔ بے شک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔ ﴿183﴾

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ۣ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿184﴾

کیا ان لوگوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ ان کے ساتھی (پیغمبر ﷺ) کو ذرا بھی جنون نہیں، وہ تو صرف واضح طور پر (عذاب الٰہی سے) ڈرانے والے ہیں۔ ﴿184﴾

آیات 182 تا 183: سامانِ عیش کی کثرت عذابِ الٰہی ہے:

جو لوگ کفر و شرک میں ہی مگن رہتے ہیں، ان کے لئے رزق کے دروازے بھی کھلے ہیں اور ان کی دنیاوی زندگی بھی آرام و چین سے بسر ہو رہی ہے، وہ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائیں کہ وہ صراط مستقیم پر ہیں۔ اللہ عزّوجل انہیں تنبیہ فرما رہے ہیں کہ اس میں اپنی کامیابی نہ سمجھیں بلکہ یہ ان کے لئے عذاب کی ابتدا ہے تاکہ وہ پوری طرح مست ہو جائیں اور جب وہ اللہ تعالیٰ کی نصیحت کو بھول جائیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں ناگہانی عذاب میں پکڑ لیں گے اس وقت وہ مایوسی کے ساتھ منہ تکتے رہ جائیں گے۔ (مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ و تفسیر الانعام 6: آیات 44 تا 45 اور البروج 85: آیت 12)

آیت 184: رسولِ اکرم ﷺ دیوانے نہیں بلکہ سچے رسول ہیں:

رسولِ اکرم ﷺ نے جب لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو کفار نے آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) دیوانہ کہنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کی تردید میں یہ آیت نازل فرمائی کہ کفارِ قریش کو غور و فکر کرنا چاہئے کہ محمد ﷺ کا بچپن انہی کے درمیان رہتے ہوئے گزرا ہے اس سے پہلے کبھی بھی کفار نے ایسی بات نہ کہی تھی۔ مگر اب جبکہ آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی ہے تو یہ ایسی بے ہودہ

اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿185﴾

اور کیا ان لوگوں نے آسمان و زمین کی بادشاہت اور اللہ کی دوسری مخلوق میں کبھی غور نہیں کیا اور یہ بھی نہ سوچا کہ ان کی زندگی کی مدت (بہت جلد) ختم ہورہی ہے۔ پھراس (قرآن) کے بعد یہ لوگ کس بات پر ایمان لائیں گے۔ ﴿185﴾

مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۭ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿186﴾

جسے اللہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور وہ (اللہ) ایسے لوگوں کو گمراہی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیتا ہے۔ ﴿186﴾

باتیں کررہے ہیں۔ آپ ﷺ تو سچے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی کے لئے کافی ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر الحجر 15: آیت 6 اور القلم 68: آیات 1 تا 4)

آیت 185: کفار کو ایمان کی دعوت:

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ ربّ العزّت آپ ﷺ کی رسالت کو جھٹلانے والوں کو نصیحت فرمارہے ہیں کہ ایسے لوگوں کو میری پیدا کی ہوئی چیزوں پر غور کرنا چاہئے، لہٰذا جس ذات نے بے مثال چیزیں پیدا کی ہیں انہیں جلد از جلد اس پر ایمان لانا چاہئے۔ موت کسی بھی وقت آسکتی ہے اگر یہ اسی کفر کی حالت میں مرگئے تو سخت ترین عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

آیت 186: ازلی بد بخت ایمان لانے والے نہیں:

جس شخص کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرنا چاہے، اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا لہٰذا وہ اللہ عزّوجل کی نشانیاں دیکھنے کے باوجود بھی ایمان نہیں لاتا بلکہ وہ اپنی گمراہی میں مزید بھٹکتا چلا جاتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:- (ترجمہ) ''جس شخص کو اللہ گمراہ کرنا چاہے اس کے لئے آپ اللہ کی جانب سے کچھ بھی نہیں کرسکتے، یہی (وہ گمراہ) لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ پاک کرنا نہیں چاہتا، ان کے لئے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔'' (المائدہ 5: آیت 41)

(مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر یونس 10: آیت 101)

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿187﴾

(اے نبی ﷺ) یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ وہ کب واقع ہوگی؟ آپ (ﷺ) فرمادیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے، وہی اسے (قیامت کو) اسکے وقت پر ظاہر کرے گا۔ وہ (قیامت) آسمانوں اور زمین میں بڑا (بھاری) حادثہ ہوگا، وہ تمہارے پاس اچانک ہی آئیگی۔ وہ (کفار) آپ سے (قیامت کے متعلق) اس طرح پوچھتے ہیں جیسے آپ اس کی پوری تحقیق کر چکے ہوں۔ آپ فرمادیجئے کہ اس کا علم تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ ﴿187﴾

آیت 187: قیامت کا بیان:

قریش مکہ نے آپ ﷺ سے قیامت کے متعلق سوال کیا تھا جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے کہ قیامت کب آئے گی؟۔ ایک دفعہ ایک اجنبی شخص کی شکل میں جبرئیل علیہ السلام لوگوں کو دین سکھانے کیلئے تشریف لائے اور رسولِ اکرم ﷺ کے سامنے ادب سے بیٹھ کر آپ ﷺ سے اسلام، ایمان، احسان کے متعلق پوچھا پھر یہ بھی پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس سے سوال کیا جارہا ہے وہ (قیامت کے متعلق) سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ اللہ عزّ وجل کے سوا کسی کو بھی قیامت کا علم نہیں نہ مجھے اور نہ تمہیں، پھر آپ ﷺ نے سورۂ لقمان 31: آیت 34 تلاوت فرمائی۔ ان 5 باتوں کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ❶ قیامت کب آئے گی؟ ❷ بارش ہوگی یا نہ ہوگی؟ ❸ (ماں کے) رحم کی کیا حالت ہے؟ ❹ مستقبل میں کیا حالات پیش آئیں گے؟ ❺ انسان کس زمین میں فوت ہوگا؟ (بخاری، مسلم)

(پڑھیے ترجمہ وتفسیر الزخرف 43: آیت 66 اور الانبیآء 21: آیت 40)

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚۛ وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ؕ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿188﴾

آپ فرما دیجئے کہ میں خود اپنی ذات کے لئے بھی نہ کسی نفع کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ ہی کسی نقصان کا، مگر جو اللہ چاہتا ہے (وہی ہوتا ہے) اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا اور مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ میں تو صرف (جہنم سے) ڈرانے والا اور ایمان لانے والوں کو (جنت کی) بشارت دینے والا ہوں۔ ﴿188﴾

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ

وہی (اللہ) ہے جس نے تمہیں ایک جان (آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی

آیت 188: رحمت عالم ﷺ بھی غیب نہیں جانتے تھے:

عالم الغیب صرف اللہ کی ذات ہے، اس کے علاوہ کوئی بھی غیب نہیں جانتا۔ وہی اپنے انبیا علیہم السلام کو (کچھ) غیب کی باتیں بذریعہ وحی بتا دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ ربّ العزّت آپ ﷺ کی زبانی یہ کہلوا رہے ہیں کہ اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں ہر قسم کی بھلائیاں اپنے پاس جمع کر لیتا اور مجھے کبھی کوئی تکلیف نہ پہنچتی، یعنی میں قحط سالی کے زمانہ میں ذخیرہ اندوزی کر لیتا اور کبھی بھوکا نہ رہتا اور تمہاری طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں کو روکنے کا بھی کوئی ذریعہ بنا لیتا اور ہر طرح سے اپنے آپ کو اور اہلِ ایمان کو تمہارے شر سے محفوظ کر لیتا۔ (مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ و تفسیر الانعام 6: آیت 59، النمل 27: آیت 65 اور یونس 10: آیات 48 تا 49)

آیات 189 تا 190: تمام انسان آدم علیہ السلام ہی کی اولاد ہیں:

دنیا کے تمام انسان آدم علیہ السلام ہی سے پیدا کئے گئے یہاں تک کہ آدم علیہ السلام کی رفیقہ حیات بھی ان ہی سے پیدا ہوئیں پھر آدم و حوا علیہما السلام سے دنیا کے انسان بالواسطہ پیدا ہوئے۔ فرمانِ الٰہی ہے: - (ترجمہ) ”لوگو، تم اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا، پھر ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت دنیا میں پھیلائے“۔ (النسآء 4: آیت 1)

وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿189﴾

بیوی پیدا کی تا کہ وہ اس (بیوی) سے سکون حاصل کرے، پھر جب مرد اپنی بیوی سے صحبت کرتا ہے تو اسے ہلکا سا حمل ٹھہر جاتا ہے، وہ اس (حمل) کو لئے چلتی پھرتی رہتی ہے، پھر جب وہ (حمل کی وجہ سے) بوجھل ہو جاتی ہے تو دونوں (میاں بیوی) اپنے رب سے دعا مانگنے لگتے ہیں کہ اگر آپ نے ہمیں تندرست اولاد عطا فرمائی تو ہم آپ کے شکر گزار ہوں گے۔ ﴿189﴾

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ

پس جب اللہ انہیں (میاں بیوی کو) تندرست اولاد عطا فرماتا ہے تو وہ اللہ کی دی ہوئی نعمت میں دوسروں کو شریک ٹھہرانے لگتے ہیں، جبکہ

بچہ کی ولادت پر شرک:

اللہ عزّوجل اس آیت میں ایسے میاں بیوی کی مثال دے کر سمجھا رہے ہیں جن کے ہاں اولاد کی امید ہوتی ہے چنانچہ جوں جوں بچہ کی ولادت کا وقت قریب آتا جاتا ہے، والدین کے دل میں مختلف خطرات پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ انسانی فطرت ہے کہ خطرات میں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے، چنانچہ وہ میاں بیوی دونوں اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں اور شکر گزاری کا عہد کرتے ہیں۔ لیکن جب اللہ عزّوجل صحیح و سالم اولاد سے نواز دیتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنانے لگتے ہیں۔ شریک قرار دینے سے مراد یا تو بچہ کا نام ایسا رکھنا ہے جس سے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی بجائے کسی اور مخلوق کی طرف ہو جیسے: امام بخش (امام کا بخشا ہوا)، عبدالشمس (سورج کا بندہ) بندۂ علی وغیرہ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بچہ فلاں بزرگ، فلاں پیر کی نظرِ کرم کا نتیجہ ہے۔ (نعوذ باللہ) یا پھر اپنے عقیدہ کا اظہار اس طرح کرنا کہ ہم فلاں بزرگ کے پاس، فلاں قبر پر گئے تھے جس کے نتیجہ میں یہ بچہ پیدا ہوا ہے، یہ انتہائی خطرناک قسم کا شرک ہے اللہ ہم سب کو شرک سے محفوظ رکھے۔ (شرک کے متعلق تفصیل جاننے کیلئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر لقمان 31: آیت 13)

فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿190﴾

اللہ تو بلند وبَرتر ہے ان سے جنہیں وہ (مشرکین) اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ ﴿190﴾

اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿191﴾

کیا وہ ایسوں کو (اللہ کا) شریک ٹھہراتے ہیں جن کا (کسی چیز کو) پیدا کرنا تو دور کی بات بلکہ وہ تو خود پیدا کئے گئے ہیں۔ ﴿191﴾

وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿192﴾

اور نہ وہ (شریک) ان (مشرکین) کی مدد کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ ہی وہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں۔ ﴿192﴾

وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿193﴾

اور اگر آپ ان (شریکوں) کو کوئی اچھی بات بتانے کو پکاریں تو وہ آپ کو جواب نہ دے سکیں گے، آپ کیلئے برابر ہے کہ آپ ان کو بلائیں یا خاموش رہیں۔ ﴿193﴾

آیات 191 تا 192: خود ساختہ معبُودوں کی بے بسی:

تمام فوت شدہ لوگ جنہیں مشرکین اپنا معبود بناتے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی مخلوق ہیں اور اسی طرح مشرکین کے خود ساختہ بت قطعی بے اختیار و بے بس ہیں جو نہ تو کسی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ اپنے پجاریوں کی کسی طرح مدد کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی طرف سے انتقام لینے پر قادر ہیں۔ وہ تو محض پتھر کے مجسمہ بت ہیں جو ہل جل بھی نہیں سکتے، نہ بات سن سکتے ہیں اور نہ کسی کو دیکھ سکتے ہیں۔

آیت 193: خود ساختہ معبود مرادیں پوری نہیں کر سکتے:

اگر خود ساختہ معبودوں سے دعا کی جائے تو قبول کرنا تو بہت دور کی بات ہے، وہ تو دعا سن بھی نہیں سکتے اور ان کے نزدیک دشمن اور دوست دونوں برابر ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو سمجھاتے ہوئے فرمایا:- (ترجمہ) ''اے اباجان، آپ ایسوں کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سن سکتے نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی آپ کے کسی کام آسکتے ہیں''۔ (مریم 19: آیت 42)

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمۡثَالُکُمۡ فَادۡعُوۡھُمۡ فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا لَکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿194﴾

(اے لوگو) تم اللہ کو چھوڑ کر جن (شرکا) کی عبادت کرتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں، اگر تم (اپنے دعویٰ میں) سچے ہو تو ضروری ہے کہ جب تم ان کو پکارو تو وہ تمہیں جواب دیں (لیکن وہ جواب نہیں دے پاتے)۔ ﴿194﴾

اَلَہُمۡ اَرۡجُلٌ یَّمۡشُوۡنَ بِہَاۤ اَمۡ لَہُمۡ اَیۡدٍ یَّبۡطِشُوۡنَ بِہَاۤ اَمۡ لَہُمۡ اَعۡیُنٌ یُّبۡصِرُوۡنَ بِہَاۤ اَمۡ لَہُمۡ اٰذَانٌ یَّسۡمَعُوۡنَ بِہَا ؕ قُلِ ادۡعُوۡا شُرَکَآءَکُمۡ ثُمَّ کِیۡدُوۡنِ فَلَا تُنۡظِرُوۡنِ ﴿195﴾

(اے نبی ﷺ ان مشرکوں سے پوچھئے) کیا ان کے (معبودوں کے) پاس چلنے کیلئے پاؤں، پکڑنے کیلئے ہاتھ، دیکھنے کیلئے آنکھیں، سننے کیلئے کان ہیں؟ آپ کہہ دیجئے تم اپنے (تمام) شرکا کو بلا لو، پھر مجھے نقصان پہنچانے کیلئے تدبیر کرلو اور مجھے مہلت بھی نہ دو۔ ﴿195﴾

اِنَّ وَلِیِّۡیَ اللّٰہُ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡکِتٰبَ ۫ۖ

یقیناً میرا مددگار تو اللہ ہی ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی...

آیات 194 تا 195: خود ساختہ معبود بے بس ہیں:

ان آیاتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ بتوں اور مردوں کی عبادت کرنے والوں کو سمجھا رہے ہیں کہ یہ مردے اور یہ بت تم سے زیادہ بے اختیار و بے بس اور اللہ ہی کی مخلوق ہیں۔ تم ان سے بہتر ہو کیونکہ تم سننے، بولنے اور پکڑنے کی طاقت رکھتے ہو، یہ تمہارے معبود تو بے جان ہیں، کچھ کرنے کی ان میں قدرت ہی نہیں، اگر ان میں کچھ کرنے کی طاقت ہوتی تو یہ خود یوں بے جان اور بے بس ہوکر نہ پڑے رہتے۔

آیت 196: نیک لوگوں کا مددگار:

مشرکین کے مددگاروں اور معبودوں کی بے بسی بیان کرنے کے بعد نبی اکرم ﷺ سمیت ہر مومن سے کہا جارہا ہے کہ تم اعلانیہ اس بات کا اظہار کرو کہ ہمارا کارساز اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے یہ

وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿196﴾

اور وہی نیک بندوں کی مدد کرتا ہے۔ ﴿196﴾

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿197﴾

اوراللہ کو چھوڑ کر تم جن کی عبادت کرتے ہو وہ تمہاری کچھ بھی مدد کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور نہ ہی خود وہ اپنی مدد کر سکتے ہیں۔ ﴿197﴾

وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ؕ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿198﴾

اور اگر تم انہیں کوئی بات بتانے کے لئے آواز دو تو وہ سن بھی نہیں سکتے اور تمہیں ایسا لگے گا کہ وہ تمہیں دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے۔ ﴿198﴾

قرآنِ کریم اتارا ہے، وہی ہر ایک کی بگڑی بناتا ہے، وہی ہمارے لئے کافی ہے، اسی پر ہمارا بھروسہ ہے، وہی ہمارا مددگار ہے اور وہی دنیا اور آخرت میں ہمارا اور ہر نیک انسان کا کارساز ہے۔ آدم، ابراہیم اور دیگر تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے بھی اپنی اقوام کو یہی تبلیغ کی تھی اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی عقیدہ کی تبلیغ کر کے دنیا سے رخصت ہوئے۔

(مزید معلومات کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر ھود 11: آیات 54 تا 56 اور الشعرآء 26: آیات 70 تا 86)

آیات 197 تا 198: جھوٹے معبود خود اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے:

جھوٹے معبودوں کا اپنے پجاریوں کی مدد پر قادر ہونا تو درکنار وہ تو اپنے اوپر آنے والی کسی مصیبت کو بھی ٹال نہیں سکتے۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔ (ترجمہ) ''لوگو، ایک مثال بیان کی جارہی ہے اسے غور سے سنو: اللہ کو چھوڑ کر جن کو تم پکارتے ہو وہ سب جمع ہوکر ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے (پیدا کرنا تو دور کی بات) اگر مکھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو اسے چھڑا بھی نہیں سکتے طالب اور مطلوب (مانگنے والا اور جن سے مانگا جارہا ہے) دونوں ہی کمزور ہیں۔ افسوس ان مشرکوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسی اس کی قدر کرنا چاہئے تھی۔ اللہ سب سے زبردست اور سب پر غالب ہے۔ (الحج 22: آیات 73 تا 74)۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے مشرکین کے معبودوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے، تو وہ بت اپنا دفاع بھی نہ کر سکے۔

(مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر الانبیآء 21: آیات 51 تا 70 اور الصّٰفّٰت 37: آیات 83 تا 98)

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿199﴾

(اے نبی ﷺ) آپ درگزر کیجئے، نیک کاموں کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے کنارہ کش ہوجایئے۔ ﴿199﴾

وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿200﴾

اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیجئے۔ بلاشبہ وہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔ ﴿200﴾

آیت 199: درگزر کا حکم:

یہاں آپ ﷺ کو لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں اور پریشانیوں پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اگرچہ یہ حکم نبی اکرم ﷺ کیلئے خاص تھا مگر آپ ﷺ کے اُسوہ حسنہ کی روشنی میں ہر اس شخص کے لئے عام ہے جو دین کی راہ میں دعوت و تبلیغ کا کام کر رہا ہو، اس راہ میں اسے کوئی تنگی آجائے تو دل چھوٹا نہ کرے بلکہ درگزر اور صبر سے کام لیکر اپنا مشن جاری رکھے۔ کیونکہ اس راہ میں اکثر جاہل اور کم عقل لوگ ہی رکاوٹ کھڑی کرتے ہیں۔ ویسے بھی اسلام نے کسی سے بدلہ لینے کی بجائے معاف کردینے کو بہترین شیوہ قرار دیا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔ (ترجمہ)'' آپ برائی کا بدلہ بہترین انداز میں دیجئے، پھر (آپ دیکھیں گے کہ) جس کے دل میں آپ کے لئے میل ہے وہ بھی آپ کا بہترین دوست بن جائے گا۔''(حٰمٓ السجدہ 41:آیت 34)

آیت 200: غصّہ کا علاج:

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ شیطان کے حملہ سے بچنے کا طریقہ بیان فرمارہے ہیں کہ اگر تم پر شیطان حاوی ہوجائے اور تمہیں اپنی گرفت میں لینے کی کوشش کرے تو تمہیں چاہیئے کہ تم اس کے شر سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔ غصہ، وسوسہ، شہوت اور خوف کے وقت شیطان انسان پر مسلط ہوجاتا ہے لہٰذا شیطان کے شر سے بچنے کے لئے ہمیشہ تعوّذ پڑھا کریں:۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (ترجمہ)''میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں شیطان مردود کے شر سے۔''

(مزید پڑھیے ہماری تفسیر ابن کثیر، حصہ اول: صفحہ 24، اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ کی تفسیر)

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿201﴾

بلاشبہ اللہ (کے عذاب) سے ڈرنے والوں کو جب شیطانی وسوسہ آتا ہے تو وہ (اللہ کی) یاد میں لگ جاتے ہیں اور صحیح صورت حال دیکھنے لگتے ہیں۔ ﴿201﴾

وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ﴿202﴾

اور جو شیاطین کے بھائی ہیں وہ (شیاطین) انہیں گمراہی کی طرف کھینچ کر لے جانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ ﴿202﴾

وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ؕ

(اے نبی ﷺ) جب آپ انکے سامنے کوئی معجزہ ظاہر نہیں کرتے تو وہ (کفار) کہتے ہیں کہ آپ خود یہ (معجزہ) کیوں نہ بنا لائے؟

آیت 201: وسوسوں کے وقت پرہیزگاروں کا طریقہ:

اس آیتِ مبارکہ میں پرہیزگاروں کی تعریف کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کے آگے جھکتے ہیں اور ہر بری بات سے بچے رہتے ہیں۔ جب ان کے دل میں کوئی برا خیال آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا عذاب یاد کر کے فوراً سنبھل جاتے ہیں نادم ہو کر توبہ کرتے اور اللہ ربّ العزّت کی پناہ مانگنے لگتے ہیں اور پھر سیدھی راہ اختیار کر کے اس پر جم جاتے ہیں۔

آیت 202: شیطان کے بھائی:

شیطان چونکہ ابتدا ہی سے انسان کا دشمن ہے جو انسان کی پیدائش سے لے کر موت تک اس سے دشمنی کرتا ہے اور اس سے ہر وقت اللہ ربّ العزّت کی نافرمانیاں کروا تا رہتا ہے، لہٰذا جو اس (شیطان) کی پیروی کرتے ہیں انہیں شیطان کا بھائی (چیلہ) کہا جاتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔ (ترجمہ) ''یقیناً فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں''۔ (بنی اسرائیل17: آیت27) شیطان دنیا میں تو انسان کو اپنا بھائی بنا کر اس سے نافرمانیاں کرواتا رہتا ہے لیکن آخر کار قیامت کے دن وہ اپنی برأت (لاتعلقی) کا اعلان کرے گا۔

(مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر الحشر59: آیت16)

قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿203﴾

آپ فرما دیجئے کہ میں تو اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میرا رب میری طرف بھیجتا ہے، یہ (قرآن) تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل اور ایمان والوں کیلئے ہدایت اور رحمت ہے۔ ﴿203﴾

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿204﴾

اور جب قرآن پڑھا جائے تو غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ ﴿204﴾

آیت 203: قرآن کریم ایک لاجواب معجزہ ہے:

کفار آپ ﷺ سے اپنی مرضی کے معجزے طلب کرتے تھے مثلاً اُحد پہاڑ سونے کا بنا دیجئے تو ہم آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں گے، حالانکہ کفار کے لئے قرآن کریم سے زیادہ حیرت انگیز کوئی معجزہ نہ تھا جس میں حکمت و دانائی کی تعلیم ہے اور ایک ناخواندہ شخص کی طرف سے ایسا کلام جو دنیا کے سارے ادیبوں اور دانشوروں کیلئے بہت بڑا چیلنج ہے۔ بھلا اس سے بڑھ کر بھی کوئی معجزہ ہوسکتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو کہا گیا ہے: آپ لوگوں کو کہہ دیں کہ قرآنِ عظیم میری صداقت کی سب سے بڑی دلیل ہے جس میں سمجھداروں کے لئے بے شمار دلائل ہیں اور یہ ہدایت و رحمت سے لبریز ہے۔ لہٰذا قرآنِ کریم جیسے سچے پکے اور اعلیٰ ترین معجزے کے بعد کسی معجزے کی ضرورت ہی نہیں۔

آیت 204: قرآنِ کریم کے احترام کا حکم:

کفار ایک دوسرے کو یہ مشورہ دیا کرتے تھے کہ جب تمہارے سامنے قرآن کی تلاوت کی جائے تو تم شور وغل کرنا تاکہ تمہاری آواز غالب آجائے اور قرآن کریم کے احکامات کسی کو نہ سنائی دیں۔ جس پر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا کہ جب قرآنِ کریم کی تلاوت ہورہی ہو تو اس کا احترام بجالاؤ اور اسے پوری توجہ سے کان لگا کر سنو اور بالکل خاموش رہو کیونکہ یہ سراپا رحمت ہے۔ مشرکوں کی طرح شور وغل نہ کرو۔ (مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر حمٓ السجدۃ 41: آیت 26)

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿205﴾

اور (اے نبی ﷺ) اپنے دل میں اپنے رب کو عاجزی، خوف اور پست آواز کے ساتھ صبح و شام یاد کرو اور غافل لوگوں میں شامل مت ہونا۔ ﴿205﴾

جہری نماز میں فاتحہ کے علاوہ مقتدی کو قرات کی ممانعت:

جن نمازوں میں امام بلند آواز سے قرأت کرتا ہے ان نمازوں میں مقتدیوں کو سورۂ فاتحہ پڑھ کر مکمل خاموشی اختیار کرنی چاہئے۔ ہر نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا نہایت ضروری ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا کہ جس نے بھی نماز میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز ناقص ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اگر ہم امام کے پیچھے ہوں تو کیا کریں؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسے اپنے دل میں پڑھو کیونکہ اس کے متعلق میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: -''نماز (فاتحہ) کو میں نے اپنے اور بندہ کے درمیان تقسیم کر دیا ہے اور میرا بندہ جو سوال کرتا ہے وہ پورا کیا جاتا ہے جب کوئی شخص: - اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ کہتا ہے تو اللہ عزّ وجل فرماتے ہیں کہ میرے بندہ نے میری تعریف کی اور نمازی جب الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندہ نے میری صفت بیان کی اور نمازی جب مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کہتا ہے تو اللہ عزّ وجل فرماتے ہیں کہ میرے بندہ نے میری بزرگی بیان کی اور یوں بھی کہتا ہے میرے بندہ نے اپنے سب کام میرے سپرد کر دیئے ہیں اور جب نمازی اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ پڑھتا ہے تو اللہ عزّ وجل فرماتے ہیں یہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان ہے۔ میرا بندہ جو سوال کرے گا وہ اس کو ملے گا۔ پھر جب نمازی اپنی نماز میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ پڑھتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ سب میرے بندہ کیلئے ہے اور جو کچھ وہ طلب کرے گا وہ اسے دیا جائے گا۔'' (مسلم)

إِنَّ الَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ ﴿206﴾ السجدة

بے شک جو (فرشتے) آپ کے رب کے پاس ہیں وہ کبھی اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے، وہ اسکی تسبیح بیان کرتے اور اسی کیلئے سجدہ کرتے ہیں۔ ﴿206﴾

آیات 205 تا 206: اللہ کا ذکر کرنے کا بیان:

ان آیات مبارکہ میں صبح و شام اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہنے کا حکم ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے میں تکبر نہیں کرتے ان کی تعریف بیان ہوئی ہے۔ اللہ عزّوجل کا ذکر ہلکی آواز میں کرنا بہتر ہے۔ ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم کسی سفر میں جارہے تھے کچھ لوگوں نے زور زور سے دعائیں مانگنا شروع کردیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے اوپر رحم کرو تم کسی بہرے یا غیر موجود سے دعائیں نہیں مانگ رہے ہو بلکہ جسے تم پکار رہے ہو وہ (اللہ تو) انتہائی دھیمی آواز بھی سن لیتا ہے اور وہ تم سے تمہاری سواری کی گردن سے بھی زیادہ قریب ہے۔'' (بخاری)

(مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر البقرہ 2: آیت 186 اور آل عمران 3: آیات 191 تا 194)

سجدہ تلاوت کا بیان:

سورۂ اعراف 7: آیت 206 کی تلاوت کے بعد پڑھنے اور سننے والوں کو قبلہ رخ ہو کر سجدہ کرنا چاہئے اور یہ قرآنِ کریم کا پہلا سجدہ ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی سجدہ والی آیت آتی تو سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کرتے تھے۔ (بخاری، مسلم)۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے لئے کثرت سے سجدے کیا کرو اگر اللہ کے لئے ایک سجدہ کروگے تو اس کے بدلہ اللہ عزوجل تمہارا ایک درجہ بلند اور تمہارا ایک گناہ مٹا دیں گے۔'' (مسلم۔ عن ثوبان رضی اللہ عنہ)

سجدۂ تلاوت میں یہ دعا پڑھیے:

سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَ شَقَّ سَمْعَهٗ وَ بَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ

(ترجمہ) ''میرے چہرہ نے اس ذات کے آگے سجدہ کیا جس نے اسے پیدا کیا اور اپنی قوت اور طاقت سے اس میں کان اور آنکھیں بنائیں''۔ (ابوداؤد۔ عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ

سورۂ انفال مکی ہے، اس کی 75 آیات اور 10 رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، بے حد رحم کرنے والا ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱

(اے نبی ﷺ) یہ لوگ آپ سے مالِ غنیمت کے متعلق پوچھتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ مالِ غنیمت اللہ اور رسول کیلئے ہیں، پس تم اللہ (کے عذاب) سے ڈرو اور اپنے آپس کے معاملات کی اصلاح کرو ۔ اگر تم (سچے) ایمان والے ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ ۝۱

آیت 1: انفال کا بیان:

یہ سورت غزوہ بدر کے مال غنیمت کے متعلق نازل ہوئی۔ انفال، جنگ میں کامیابی کے بعد دشمن سے ملے ہوئے مال کو کہتے ہیں، اس مال میں سے کتاب وسنت کے مطابق غریب مسلمانوں کا بھی حصہ ہے۔ مالِ غنیمت پہلی قوموں کے لئے حلال نہ تھا اللہ عزّوجل نے یہ احسان صرف مسلمانوں ہی پر فرمایا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی اور نبی علیہ السلام کو نہیں ملی تھیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ میرے لئے مال غنیمت حلال کردیا گیا ہے جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھا۔ (بخاری)

اللہ سے ڈرکر باہمی جھگڑے ختم کرنے کا حکم:

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ ربّ العالمین کی طرف سے آپس کے جھگڑوں کو ختم کرکے معاملات کو صاف رکھنے، ہر معاملہ میں اللہ عزّوجل کے عذاب سے ڈرنے، باہمی جھگڑے ختم کرکے اصلاح کرنے، کبھی کسی پر ظلم وزیادتی نہ کرنے اور باہمی اختلاف کو مٹانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے لوگوں کو جو ہدایت وعلم عطا فرمایا ہے اس میں آپس میں پیار ومحبت کا سبق دیا ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر الحجرات 49: آیات 9 تا 10)

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۚ﴿2﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿3﴾

حقیقی مومن تو صرف وہ لوگ ہیں کہ جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر کانپ اٹھتے ہیں اور جب انکے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ لوگ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں۔ ﴿2﴾
یہی لوگ ہیں جو نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔ ﴿3﴾

آیت 2: سچّے مومنوں کے اوصاف:

اس آیتِ مبارکہ میں ایمان والوں کے اوصاف کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد کے وقت ان کے دل آخرت کے عذابوں کا تذکرہ آنے پر کانپ جاتے ہیں، وہ پوری توجہ سے دل لگا کر فرائض انجام دیتے ہیں، جب ان کے سامنے قرآنِ کریم کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے، ان کا اللہ تبارک و تعالیٰ ہی پر بھروسہ ہوتا ہے، وہ کسی غیر سے امید اور آس نہیں لگاتے اور ان کے دلوں میں ذکر اللہ سے نرمی پیدا ہوجاتی ہے۔ درحقیقت یہی پکے سچّے مومنوں کی نشانی ہے جو انہیں جنت میں لے جائے گی۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔ (ترجمہ) ''جو شخص اللہ کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور نفسانی خواہشات سے بچتا رہا اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے''۔ (النّٰزعٰت79: آیات 40 تا 41) (مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر المؤمنون23: آیات 1 تا 11)

آیت 3: مومنوں کے اعمال کا بیان:

اللہ ربّ العزّت مومنوں کی صفات ذکر کرنے کے بعد ان کے اعمال کا تذکرہ فرمارہے ہیں کہ مومن نماز قائم کرتے ہیں اور صدقہ دیتے رہتے ہیں۔ ان دونوں میں عبادات کی تمام اقسام شامل ہیں۔ نماز اللہ کا حق ہے اور یہ بدنی عبادت ہے، جسے وقت پر پوری شرائط کے ساتھ پابندی سے سنت کے مطابق ادا کیا جاتا ہے اور صدقہ میں زکوٰۃ، خیرات اور دیگر حقوق ادا کرنا ہے جو مالی عبادت ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر المعارج70: آیات 22 تا 35)

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿4﴾

یہی سچے مومن ہیں ان کے لئے ان کے رب کے ہاں بڑے درجات، مغفرت اور باعزّت رزق ہے۔ ﴿4﴾

كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِن بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ ﴿5﴾

جیسے (بدر کے موقع پر) آپ کے رب نے آپ کے گھر (مدینہ) سے آپ کو حق کے ساتھ (ایک مصلحت کے پیشِ نظر) نکالا تھا، اگرچہ مومنوں کی ایک جماعت اسے نا پسند کر رہی تھی۔ ﴿5﴾

آیت 4: کامل ایمان والے بلند وبالا مقام پر فائز ہوں گے:

کامل ایمان والے وہی لوگ ہیں جن میں مذکورہ اوصاف اور اعمال پائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے ایمان اور نیک اعمال کا بدلہ یہ ہوگا کہ ان کیلئے جنت کی ہر قسم کی نعمتیں اور بہترین رزق ہوگا اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضا حاصل ہوگی۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں اعلیٰ طبقہ والے نچلے طبقہ والوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان کے کناروں میں دور کے تارے دیکھتے ہو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ، کیا وہ اعلیٰ طبقہ والے انبیا علیہم السلام ہیں جن کا مقام کوئی اور حاصل نہیں کرسکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم، یہ طبقے ان لوگوں کے بھی ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرتے رہے۔ (بخاری، مسلم۔ عن ابی سعید رضی اللہ عنہ)

آیات 5 تا 8: رسولِ اکرم ﷺ کی جنگ بدر کے لئے مدینہ سے روانگی:

ان آیات مبارکہ میں جنگ بدر اور اس کی حکمت و مصلحت کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتے تھے کہ باطل (کفر) کی کمر توڑ دیں اور دینِ حق (اسلام) کے پاؤں ہمیشہ کے لئے جما دیں۔ مدینہ میں مسلمان جب ایک قوت بن گئے تو وہ اس موقع کی تلاش میں تھے کہ کفار سے ان کی پہنچائی ہوئی تکالیف کا بدلہ لیں۔ اس دوران آپ ﷺ کو یہ اطلاع پہنچی کہ ابوسفیان کا ایک قافلہ شام

يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿6﴾

وہ (آپ سے) حق کے متعلق اسکے واضح ہوجانے کے بعد اس طرح بحث کر رہے تھے کہ گویا انہیں موت کی طرف ہانکا جارہا ہے اور وہ اسے دیکھ رہے ہیں۔ ﴿6﴾

وَ اِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَ تَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ يَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿7﴾ لِ

اور (یادکرو) جب اللہ تم سے ان دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کررہا تھا کہ (یقیناً) وہ تمہارے ہاتھ آجائیگی اور تم چاہتے تھے کہ غیر مسلح جماعت (تجارتی قافلہ) تمہارے ہاتھ آجائے اور اللہ کا یہ ارادہ تھا کہ وہ اپنے احکام کے ذریعہ حق کو ثابت کر دکھائے اور کفار کی جڑیں کاٹ دے۔ ﴿7﴾

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَ يُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿8﴾ ج

تاکہ وہ حق کو غالب اور باطل کو برباد کردے اگرچہ مجرم لوگ (اسے) ناپسند ہی کریں۔ ﴿8﴾

سے واپس آرہا ہے۔ آپ ﷺ اس کا راستہ روکنے کے لئے 313 مسلمانوں کو لیکر بدر کی طرف روانہ ہوگئے۔ سردار قافلہ ابوسفیان کو مسلمانوں کی نقل وحرکت کی خبر پہنچ گئی اس نے فوراً ضمضم بن عمرو کو اہل مکہ کے پاس مدد طلب کرنے کے لئے دوڑایا اور اپنا راستہ تبدیل کرلیا۔ ضمضم نے جب قریش کو مسلمانوں کے ارادہ کی اطلاع دی تو وہ 1000 مسلح جوان لے کر بدر کے میدان میں جا پہنچے، قافلہ تو بچ کر نکل گیا مگر دونوں گروہوں کا ٹکراؤ ہوگیا اور جنگ شروع ہوگئی۔ اللہ عزّوجل نے مسلمانوں کو شاندار فتح عطا فرمائی۔ یہ اسلام اور کفر کے مابین آپ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی پہلی جنگ تھی، جس میں اللہ تعالیٰ نے مدد کے لئے فرشتے بھی نازل فرمائے تھے۔ یہ معرکہ حق اور باطل کے درمیان تھا، لہٰذا حق غالب آیا اور اس میں مسلمانوں کو بہت سا مالِ غنیمت ملا، دوسری جانب اس جنگ میں کفار کا بہت زیادہ نقصان ہوا۔ 70 کافر جہنم رسید ہوئے۔ ابوجہل، شیبہ، عتبہ سمیت ان کے کئی سردار بھی مارے گئے اور 70 کے قریب مشرکین قید ہوکر مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ﴿9﴾

(اس وقت کو یاد کرو) جب تم لوگ اپنے رب سے فریاد کررہے تھے، تو اس نے تمہاری دعا قبول کرلی (اور فرمایا) کہ بیشک میں تمہاری ایک ہزار فرشتوں کے ذریعہ مدد کروں گا جو لگاتار چلے آئیں گے۔ ﴿9﴾

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَ لِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿10﴾

اوراس (مدد) کو اللہ نے خوشخبری بنادیا تاکہ تمہارے دلوں کو تسلی ہوجائے اور (یاد رکھو) مدد (اور کامیابی) تو صرف اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ بے شک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ ﴿10﴾

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ

(یاد کرو) جب وہ (اللہ) تمہیں امن وسکون دینے کے لئے تم پر اونگھ طاری کررہا تھا اور تم

آیت 9: غزوہ بدر سے پہلے رحمت عالم ﷺ کی دعائیں:

غزوہ بدر کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم 313 اور مشرکین 1000 سے زیادہ تھے۔ رسول اکرم ﷺ یہ دیکھ کر قبلہ رخ ہوگئے اور دعا مانگی کہ اے اللہ، اپنا وعدہ پورا فرمایئے۔ اے اللہ، اگر مسلمانوں کی یہ چھوٹی سی جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر زمین پر تیری عبادت کون کرے گا۔ رسول اکرم ﷺ دیر تک گڑگڑا کر رب سے دعا مانگتے رہے۔ آخر کار ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ اے اللہ کے نبی ﷺ، آپ نے اپنے رب سے بہت کچھ مانگ لیا ہے۔ اللہ عزّوجل اپنا وعدہ ضرور پورا فرمائیں گے اس پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔ (مسلم، مسند احمد۔ عن عمر رضی اللہ عنہ)

آیت 10: فرشتوں کے ذریعہ مدد کی حکمت:

اللہ تعالیٰ نے جنگِ بدر کے موقع پر فرشتوں کے ذریعہ مسلمانوں کی مدد کی۔ اس آیت مبارکہ میں اس کی حکمت بتائی جارہی ہے کہ انہیں فرشتوں کے آنے کی اطلاع کرنا اور ان کی امداد کا وعدہ کرنا انکی دلجمعی کے لئے تھا ورنہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیجے بغیر بھی فتح پر قادر ہے کیونکہ مدد اسی کی جانب سے ہے، اس کے لئے تو کچھ بھی مشکل نہیں وہ ہر چیز پر قادر اور غالب ہے۔

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿11﴾

پر آسمان سے بارش برسا رہا تھا تاکہ اس (پانی) کے ذریعہ سے تمہیں پاک کردے، تم سے شیطانی وسوسہ کو دور کردے، تمہارے دلوں کو مضبوط کردے اور تمہارے پاؤں جما دے۔ ﴿11﴾

اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا

(یاد کرو) جب آپ کا رب فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں، لہٰذا تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ

آیت 11: مسلمانوں پر اُونگھ کا غلبہ:

جنگ بدر میں دشمنوں کی اکثریت اور ان کا ساز وسامان اور اپنی اقلیت اور بے سروسامانی دیکھ کر مسلمانوں پر جو برا اثر پڑ رہا تھا اسے دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر اُونگھ طاری کردی تھی اوران کے دلوں میں موجود خوف وغم کو دور کردیا تھا۔ اسی طرح جنگ احد میں بھی مسلمانوں پر اُونگھ ڈال دی گئی تھی تاکہ ان کی پریشانیاں دور ہوجائیں۔ اللہ عزّوجل نے مسلمانوں پر اُونگھ ڈال کر ان کی پریشانیاں دور فرمانے کے ساتھ ساتھ ایک انعام یہ بھی کیا کہ بارش نازل فرمادی، جس سے ریتلی زمین میں نقل وحرکت آسان ہوگئی، وضو وطہارت میں آسانی ہوگئی، وسوسوں کا ازالہ ہوگیا جو شیطان اہلِ ایمان کے دلوں میں ڈال رہا تھا کہ تم اللہ کے نیک بندے ہوتے ہوئے بھی کمزور اور جنگی وسائل اور پانی سے بھی محروم ہو، جبکہ تمہارے دشمن طاقتور، مسلح اور سیراب ہیں۔

آیت 12: امداد کے لئے فرشتوں کا نزول:

یہ اللہ تعالیٰ کی ایک باطنی نعمت تھی جس کو اس نے عین وقت پر ظاہر فرمایا تاکہ مسلمان اس کی قدر کریں اور شکر ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان مومنوں کی مدد کے لئے نازل کئے جانے والے فرشتوں کے دلوں میں بھی یہ بات ڈال دی کہ وہ مسلمانوں کے قدم جمائے رکھیں، ان کے ساتھ مل کرلڑیں اوران کی ہمت بڑھائیں۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جنگِ بدر میں ایک

الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿12﴾

میں ابھی کفار کے دلوں میں رعب ڈال دیتا ہوں، چنانچہ تم ان (کفار) کی گردنوں پر مارو اور ان کے ہر پور پر ضرب لگاؤ۔ ﴿12﴾

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿13﴾

یہ اس بات کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے (اسے معلوم ہونا چاہئے کہ) بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ ﴿13﴾

ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ﴿14﴾

(قیامت کے دن ان سے کہا جائے گا) تم یہ سزا چکھو اور جان لو کہ کفار کے لئے جہنم کا عذاب (تیار) ہے۔ ﴿14﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ

اے ایمان والو، جب تمہارا کفار کے لشکر سے

انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے کسی مشرک کا پیچھا کیا تو اپنے سامنے کوڑا لگنے کی آواز سنی اور کسی کو کہتے ہوئے سنا کہ اے حیزوم (گھوڑا) آگے بڑھو اور اس مشرک کو دیکھا کہ وہ قتل ہوکر گر رہا ہے اور اس کی ناک اور چہرہ پر کوڑے کے نشانات ہیں۔ اس صحابی رضی اللہ عنہ نے آکر یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تیسرے آسمان کا فرشتہ تھا جس نے مشرک کو مار کر قتل کر دیا۔ (بخاری)

آیات 13 تا 14: مخالفت رسول کی سزا:

کفارِ قریش کو ملنے والی یہ سزا اللہ عزّوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی وجہ سے ملی تھی۔ دنیا میں بھی اس مخالفت کی وجہ سے ذلت و رسوائی کا عذاب ملتا ہے اور آخرت میں کفار اور مشرکوں کے لئے جہنم کا عذاب تیار ہے جو بڑا ہی سخت ہے۔

آیات 15 تا 16: میدان جہاد سے بھاگنے کی سزا:

اللہ عزّوجل نے میدان جہاد سے بھاگنے کی سزا جہنم کی شعلے مارنے والی آگ مقرر کی ہے۔ جو بڑی زبردست وعید ہے، اس لئے کہ اس آگ سے اسے کوئی بھی نہیں بچا سکے گا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿15﴾

مقابلہ ہو تو تم ان (کفار) سے پیٹھ پھیر کر نہ بھاگنا۔ ﴿51﴾

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿16﴾

اور جو شخص ان سے اس موقع پر پیٹھ پھیر کر بھاگے گا، مگر جو لڑائی کے لئے پینترا بدلنے والا ہو یا (اپنی) جماعت کی طرف پناہ لینے والا ہو (وہ مستثنیٰ ہے) تو وہ یقیناً اللہ کا غضب لے کر لوٹا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔ ﴿61﴾

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿17﴾

(اے مسلمانو، غزوہ بدر کے موقع پر) تم نے انہیں (کفار کو) قتل نہیں کیا بلکہ اللہ ہی نے انہیں قتل کیا اور (اے نبی ﷺ) جب آپ نے (کفار کی طرف) خاک کی مٹھی پھینکی تو آپ نے نہیں پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی، تاکہ وہ مومنوں کو اپنی طرف سے ان کی محنت کا خوب بدلہ دے بلاشبہ اللہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔ ﴿71﴾

نے فرمایا:- ''7 ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچتے رہو۔'' پوچھا گیا کہ وہ کون کونسے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:- ''❶ شرک ❷ جادو ❸ ناحق قتل ❹ سود خوری ❺ یتیم کا مال ہڑپ کرنا ❻ میدان جہاد سے بھاگ جانا ❼ پاک دامن مسلمان عورتوں پر تہمت لگانا'' (بخاری، مسلم) البتہ کسی جنگی چال کے لئے پیچھے ہٹنا جائز ہے۔

آیت 17: اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد سے ہی نیک کام ہوتے ہیں:

بندے جو بھی نیک کام کریں ان پر اللہ تعالیٰ ہی قابلِ تعریف ہے کیونکہ اسی نے انہیں ان کاموں کی توفیق عطا فرمائی اور اسی نے مدد فرمائی اسی لئے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو یہ بتا رہے ہیں کہ تم نے

ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿18﴾

ایک (حکمت کی) بات تو یہ ہوئی اور (دوسری بات یہ ہے کہ) بے شک اللہ نے کفار کی چالوں کو کمزور کرنا تھا۔ ﴿18﴾

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ

(اے نبی ﷺ آپ کفار سے کہہ دیجئے کہ) اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو وہ فیصلہ تمہارے سامنے آ گیا اور اب اگر تم (جنگ سے) باز آجاؤ تو یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اور اگر تم پھر وہی کام کرو گے تو ہم بھی پھر وہی

اپنی قلیل اور دشمن کی زیادہ تعداد ہونے کے باوجود اپنی طاقت سے دشمن کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ ربّ العزّت ہی نے تمہیں ان پر غلبہ عطا فرمایا۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔ (ترجمہ) ''بہت سی ایسی چھوٹی جماعتیں ہیں جو اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب آجاتی ہیں اور اللہ تو صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔ (البقرہ2:آیت249)

آیت 18: اللہ تعالیٰ کے حکم سے مٹھی بھر خاک کا حیرت انگیز اثر:

آپ ﷺ نے غزوہ بدر کے موقع پر اپنے مبارک ہاتھ اٹھا کر کامیابی کی دعا مانگی۔ پھر آپ ﷺ سے جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ مٹھی بھر خاک اٹھا کر مشرکوں کی طرف پھینک دیجئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایک مٹھی خاک اٹھا کر کفار کی طرف پھینک دی یہ خاک ہر مشرک کی آنکھ میں جا پڑی اور ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ میدان جنگ سے بھاگ گئے۔ (بخاری)۔ معلوم ہوا کہ اللہ عزّوجل کفار کی سازشوں کو ناکام بنانے، ان کا عروج خاک میں ملانے اور ان کی ہر چیز کو فنا کرنے والا ہے۔

آیت 19: مشرکین کی خواہش کے مطابق اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا فیصلہ:

کفارِ قریش نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی تھی کہ اے اللہ، ہمارے اور مسلمانوں کے درمیان فیصلہ فرمادے، اللہ عزّوجل انہیں فرما رہے ہیں کہ اب تمہارے سامنے ہی مسلمانوں کو فتح ہوئی، ان کا بول بالا ہوا اور اللہ نے اپنا فیصلہ فرمادیا۔ اگر اب بھی مسلمانوں کو تکالیف پہنچانے سے باز آجاؤ تو

وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿19﴾

سزادیں گے اور تمہاری کثرت تمہارے ذرا بھی کام نہ آئیگی اور یقیناً اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔ ﴿19﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿20﴾

اے ایمان والو، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور سنتے (سمجھتے) ہوئے ان (کا کہنا ماننے) سے اعراض نہ کرو۔ ﴿20﴾

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا

اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہوجانا جو دعویٰ

بہتر ہے ورنہ اگلی تباہی کے لئے تیار رہو۔ عبد اللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب مشرکینِ مکہ جنگِ بدر کے لئے مکہ سے روانہ ہونے لگے تو بیت اللہ کا پردہ پکڑ کر دعا مانگنے لگے کہ اے اللہ، ہم میں سے جو فریق، بہتر، اعلیٰ اور عزت والا ہو اسے فتح عطا فرمایئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کے مطابق ہی حق اور باطل کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرتے ہوئے حق کو غلبہ عنایت فرمایا، سب سے بڑا غلبہ فتح مکہ کی صورت میں عطا فرمایا کہ کفار مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جس شہر سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا تھا، اسی شہر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم فاتح بن کر داخل ہوئے۔

آیت 20: اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم:

اس آیتِ مبارکہ میں ایمان والوں کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے روگردانی کرنا کفار اور مشرکوں کا شیوہ ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں چاہے جنگ ہو یا امن، سفر ہو یا حضر دکھ ہو یا خوشی، الغرض اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ اور ہر وقت لازمی ہے، کیونکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مسلمانوں کے لئے ایک بہترین نمونہ ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے:- (ترجمہ) ''رسول جو چیز تمہیں دے، اسے لے لو اور جس چیز سے تمہیں منع کرے، اس سے رک جاؤ۔'' (الحشر 59:آیت 7)

سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿21﴾

تو کرتے ہیں کہ ہم نے سن لیا حالانکہ وہ سنتے (کچھ) نہیں۔ ﴿21﴾

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿22﴾

بے شک بدترین مخلوق اللہ کے نزدیک وہ بہرے، گونگے ہیں جو (ذرا) بھی عقل سے کام نہیں لیتے۔ ﴿22﴾

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿23﴾

اور اگر اللہ ان میں کوئی خوبی دیکھتا تو ان کو سننے کی توفیق دے دیتا اور اگر وہ انہیں یہ توفیق دے بھی دیتا تو تب بھی یہ ضرور اعراض کرتے ہوئے بھاگ جاتے۔ ﴿23﴾

آیات 21 تا 22: مشرکین سے مشابہت کی ممانعت:

اللہ تبارک وتعالیٰ ان آیات مبارکہ میں مسلمانوں کو وعظ ونصیحت کی سماعت کا ادب سکھا رہے اور مشرکین کی مشابہت سے منع فرما رہے ہیں کہ اے مومنو، اگر تمہاری خیر خواہی کیلئے بات کی جا رہی ہو تو اسے توجہ سے سنو اور کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو پوچھ لو اور مشرکوں کی طرح نہ بنو جو باوجود نہ سننے کے کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور منافقوں کی طرح بھی نہ بنو جو کہتے ہیں ہم نے بات سن لی اور مان لی، حالانکہ وہ تسلیم واطاعت سے بہت دور ہیں، یعنی اس قسم کے لوگ جو نہ سننے کے باوجود سننے کا اقرار کرتے یا سننے کے باوجود اسے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور عقل وفہم سے کوسوں دور رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔ حالانکہ رُوئے زمین کا ہر جاندار اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مصروف ہے اور اس نے جس کو جس کام کیلئے پیدا کیا ہے وہ اس میں لگا ہوا ہے مگر اللہ عزّ وجل کی عبادت کیلئے پیدا کئے گئے کچھ انسان اس کی عبادت سے انکار کرتے ہیں بلکہ شیاطین کی عبادت کرتے ہیں۔

آیت 23: غیر مسلم صحیح بات (حق) سمجھنا نہیں چاہتے:

اگر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ غیر مسلموں میں طلبِ حق دیکھتے تو ان کو ضرور سننے کی توفیق عطا فرما دیتے، لیکن ان کے اندر حق کو تسلیم کرنے کا جذبہ ہی نہیں ہے۔ اللہ ربّ العزّت کا یہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿24﴾

اے ایمان والو، جب اللہ اور اس کا رسول تمہیں اس کام کی طرف بلائیں جس میں تمہاری زندگی ہو تو انکا کہنا مانو اور جان لو کہ اللہ، بندہ اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوجاتا ہے اور بلاشبہ تم سب کو اللہ ہی کے پاس اکٹھے ہونا ہے۔ ﴿24﴾

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ

اور تم ایسے فتنہ (عذاب) سے بچو کہ جو خاص کر (صرف) ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں سے گناہوں کے مرتکب ہوئے

اصول ہے کہ جب تک بندے خود حق کے طلب گار نہیں ہوتے اس وقت تک وہ انہیں ہدایت نہیں دیتے۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔ (ترجمہ) ''یقیناً اللہ اس وقت تک کسی قوم کی حالت نہیں بدلتے جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلیں۔'' (الرعد 13: آیت 11)

آیت 24: دل اللہ ربّ العزّت ہی کے اختیار میں ہیں:

اللہ تعالیٰ کا علم انتہائی وسیع ہے وہ ہر شخص کے دل کی حالت کو اچھی طرح جانتا ہے اور اس میں چھپے ہوئے رازوں سے بھی واقف ہے اگر دل اللہ ربّ العزّت کی طرف مائل ہونا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ایمان کی دولت سے مالا مال کردیتا ہے اور اگر کفر کی طرف مائل ہونا چاہتا ہے تو اس سے ایمان کی روشنی چھین لی جاتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ بنی آدم کے دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کے درمیان میں ہیں وہ جس طرف چاہتا ہے انہیں پھیر دیتا ہے، پھر آپ ﷺ نے ایمان پر ثابت رہنے کیلئے اس دعا کی تعلیم دی:

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰى دِيْنِكَ

(ترجمہ) ''اے دلوں کے پھیرنے والے (اللہ) ہمارے دلوں کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھئے''

(ابن ماجہ۔ عن نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ)

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿25﴾ ہیں (بلکہ نیک بھی اسکی زد میں آسکتے ہیں) اور یہ جان لو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ ﴿25﴾

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ اور (اس وقت کو) یاد کرو جب تم بہت کم (تعداد میں) تھے، زمین میں کمزور سمجھے جاتے تھے۔ تم اس بات سے ڈرتے رہتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک کر (نہ) لے جائیں،

آیت 25: بری باتوں سے خود بچنا اور دوسروں کو بچانا ضروری ہے:

اس آیتِ مبارکہ میں فتنہ سے مراد عام عذاب ہیں جو کثرت سے بارش یا سیلاب وغیرہ کی صورت میں آتے رہتے ہیں جن سے نیک اور بد سب ہی متاثر ہوتے ہیں۔ اللہ عزّ وجل ایمان والوں کو بری باتوں سے ڈرا رہے ہیں کہ ان سے خود بھی احتیاط برتو اور دوسروں کو بھی بچنے کا حکم دو، ورنہ ان کا وبال نہ صرف مجرموں پر آئے گا بلکہ تم میں سے ہر ایک پر بھی آسکتا ہے۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ گناہوں سے نہ منع کرنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے کچھ لوگ کشتی پر سوار ہوئے ان میں سے کچھ تو نیچے والے حصہ میں ہیں اور کچھ اوپر ہیں نیچے والے پانی لینے کے لئے اوپر آتے ہیں جس سے اوپر والوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے اس لئے نیچے والے ارادہ کرتے ہیں کہ ہم کشتی میں سوراخ کرکے پانی کیوں نہ حاصل کرلیں اور کیوں اوپر والوں کو تکلیف دیں۔ اب اگر اوپر والے ان کا ہاتھ پکڑ لیں اور سوراخ نہ کرنے دیں تو سب ڈوبنے سے بچ جائیں گے ورنہ سب ہی ڈوبیں گے۔ (بخاری)۔ لہٰذا اگر کسی محلّہ، شہر، مجلس میں کوئی برائی ہوتی ہوئی نظر آئے تو اس سے منع کرنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔

(تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر ال عمران 3 آیات: 104 اور 110)

آیت 26: مسلمانوں کو اپنی ترقی پر غور کی دعوت:

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو اپنے احسانات یاد دلا رہا ہے کہ مکی زندگی میں تم تھوڑے سے تھے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے تمہاری تعداد بڑھادی، تم کمزور اور حقیر تھے اللہ عزّ وجل نے تمہیں طاقتور اور صاحبِ اقتدار بنادیا، تم پر دشمنوں کا ڈر چھایا رہتا تھا اس نے تمہاری مدد کی اور تمہیں

فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿26﴾

تو اللہ نے تمہیں جائے پناہ دی اور اپنی نصرت سے قوت پہنچائی اور تمہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق عطا فرمایا تاکہ تم شکر ادا کرو۔ ﴿26﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿27﴾

اے ایمان والو، تم اللہ اور اس کے رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ ہی آپس کی امانتوں میں خیانت کرو جبکہ تم (خیانت کی برائی) جانتے ہو۔ ﴿27﴾

امن وچین کی زندگی بخشی، تم نادار وتنگدست تھے اللہ عزّوجل نے تمہیں اپنی پاکیزہ روزیاں عطا فرمائیں۔ تم نے جوں جوں اللہ کے احکام پر عمل کیا اللہ تمہیں ترقی اور عزت دیتا گیا۔ ان تمام احسانات پر اللہ ربّ العزّت کا شکر ادا کرو۔

آیت 27: خیانت کی ممانعت:

یہ آیت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی جن سے بنو قریظہ کے یہودیوں نے مشورہ کیا کہ وہ سعد رضی اللہ عنہ کو اپنے اور مسلمانوں کے درمیان ثالث بنالیں تو ابو لبابہ رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا کہ وہ تو تمہیں ذبح کروادیں گے۔ اس کے فوراً بعد ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو احساس ہوا کہ انہوں نے اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا راز افشا کرکے خیانت کی ہے اور انہوں نے اس کی معافی کے لئے 9 دن تک اپنے آپ کو مسجدِ نبوی کے ستون کے ساتھ باندھے رکھا، پھر اللہ عزّ وجل نے ان کی توبہ قبول کرلی۔ (مصنف عبد الرزاق)۔ یہ آیت اگرچہ نزول کے اعتبار سے خاص ہے مگر حکم اس کا عام ہے اس لئے کہ امانت فرض کی مانند ہے، اللہ عزّ وجل نے فرائض اپنے بندوں کے پاس امانت رکھے ہیں، انہی کے متعلق حکم دیا جارہا ہے کہ ان میں خیانت نہ کرو اور انہیں صحیح صحیح بجالاؤ۔ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق میں خیانت یہ ہے کہ جلوت میں اللہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع دار بن کر رہے اور خلوت میں اس کے برعکس یعنی معصیت کار۔ اسی طرح یہ بھی خیانت ہے کہ احکام میں سے کسی حکم کو ترک اور ممنوعات میں سے کسی کا ارتکاب کیا جائے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿28﴾

اور جان لو یقیناً تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک امتحان ہے اور (جان لو کہ) بے شک اللہ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے۔ ﴿28﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿29﴾

اے ایمان والو، اگر تم اللہ (کے عذاب) سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تم کو نورِ بصیرت عطا فرمادے گا اور تمہارے گناہوں کو مٹادے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔ ﴿29﴾

آیت 28: مال و اولاد آزمائش ہیں:

مال اور اولاد کی محبت ہی عام طور پر انسان کو خیانت اور اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت سے گریز پر مجبور کرتی ہے اسی لئے ان کو فتنہ (آزمائش) قرار دیا گیا ہے یعنی ان کے ذریعہ انسان کی آزمائش ہوتی ہے کہ ان کی محبت کے ہوتے ہوئے امانت اور اطاعت کے تقاضے پورے کرتا ہے یا نہیں؟ اگر پورے کرتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ اس آزمائش میں کامیاب ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اس وقت تک کوئی شخص (سچا) مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ مجھ سے اپنے نفس، والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہ کرے۔'' (بخاری، مسلم)

(مزید معلومات کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر التغابن 64: آیت 15 اور المنافقون 63: آیت 9)

آیت 29: تقویٰ کے بہترین نتائج:

تقویٰ کا مطلب اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اس کے احکامات پر عمل اور منع کردہ چیزوں سے اجتناب کرنا ہے اور فرقان کے معنیٰ ہیں ایسی چیز جس کے ذریعہ حق و باطل کے درمیان فرق ہوسکے اور یہ قرآنِ مجید کی صفت ہے، اس کے ذریعہ انسان حق و باطل میں فرق محسوس کرتا ہے۔ تقویٰ کی بدولت دل مضبوط، بصیرت تیز اور ہدایت کا راستہ واضح تر ہو جاتا ہے، جس سے انسان کو ہر ایسے موقع پر جب عام انسان شک و شبہ کی وادیوں میں بھٹک رہے ہوں، صراط مستقیم کی توفیق مل

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿30﴾

اور (اے نبی ﷺ یاد کیجئے) جب کفار آپ کے خلاف سازش کر رہے تھے کہ آپ کو قید کر لیں یا قتل کر دیں یا (مکہ سے) نکال دیں اور وہ تو (اُدھر) سازشیں کر رہے تھے اور (اِدھر) اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ سب سے زیادہ بہتر تدبیر کرنیوالا ہے۔ ﴿30﴾

جاتی ہے۔ تقویٰ اختیار کرنے سے بہت سے دینی و دنیاوی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔

(مزید معلومات کیلئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر الطلاق 65: آیات 2 تا 4 اور الحدید 57: آیت 28)

آیت 30: رحمت عالم ﷺ کے قتل کی سازش:

رسول اکرم ﷺ کی دعوت و تبلیغ سے تنگ آ کر قریشِ مکہ نے آپ ﷺ کے متعلق مشورہ کرنا شروع کر دیا کہ آپ ﷺ سے کس طرح چھٹکارہ حاصل کیا جائے۔ کسی نے کہا کہ آپ کو قید کر لیا جائے، کسی نے کہا کہ آپ کو جلاوطن کر دیا جائے اور کسی نے یہ بھی مشورہ دیا کہ آپ ﷺ کو قتل کر دیا جائے۔ بالآخر کفار نے یہ فیصلہ کیا کہ قریش کے ہر قبیلہ میں سے ایک ایک نوجوان آپ ﷺ کو قتل کرنے میں ملوث ہو تا کہ کسی ایک قبیلہ پر اس قتل کا الزام نہ آ سکے اور اسی رات کو یہ عمل سرانجام دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی سازش کی اطلاع آپ ﷺ کو دی، چنانچہ آپ ﷺ اسی رات علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر آرام کرنے کو کہہ کر گھر سے نکلے، مشرکین کے گھیرے سے بحفاظت نکل کر غارِ ثور تشریف لے گئے۔ مشرکین اپنی نیت کے مطابق جب گھر میں داخل ہوئے تو وہاں آپ ﷺ موجود نہیں تھے پھر انہوں نے آپ ﷺ کی تلاش شروع کر دی حتیٰ کہ آپ ﷺ کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے غارِ ثور تک آ گئے، آپ ﷺ کے ساتھ اس وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ مشرکین جب غارِ ثور پر پہنچے تو دیکھا کہ مکڑی نے جالا بُن رکھا ہے، جس سے انہوں نے گمان کیا کہ یہ مکڑی کا جالا اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ یہاں کوئی نہیں ہے، چنانچہ وہ آپ کو پکڑنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ (احمد۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

(آپ ﷺ کی ہجرت کے متعلق تفصیل جاننے کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر التوبہ 9: آیت 40)

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَاۙ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿31﴾

اور جب ان (کفار) کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا، اگر چاہیں تو اس طرح کا کلام ہم بھی کہہ سکتے ہیں، یہ تو صرف گذشتہ قوموں کی کہانیاں ہیں۔ ﴿31﴾

وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿32﴾

اور جب ان لوگوں (مشرکینِ مکہ) نے کہا کہ اے اللہ، اگر یہ (قرآن) آپ کی طرف سے برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسادے یا ہم پر کوئی دردناک عذاب بھیج دے۔ ﴿32﴾

آیت 31: قریشِ مکہ کے غرور اور تکبر کا بیان:

اس آیتِ مبارکہ میں قریشِ مکہ کے تکبر اور غرور کا بیان ہے کہ جب قرآنِ کریم کی تلاوت سنتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں کہ اس میں رکھا ہی کیا ہے۔ ایسا کلام تو ہم بھی بنا کر لاسکتے ہیں حالانکہ اس جیسا کلام تو درکنار وہ اس جیسی ایک سورت بھی نہیں بناسکتے اور خود اپنی ناکامی سے اچھی طرح واقف بھی ہیں۔ دراصل اس طرح کی بے ہودہ باتیں وہ اپنے آپ کو اور دوسرے کفار کو تسلی دینے کیلئے کرتے تھے۔

آیت 32: مشرکین کا جہالت میں حد سے تجاوز:

مشرکین مسلمانوں کی مخالفت وجہالت میں حد سے بڑھ گئے حتیٰ کہ انہوں نے یہ بددعا کرنا شروع کردی کہ اے اللہ، اگر یہ کلام حقیقتاً تیرا ہی کلام ہے اور دینِ اسلام واقعی سچا ہے تو ہم پر پتھروں کی بارش یا کوئی بھی شدید عذاب نازل فرمائیے۔ حالانکہ ان نادانوں کو یہ دعا مانگنا چاہئے تھی کہ اے اللہ، اگر یہ دین سچا ہے تو ہمیں اس کی ہدایت اور اس کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ لیکن عقل کے اندھوں نے اللہ تعالیٰ سے ہدایت کے بجائے عذاب مانگا جس میں ہلاکت کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿33﴾

اور جب تک آپ (ﷺ) ان میں موجود ہیں، اللہ انہیں عذاب نہیں دے گا اور جب تک یہ استغفار کرتے رہیں گے اللہ ان کو عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا۔ ﴿33﴾

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ۭ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿34﴾

اور ان (مشرکینِ مکہ) کو اللہ عذاب کیوں نہ دے، حالانکہ یہ لوگوں کو مسجد حرام سے روکتے ہیں، جبکہ یہ اس کے متولی بھی نہیں ہیں۔ اس کے متولی تو صرف متقی لوگ ہی ہو سکتے ہیں، لیکن ان میں سے اکثر لوگ (حقیقت کا) علم نہیں رکھتے۔ ﴿34﴾

آیات 33 تا 34: مشرکین مکہ پر عذاب نہ آنے کی اہم وجہ:

مشرکینِ مکہ نے تو اپنے حق میں اُس عذابِ الٰہی کو دعوت دی تھی جس کی تاب وہ کبھی نہیں لا سکتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے ان پر شفقت کرتے ہوئے رسول اکرم ﷺ کی موجودگی اور ان کے استغفار کو عذاب کے لئے رکاوٹ بنا دیا حالانکہ ان کے گناہ اس قدر زیادہ تھے کہ انہیں عذاب دیا جائے کیونکہ وہ مسجد حرام کے زبردستی متولی (نگران) بنے ہوئے تھے، اور وہاں عبادت کے لئے صرف ان لوگوں کو اجازت دیتے تھے، جنہیں چاہتے تھے، اسی وجہ سے انہوں نے مسلمانوں اور آپ ﷺ کو صلح حدیبیہ کے موقع پر مسجد حرام جانے سے روک دیا اور انہیں زبردستی واپس جانے پر مجبور کر دیا تھا اور انہوں نے بیت اللہ کے لئے وقف کئے جانے والے جانور بھی وہاں تک نہیں پہنچنے دیئے تھے۔ یہ ان کا شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ تھا، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس گناہ کو بڑا ظلم قرار دیا ہے۔ (پڑھیے البقرہ 2: آیت 114)۔ مشرکینِ مکہ کے انہی گناہوں کی وجہ سے جنگِ بدر اور فتح مکہ کی صورت میں انہیں ذلت و رسوائی کے عذاب کا سامنا کرنا پڑا۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مشرکین پر عذاب نہ آنے کی 2 وجہ تھیں۔ ایک اللہ کے رسول ﷺ کی موجودگی، دوسری لوگوں کا اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرنا۔ اب اللہ کے رسول ﷺ تو اس دنیا سے رخصت ہو گئے بس استغفار رہ گیا ہے۔ (ابن ابی حاتم)۔

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَّتَصْدِيَةً ۭ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿35﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ

اور بیت اللہ کے پاس ان (مشرکین) کی نماز صرف یہ تھی کہ وہ سیٹیاں اور تالیاں بجاتے۔ (ان سے کہا جائیگا) لہٰذا تم اپنے کفر کی وجہ سے عذاب کا مزہ چکھو۔ ﴿35﴾ بلاشبہ یہ کفار اپنا مال اس لئے خرچ کررہے ہیں تاکہ وہ (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکیں۔ یہ اپنا مال خرچ کرتے ہی رہیں گے، پھر وہ (مال) ان کے حق

آیت 35: مشرکین کی عبادت کا طریقہ:

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ گذشتہ آیت میں مشرکین کے گناہوں کا تذکرہ کرنے کے بعد اس آیت میں ان کی اُس مضحکہ خیز عبادت کا ذکر کررہے ہیں جو وہ مسجدِ حرام میں کیا کرتے تھے یعنی اس کے احترام کی بجائے اس میں برہنہ ہوکر کعبہ کا طواف اور زمین پر رخسار (گال) رکھ کر سیٹی اور تالی بجایا کرتے تھے۔ (ابن ابی حاتم) اس قسم کی غلط اور شیطانی حرکتوں کو وہ عبادت کا درجہ دیتے تھے۔ انہی حرکتوں کی وجہ سے ہی غزوہ بدر کے دن یہ عذاب آیا کہ انکے 70 سرکردہ افراد قتل ہوگئے اور 70 قید کرلئے گئے۔

آیت 36: مسلمانوں سے جنگ کے لئے کفار کا مال خرچ کرنا:

اس آیتِ مبارکہ میں ان کفار کے متعلق خبر دی جارہی ہے جو مسلمانوں کے خلاف اپنا مال خرچ کرتے ہیں جیسا کہ قریشِ مکہ نے کیا تھا کہ جب انہیں غزوہ بدر میں شکست ہوئی اور ان کے شکست خوردہ لوگ مکہ واپس آگئے اور ابوسفیان بھی اپنا تجارتی قافلہ لے کر مکہ پہنچ گیا تو کچھ لوگ، جن کے باپ، بیٹے یا بھائی غزوہ بدر میں مارے گئے تھے، ابوسفیان اور جن کا تجارتی سامان میں حصہ تھا، ان کے پاس گئے اور ان سے مطالبہ کرنے لگے کہ اس قافلہ کے ساتھ جو سامان ہے اسے مسلمانوں کے خلاف جنگ بدر کا بدلہ لینے کیلئے استعمال کیا جائے، کیونکہ مسلمانوں نے ہمیں بڑا

حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ۙ﴿36﴾

میں باعثِ حسرت بن جائے گا اور وہ مغلوب ہوجائیں گے اور (تمام) کفار کو دوزخ کی طرف جمع کیا جائیگا۔ ﴿36﴾

لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿37﴾

تاکہ اللہ خبیث کو طیب سے الگ کر دے اور خبیث کو ایک دوسرے سے ملا دے، پھر ان سب کو اکٹھا کر کے جہنم میں ڈال دے۔ ایسے ہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔ ﴿37﴾

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ

(اے نبی ﷺ) آپ کفار سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ باز آجائیں تو ان کے تمام سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اگر یہ

نقصان پہنچایا ہے اس لئے ان سے انتقامی کاروائی ضروری ہے، چنانچہ جنگ احد کے لئے انہوں نے جانی و مالی اعتبار سے خوب تیاری کی لیکن اس کے باوجود بھی جنگ میں مسلمانوں سے ہار گئے اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ یہ لوگ اللہ کے راستہ سے لوگوں کو روکنے کے لئے اپنا مال خرچ کرلیں لیکن ان کے حصہ میں سوائے حسرت اور مغلوبیت کے کچھ نہیں آئے گا اور آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم ہی ہوگا۔

آیت 37: اسلام اچھے اور بُرے لوگوں میں امتیاز کرتا ہے:

آخرت میں تو مسلمان اور کفار الگ الگ ہو ہی جائیں گے مگر دنیا میں بھی اللہ عزّ وجل مسلمانوں اور کفار کو الگ الگ کرنا چاہتے ہیں۔ (مزید تفصیل کیلئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر اٰل عمران 3: آیت 142)

کفار مسلمانوں کے خلاف اپنا مکمل سرمایہ خرچ کرکے بھی مسلمانوں پر برتری حاصل نہیں کرسکے اور خود ہی دیوالیہ ہوگئے، جس کا احساس انہیں بعد میں ہوا۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ تمام کفار کو جہنم میں اس طرح اکٹھا کر دے گا کہ رَش کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر گر رہے ہونگے۔

وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿38﴾

اپنی اسی روش پر قائم رہیں گے تو سابقین (کفار) کے حق میں (ہلاکت کا) قانون نافذ ہو چکا ہے۔ ﴿38﴾

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿39﴾

اور (اے مسلمانو) تم ان (کفار) سے اس وقت تک جہاد کرو جب تک کہ ان میں فتنہ (شرک) نہ رہے۔ اور مکمل دین اللہ ہی کا ہو جائے، پھر اگر یہ (شرک سے) باز آ جائیں تو اللہ انکے اعمال کو اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔ ﴿39﴾

آیت 38: کفار کے لئے معافی کا اعلان:

اس آیتِ مبارکہ میں کفار سے خطاب ہے کہ اگر یہ اب بھی کفر و شرک اور تکبر و غرور سے باز آ کر اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بن جائیں تو ان کے گذشتہ تمام گناہ اور ہر طرح کا کفر و شرک معاف کر دیا جائے گا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:- ❶ ''جو اسلام لا کر خلوص سے عمل کرتا رہا اس کے جاہلیت کے (برے) اعمال کی باز پرس نہ ہوگی اور جس نے اسلام لا کر بھی برے کام کئے اس سے اسکے اگلے پچھلے تمام اعمال کی باز پرس کی جائے گی''۔ (بخاری۔عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ)

❷ ''اسلام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔'' (مسند احمد) اور اگر کفار اسلام نہ لائیں اور جنگ سے بھی باز نہ آئیں تو انہیں گذشتہ قوموں کی طرح عذابِ الٰہی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

آیت 39: جہاد کا مقصد کفر و شرک کو مٹانا ہے:

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ مومنوں کو یہ حکم دے رہے ہیں کہ تم کفار سے اس وقت تک جنگ کرتے رہو جب تک کہ کفر و شرک کا خاتمہ نہ ہو جائے اور اکیلے اللہ عزّ و جل کی عبادت عام ہو جائے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم نے عہد رسالت میں اس آیت پر عمل کیا جب مسلمان تھوڑے تھے اور اسلام لانے کی سزا قتل یا گرفتاری تھی۔ ہم اسلام کی ترقی کے لئے جنگ کرتے رہے یہاں تک اسلام کا بول بالا اور کفر و شرک کے فتنہ کا خاتمہ ہو گیا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:- ''مجھے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم ہے جب تک وہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نہ پڑھ لیں پھر جب

وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿40﴾

اور اگر یہ (کفار حق سے) منہ پھیرلیں تو جان لو کہ اللہ ہی تمہارا کارساز ہے، وہ بہت ہی اچھا کارساز اور بہت ہی اچھا مددگار ہے۔ ﴿40﴾

وہ کلمہ پڑھ لیں گے تو مجھ سے اسلامی حق کے علاوہ اپنی جانیں اور مال محفوظ کرلیں گے اور انکا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے"۔ (بخاری، مسلم)

آیت 40: فتنہ کے ختم ہونے تک جہاد کا حکم:

اللہ ربّ العزّت مسلمانوں کو اس وقت تک جہاد جاری رکھنے کا حکم دے رہے ہیں جب تک شرک و کفر کا فتنہ دنیا سے نہ مٹ جائے۔ عروہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ شروع اسلام میں جو مسلمان ہوتا تو اسے تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا جو ایک بہت ہی بڑی آزمائش تھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا۔ مسلمان وہاں سکون کی زندگی گزار رہے تھے مشرکین کو یہ بات ناگوار گزری، انہوں نے حبش کے بادشاہ کو ورغلانا چاہا مگر کامیاب نہ ہوسکے پھر جب مدینہ میں اسلام پھیلنا شروع ہوا تو مسلمانوں پر مزید سختی کردی گئی یہ دوسری آزمائش تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو طاقت عطا فرمائی اور انہیں کفر و شرک کے خاتمہ تک کفار و مشرکین سے جنگ کا حکم دیا اور مسلمانوں سے مدد کا وعدہ فرمایا کہ اگر کفار تمہاری مخالفت اور مقابلہ پر اڑے رہے تو یقین مانو کہ اللہ، تمہارا آقا، تمہارا دوست اور تم کو دشمنوں پر فتح دینے والا ہے۔ یعنی کفار اگر اللہ پر ایمان نہ لائیں تو پرواہ مت کرو بلکہ تم سب سے کٹ کر ایک اللہ کے ہو جاؤ۔ ان کی ہر چال کا جواب اللہ کے پاس ہے وہ کتنے ہی تمہارے راستے روکیں اللہ تمہیں ہر مشکل اور ہر رکاوٹ سے نکلنے کی تدبیر کر دے گا۔ فرمانِ الٰہی ہے:- (ترجمہ) "اور جس نے اللہ (کی رضا) کے لئے تقویٰ اختیار کیا، اللہ اس کے لئے (ہر مشکل سے) نکلنے کا راستہ بنادیتا ہے اور ایسی جگہ سے اُسے رزق دیتا ہے جہاں سے اس (بندہ) کو گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اس کے لئے (ہر چیز سے) کافی ہے بے شک اللہ اپنا کام پورا کرکے رہتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔" (الطلاق 65: آیت 2 تا 3)

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿41﴾

(اے ایمان والو) جان لو کہ جو کچھ بھی مال غنیمت تمہارے ہاتھ آئے اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ، اسکے رسول (ﷺ) (رسول ﷺ کے) رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے، اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اس (مدد) پر جو ہم نے اپنے بندہ (محمد ﷺ) پر فیصلہ کے دن اتاری تھی، جس دن دونوں فوجیں آپس میں لڑی تھیں، اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ ﴿41﴾

آیت 41: مالِ غنیمت و مالِ فے اور ان کی تقسیم کا بیان:

مالِ غنیمت وہ مال ہے جو کفار سے جنگ میں فتح کے بعد حاصل ہو اور مالِ فے وہ مال ہے جو کفار سے جنگ کئے بغیر صلح، جزیہ یا خراج کے ذریعہ حاصل ہو۔ پہلی امتوں میں یہ طریقہ تھا کہ جنگ میں فتح حاصل کرنے کے بعد سارا مال ایک جگہ جمع کر دیا جاتا تھا اور آسمان سے آگ آ کر اسے جلا دیا کرتی تھی جو اس مال کی اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کی علامت ہوتی تھی، لوگ اس مال سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے، امت محمد یہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ حلال کر دیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ عزّوجل نے میرے لئے مالِ غنیمت حلال قرار دیا ہے حالانکہ یہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھا۔'' (مسلم)۔ مالِ غنیمت کے 5 حصے بنائے جائیں گے، جن میں سے 4 حصے تو ان مجاہدین میں تقسیم کر دیئے جائیں گے جنہوں نے جنگ میں حصہ لیا اور پانچویں حصہ کے مزید 5 حصے کئے جائیں گے۔ ایک حصہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا (جسے فلاحی کاموں میں خرچ کیا جائے) جیسا کہ آپ ﷺ اسے بھی مسلمانوں پر ہی خرچ کیا کرتے تھے۔ دوسرا حصہ رسولِ اکرم ﷺ کے رشتہ داروں، تیسرا یتیموں، چوتھا مسکینوں اور پانچواں مسافروں پر حسبِ ضرورت خرچ کیا جائے۔

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۙ﴿42﴾

(وہ وقت یاد کرو) جب تم (میدانِ بدر میں مدینہ سے) قریبی کنارہ پر تھے اور وہ (کفار) دور والے کنارہ پر اور (ابوسفیان کا) قافلہ (ساحلِ سمندر کی طرف) تم سے نیچے تھا۔ اگر تم (دونوں فریقِ جنگ) نے پہلے ہی سے جنگ کا ایک وقت مقرر کیا ہوتا تو تم ضرور وعدہ خلافی (ٹال مٹول) کر جاتے، لیکن (جو پیش آیا وہ اس لئے ہوا کہ) جو فیصلہ مقرر ہو چکا ہے اللہ اسے ظہور میں لے آئے (اور اس لئے بھی) تاکہ جسے ہلاک ہونا ہے وہ روشن دلیل آنے کے بعد ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہے وہ (بھی) دلیل روشن کے بعد زندہ رہے۔ بیشک اللہ خوب سننے، جاننے والا ہے۔ ﴿42﴾

آیت 42: جنگِ بدر کا بیان:

بدر کی جنگ وہ پہلی جنگ ہے جو رسول اکرم ﷺ کی نبوت کے بعد 2 ہجری 17، رمضان المبارک کو آپ ﷺ کی قیادت میں مشرکینِ مکہ کے خلاف لڑی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو ان کی کثرت تعداد کے باوجود شکست دی۔ مسلمان جنگِ بدر کے دن وادی کے اس کنارہ پر خیمہ زن تھے جو مدینہ منورہ کے قریب ہے جبکہ مشرکین مکہ وادی کے پار اُس کنارہ پر تھے جو مدینہ سے دور اور مکہ کے قریب ہے۔ جنگ بدر والے دن کو یوم الفرقان اس لئے کہا گیا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کے درمیان فرق واضح کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی قلتِ تعداد کے باوجود انہیں فتح عطا فرمائی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ چاہتے تھے کہ اس کا دین بلند ہو اور ہر ایک کے سامنے اسلام کی حقانیت واضح ہو جائے۔ اس واضح دلیل کے آ جانے کے بعد پھر بھی اگر کوئی کفر پر رہنا چاہے تو رہے اس میں اسکا اپنا ہی نقصان ہے اور جو اسلام قبول کرے تو اس کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ؕ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿43﴾

(اے نبی ﷺ وہ وقت یاد کیجئے) جب اللہ نے آپ کو خواب میں ان (کفار) کی تعداد کم دکھائی، اگر وہ (اللہ) آپ کو ان (کفار) کی کثرت دکھاتا تو تم لوگ ضرور ہمت ہار جاتے اور اس (لڑائی کے) معاملہ میں آپس میں اختلاف کرتے لیکن اللہ نے (اختلاف سے) بچالیا۔ وہ دلوں کے بھید سے خوب واقف ہے۔ ﴿43﴾

وَ اِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْۤ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْۤ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿44﴾

اور (اے مسلمانو یاد کرو) جب تم (کفار کے) آمنے سامنے آئے تو اللہ نے ان (مشرکین) کی تعداد تمہاری نظروں میں کم اور تمہاری تعداد بھی ان کی نظروں میں کم دکھائی تاکہ اللہ اس کام کو انجام تک پہنچادے جو ہونے والا تھا اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ ﴿44﴾

آیات 43 تا 44: ہر گروہ نے دوسرے کو کم تعداد میں دیکھا:

اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ (کفار کی ذلت آمیز شکست) نافذ کرنے کے لئے جنگ بدر والے دن مسلمانوں کو مشرکین کی تعداد کم دکھائی تاکہ ان کا حوصلہ بڑھ جائے۔ اسی طرح مشرکین کو مسلمانوں کی تعداد کم دکھائی تاکہ دونوں فریق باہمی جوش وخروش سے ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہوجائیں اور اللہ تعالیٰ اپنی نصرت کے ساتھ مسلمانوں کو غلبہ واستحکام عطا فرمائے، کفار کو ذلیل و رسوا کرے تاکہ ان کا غرور خاک میں مل جائے اور کفر وشرک کا چراغ ہمیشہ کیلئے بجھ جائے۔ بلاشبہ اصل فیصلہ وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کسی کے حق میں یا کسی کے خلاف کرتے ہیں۔ کثرت تعداد اور وسائل سے فتح وشکست کے فیصلے نہیں ہوتے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿45﴾

اے ایمان والو، جب تمہارا کسی دشمن سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرو تا کہ تمہیں کامیابی حاصل ہو۔ ﴿45﴾

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿46﴾

اور اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرتے رہو، آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ تم بزدل ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ ﴿46﴾

آیات 45 تا 46: جنگ کے آداب اور ثابت قدمی کی تعلیم:

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو تنبیہ کر رہے ہیں کہ جب دشمن کے مقابلہ پر آؤ تو ثابت قدمی سے جم کر لڑو، دشمن کی تعداد یا وسائل دیکھ کر گھبراؤ نہیں، اللہ پر ایمان رکھو اور کثرت سے اس کا ذکر کرو (نعرۂ تکبیر بلند کرو) اسی میں مسلمانوں کی فلاح و کامیابی ہے، اس لئے کہ فتح دینا اللہ عزّ وجل کا کام ہے۔ کامیابی کثرتِ تعداد اور قوت پر نہیں ہے بلکہ اللہ ربّ العالمین کی نصرت و مدد کے ساتھ ہے جس کی قوت کے آگے دنیا کی ساری طاقتور افواج مل کر بھی نہیں ٹھہر سکتیں۔ پھر مسلمانوں کو شکست کا کیا خوف ہوسکتا ہے؟ البتہ ہر موقع پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنا اور آپس کے اختلافات سے بچنا ضروری ہے، ورنہ مسلمان اپنی ثابت قدمی سے محروم رہ جائیں گے اور میدانِ جنگ سے بھاگنے پر مجبور ہوجائیں گے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نہ کرے اگر ایسی صورتِ حال پیش آجائے تو پھر بھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہئے اور اس حالت میں بھی اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا چاہئے اور یقین رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کی ضرور مدد کرتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”اے مسلمانو، دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو اور اللہ سے عافیت کے طلبگار رہو اور جب دشمن مقابلہ پر آجائے تو صبر سے کام لو اور یقین رکھو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔ (بخاری)

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّ رِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿47﴾

اورتم ان لوگوں جیسے نہ بنو جو اتراتے ہوئے اور لوگوں کو اپنی شان دکھاتے ہوئے گھروں سے نکلے اوروہ (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکتے تھے، وہ جوکچھ کررہے تھے،اللہ اسکا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ ﴿47﴾

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ

اور (یادکرو) جب ان (کفار) کے اعمال کو شیطان ان کے لئے خوبصورت بناکر پیش کررہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ آج لوگوں میں سے کوئی بھی تم پر غالب نہیں آسکتا،

آیت 47: جہاد پر جاتے ہوئے ریاکاری سے بچنے کا حکم:

اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کوحکم ہے کہ مشرکین کا طریقہ اختیار کرنے سے بچیں کہ وہ اپنے شہروں سے حق مٹانے کے لئے اتراتے ہوئے نکلتے ہیں۔ جیسا کہ جنگ بدر کے موقع پر ابو جہل 1000 کا لشکر لے کر میدان کی طرف آرہا تھا تو اسے راستہ میں ہی معلوم ہوگیا کہ جس قافلہ کی حفاظت کے لئے وہ نکلے ہیں وہ بحفاظت مکہ روانہ ہوگیا ہے تو اسے کہا گیا کہ ہم بھی واپس چلیں، مگراس نے کہا کہ ہم تو ضرور بدر جائیں گے، وہاں اونٹ ذبح کرکے خوب کھائیں گے، شراب پئیں گے اور گانے سنیں گے تاکہ لوگوں میں شہرت ہوجائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے ارمان خاک میں ملا دیئے اور اسی میدان میں اسے قتل کروا کر ایک گڑھا میں پھنکوادیا۔ اس سے تمام مسلمانوں کوعبرت حاصل کرنی چاہئے کہ اللہ عزّوجل کی تدبیر کے سامنے کسی کی کوئی بھی چال کامیاب نہیں ہوسکتی اور انہیں توبہ کرتے ہوئے صرف اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں زندگی گزارنی چاہئے۔

آیت 48: غزوۂ بدر میں شیطان کی شمولیت اور فرار:

غزوۂ بدر کے دن شیطان مشرکین کو سراقہ بن مالک کی شکل میں آکر انہیں ان کے کام بہت

الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿48﴾

میں خود بھی تمہارا حمایتی ہوں لیکن جب دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا تو شیطان الٹے پاؤں پھر گیا اور کہنے لگا میں تو تم سے بری ہوں۔ بے شک میں وہ (فرشتے) دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے ہو۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ ﴿48﴾

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ

جب منافق اور جن کے دلوں میں روگ تھا کہہ رہے تھے کہ انہیں (مسلمانوں کو) تو ان کے دین نے دھوکہ میں ڈال دیا ہے اور

اچھے دکھار ہا تھا کہ تمہاری نقل وحرکت بہت اچھی ہے، ارادے نیک ہیں، عزم پختہ اور طاقت مانی ہوئی ہے۔ تمام عرب تمہارا لوہا مانتا ہے، تمہاری طرف کوئی ٹیڑھی نگاہ سے بھی نہیں دیکھ سکتا، دنیا کی کوئی طاقت تمہیں ہرا نہیں سکتی اور تم بڑے بہادر اور جنگجو ہو، کامیابی تمہارے قدم چومے گی اور میدان تمہارے ہی ہاتھ رہے گا۔ تمہارے پیچھے بنو بکر جو تمہارے دشمن ہیں مکہ پر حملہ نہیں کر سکتے۔ میں تمہارا پشت پناہ ہوں اور ہر طرح کی حمایت کیلئے تیار ہوں۔ لیکن جب اللہ عزّ وجل نے آپ ﷺ اور مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتوں کو نازل فرمایا تو شیطان انہیں دیکھ کر بھاگنے لگا۔ اس وقت اس کا ہاتھ ایک مشرک کے ہاتھ میں تھا جب وہ اس سے ہاتھ چھڑا کر بھاگا تو مشرک نے اسے کہا کہ اے سراقہ تو نے ہماری مدد کرنے کو کہا تھا اور اب بھاگ رہا ہے تو اس نے جواب دیا کہ آج میں وہ (فرشتے) دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے ہو۔ میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اس لئے کہ اللہ عزّ وجل کا عذاب بہت ہی سخت ہے۔

آیت 49: مسلمانوں پر مذہبی جنون کا الزام:

جنگ بدر میں کفار مسلمانوں کو دیکھ کر مذاق اڑانے لگے کہ ان چند نہتے مذہبی دیوانوں کو دیکھو کہ

دِيْنُهُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿49﴾

جو بھی اللہ پر بھروسہ کرے تو بے شک اللہ زبردست، خوب حکمت والا ہے۔ ﴿49﴾

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿50﴾

کاش آپ دیکھیں جب فرشتے کفار کی روح قبض کرتے ہیں تو ان کے منہ اور پیٹھ پر مارتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) تم جلا دینے والے عذاب کا مزہ چکھو۔ ﴿50﴾

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ

یہ اسی کا بدلہ ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے بے شک...

ہم جیسی کثیر تعداد مسلح فوج سے ٹکرا رہے ہیں۔ انہیں تو ہم ابھی موت کے گھاٹ اتار کر چند لمحوں میں ختم کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن کا اللہ پر بھروسہ ہے وہ تھوڑے ہونے کے باوجود بھی مضبوط ہوتے ہیں کیونکہ فتح وشکست تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے جو سب پر غالب اور حکمتوں والا ہے۔ جس کے ہاتھ میں عزت وذلت، حکومت وسلطنت اور غلبہ واقتدار ہے۔ لہٰذا غلبہ حق کو ہی ہوتا ہے، یہ اللہ عزّ وجل کے قانون اور انصاف کا تقاضا ہے۔

آیت 50: کفار کی روح نکلنے کا خوفناک منظر:

اللہ عزّ وجل اپنے نبی ﷺ سے فرمارہے ہیں کہ اگر آپ فرشتوں کو کفار کی روحیں قبض کرتے ہوئے دیکھ لیں تو آپ ایک ہولناک منظر دیکھیں گے، اس وقت فرشتے انکے چہروں اور کمروں پر بری طرح سے چوٹیں مارتے اور ان سے کہتے کہ جلنے والا عذاب چکھتے رہو۔ جنگِ بدر میں بھی یہ منظر سامنے آیا کہ سامنے سے مسلمانوں کی تلواریں پڑ رہی تھیں اور پیچھے سے کمروں پر (فرشتوں کے) نیزے اور تیر گھونپے جارہے تھے۔

آیت 51: یہ کفار پر ظلم نہیں بلکہ بداعمالیوں کی سزا ہے:

اللہ ربّ العزّت فرمارہے ہیں کہ کفار کی روح نکلتے وقت فرشتوں کی مار، ان کی بداعمالیوں کی سزا ہوتی ہے۔ اللہ عزّ وجل کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ ہاں، حق اور انصاف سے اعمال کا پورا پورا بدلہ

اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿51﴾ اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔ ﴿51﴾

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿52﴾

ان کی عادت آلِ فرعون اور ان لوگوں کی عادت جیسی ہے جو ان سے پہلے تھے، انہوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا تو اللہ نے انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا۔ بے شک اللہ بہت ہی طاقتور اور سخت عذاب دینے والا ہے۔ ﴿52﴾

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا

یہ اس لئے کہ اللہ کوئی نعمت جو اس نے کسی قوم کو عطا فرمائی ہو، نہیں بدلتا (چھینتا)

ضرور دیتے ہیں۔ حدیث قدسی ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے میرے بندو، میں نے اپنی ذات پر ظلم حرام کرلیا ہے اور تم پر بھی اسے حرام کردیا ہے۔ لہٰذا تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو، اے میرے بندو، میں تمہارے اعمال تمہیں بدلہ دینے کے لئے محفوظ کررہا ہوں۔ پھر جو شخص اچھائی پالے اسے میری تعریف بیان کرنی چاہیئے اور جو شخص برائی پائے اسے اپنے آپ کو ہی ملامت کرنی چاہئے''۔ (مسلم۔عن ابی ذر رضی اللہ عنہ)

آیت 52: رسالت کے منکر عذابِ الٰہی کے مستحق ہیں:

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرمارہے ہیں کہ اے نبی ﷺ، آپ کو نہ ماننے والوں نے آپ کے ساتھ وہی کیا جو ان سے پہلے دیگر قوموں نے کیا تھا کہ انہوں اپنے انبیا علیہم السلام کو جھٹلایا اور ان کی مخالفت پر تل گئے۔ ہم نے بھی ان کے ساتھ وہی کیا جو ان جیسے لوگوں کے ساتھ ہمارا طریقہ ہے۔ جو ہم نے آلِ فرعون کے ساتھ اور ان سے پہلے دیگر جھٹلانے والی قوموں کے ساتھ کیا تھا جو ہماری آیات کا انکار کرتے تھے ہم نے انہیں انکے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا اور انھیں نیست و نابود کردیا۔ (پڑھیے ترجمہ وتفسیر یونس10: آیات90تا92)

آیات 53 تا54: اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف کا بیان:

اللہ عزّوجل کے احکامات میں مکمل عدل وانصاف ہے۔ جب تک کوئی قوم ناشکری کا راستہ اختیار

نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿53﴾

جب تک کہ وہ خود اپنے دلوں کی حالت کو نہ بدل دیں بے شک اللہ خوب سننے اور جاننے والا ہے۔ ﴿53﴾

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿54﴾

ان کی عادت آلِ فرعون اور ان لوگوں کی عادت جیسی ہے جو ان سے پہلے تھے، انہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کردیا اور آلِ فرعون کو غرق کردیا اور وہ سب ظالم تھے۔ ﴿54﴾

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿55﴾ ۚ

تمام جانداروں میں بدتر (مخلوق) اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر اختیار کیا، پھر کسی طرح وہ ایمان لانے کو تیار نہیں ہوتے۔ ﴿55﴾

کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکامات سے اعراض کرکے اپنے احوال کو نہیں بدل لیتی، اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمتوں کا دروازہ بند نہیں فرماتا۔ اللہ تعالیٰ گناہوں کی وجہ سے اپنی نعمتیں چھین لیا کرتا ہے۔ اسکے انعامات کا مستحق بننے کے لئے ضروری ہے کہ گناہوں سے بچا جائے۔ فرمان الٰہی ہے:- (ترجمہ) ''اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدلے اور جب اللہ کسی قوم کو (گناہوں کی وجہ سے) کوئی نقصان پہنچانا چاہتا ہے تو اسے کوئی ٹال نہیں سکتا اور نہ ہی اس کا کوئی حمایتی کھڑا ہوسکتا ہے''۔ (الرعد13: آیت11) قوم فرعون اور ان جیسی نافرمان اقوام بلاسبب ہلاک نہیں ہوئیں، بلکہ وہ بھی کفر کرتے ہوئے گناہوں میں حد سے بڑھ گئے تھے، ان کے انہی برے اعمال کی وجہ سے انہیں تباہ کردیا گیا۔

آیات 55 تا 56: کفار بدترین مخلوق ہیں:

ان آیاتِ مبارکہ میں اللہ عزّوجل یہ بتارہے ہیں کہ کفار کفر کا ارتکاب کرکے بدترین مخلوق بن

اَلَّذِیْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِیْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا یَتَّقُوْنَ ﴿56﴾

وہ لوگ جن سے آپ نے معاہدہ کیا پھر ہر موقع پر وہ اپنا معاہدہ توڑ دیتے ہیں اور وہ (اللہ سے ذرا بھی) خوف نہیں کھاتے۔ ﴿56﴾

فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِی الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ﴿57﴾

پھر جب جنگ میں آپ ان پر غالب آجائیں تو انہیں ایسی (عبرتناک) سزا دیں کہ انکے پچھلے بھی سبق حاصل کریں۔ ﴿57﴾

وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَیْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ

اور (اے نبی ﷺ) اگر آپ کو کسی قوم کی طرف سے خیانت (بدعہدی) کا ڈر ہو تو برابری (کی سطح) پر ان کا عہد توڑ دیں

گئے ہیں۔ جن کی عادت یہ بن چکی تھی کہ ہر بار عہد کر کے توڑ دیتے تھے اور اس کے برے نتائج سے ذرا بھی نہیں ڈرتے تھے۔ بعض مفسرین نے اس سے یہود کے قبیلہ بنو قریظہ کو مراد لیا ہے، جن سے رسول اللہ ﷺ کا یہ معاہدہ تھا کہ وہ کفار کی مدد نہیں کریں گے لیکن انہوں نے اس معاہدہ کی پاسداری نہیں کی اور جنگ خندق میں کفار کا ساتھ دیا۔

آیت 57: میدانِ جنگ میں کفار کے ساتھ سختی سے پیش آنے کا حکم:

اس آیت مبارکہ میں میدانِ جہاد میں کفار کا سختی سے مقابلہ کرنے اور بھاگنے پر ان کا شدید انداز میں تعاقب کرنے کا حکم ہے تاکہ انکے دلوں میں مسلمانوں کا رعب بیٹھ جائے اور جو کفار وہاں موجود نہ ہوں وہ بھی اس سے سبق حاصل کریں اور انکے دلوں میں بھی مسلمانوں کا رعب بیٹھ جائے اور یہ طریقہ عہد شکنی کرنے والے کفار کیلئے بھی کارگر ثابت ہوتا ہے۔

آیت 58: کفار کی عہد شکنی کے بارے میں حکم:

اس آیت مبارکہ میں جس خیانت کا تذکرہ ہے اس خیانت سے کافر قوم کی عہد شکنی مراد ہے۔ جب مسلمانوں کا کسی کافر قوم سے عہد ہو اور اس قوم سے عہد شکنی کا خطرہ ہو تو اس صورت میں

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ﴿58﴾ بے شک اللہ خیانت (بدعہدی) کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ﴿58﴾

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۚ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ﴿59﴾ کفار یہ خیال نہ کریں کہ وہ بچ نکلے ہیں بے شک وہ (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے۔ ﴿59﴾

مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ ان کی طرح خیانت نہ کریں، بلکہ اعلانیہ طور پر عہد ختم کر دیں یعنی انہیں باقاعدہ مطلع کیا جائے کہ آئندہ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں، تاکہ دونوں فریق اپنے اپنے طور پر اپنی حفاظت کے ذمہ دار ہوں، کوئی ایک فریق لاعلمی اور مغالطہ میں نہ مارا جائے۔ عہد شکنی، یعنی جس قوم سے معاہدہ ہو اور وہ معاہدہ کی خلاف ورزی کرے تو ایسے دشمن پر بغیر بتائے حملہ آور ہونا اگر مسلمانوں کی طرف سے بھی ہو تو، یہ بھی خیانت ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔ سلیم بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور رومیوں کے درمیان معاہدہ تھا۔ جب معاہدہ کی مدت ختم ہونے کے قریب آئی تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے روم کی سرزمین کے قریب اپنی فوجیں جمع کرنا شروع کر دیں، تاکہ معاہدہ کی مدت ختم ہوتے ہی رومیوں پر حملہ کر دیا جائے۔ جب عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ کے علم میں یہ بات آئی تو انہوں نے ایک حدیثِ رسول بیان فرمائی اور اس فعل کو معاہدہ کی خلاف ورزی قرار دیا۔ جس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی فوجیں واپس بلا لیں۔ (ابوداؤد)

آیت 59: انسان ہر قت اللہ کی مضبوط گرفت میں ہے:

اس آیت مبارکہ میں اللہ عزّوجل کفار کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ اگر وہ کسی جگہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے ہیں تو وہ یہ خیال نہ کریں کہ اب وہ مسلمانوں سے بچ کر نکل گئے ہیں۔ کفار بھاگ کر کہیں بھی جائیں، اللہ تعالیٰ کی مضبوط گرفت تو ہر جگہ ہے، آسمان و زمین کا کوئی ایسا گوشہ نہیں جہاں اللہ تعالیٰ کی گرفت و قدرت نہ ہو۔ اس لئے انسان کو ہر وقت اللہ عزّوجل کی خوشنودی والے اعمال کرنے چاہئیں۔ (مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ و تفسیر النور 24: آیت 57)

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿60﴾

(اے مسلمانو) تم ان (کفار) کے مقابلہ کے لئے اپنی مقدور بھر (استطاعت کے مطابق) قوت اور جنگی گھوڑے تیار رکھو، جن سے تم اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں اور انکے علاوہ دوسروں کو ڈرائے رکھو، جنہیں تم نہیں جانتے (مگر) اللہ انہیں خوب جانتا ہے۔ تم اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کروگے تمہیں اس کا پورا پورا ثواب دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ ﴿60﴾

وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا

اگر وہ (کفار) صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی صلح کی طرف مائل ہو جائیں اور

آیت 60: مسلمانوں کو ہر وقت جنگی ساز و سامان سے لیس رہنے کا حکم:

اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو اپنا دفاعی نظام مضبوط رکھنے کا حکم ہے کہ وہ ہر قسم کے جنگی ساز و سامان سے مسلح رہیں اور دشمن کو منہ توڑ جواب دینے کی ہمیشہ تیاری رکھیں۔ اسی آیت مبارکہ کے تحت آج کل کے جنگی ہتھیار (مثلاً میزائل، ٹینک، بم، ایٹم بم، جنگی جہاز اور بحری جنگ کے لئے آبدوز وغیرہ) کی تیاری ضروری ہے۔

آیات 61 تا 62: کفار سے صلح کا بیان:

ان آیات مبارکہ میں مسلمانوں کو یہ تعلیم دی جارہی ہے کہ اگر حالات جنگ کے بجائے صلح کرنے کے حق میں زیادہ مناسب ہوں اور دشمن بھی صلح کا ارادہ رکھتا ہو تو صلح کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر صلح سے دشمن کا مقصد دھوکہ اور فریب ہو، تب بھی گھبرانے کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہوئے صلح کر لینا بہتر ہے، یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ مسلمانوں کو

وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿61﴾

اللہ پر بھروسہ رکھیں، یقیناً وہ خوب سننے اور جاننے والا ہے۔ ﴿61﴾

وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿62﴾ۙ

اگر وہ آپ کو دھوکہ دینا چاہیں تو بے شک اللہ آپ کے لئے کافی ہے، وہی تو ہے جس نے اپنی مدد سے اور مومنوں کے ذریعہ سے آپکی تائید کروائی ہے۔ ﴿62﴾

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ

اور اسی (اللہ) نے ان (مومنوں) کے دلوں میں باہمی الفت (محبت) بھی ڈال دی، (اے نبی ﷺ) اگر آپ زمین کے سب خزانے بھی خرچ کر دیتے تو بھی ان

دشمن کے فریب سے محفوظ رکھے گا اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے بندوں کی مدد کے لئے کافی ہے۔ لیکن صلح کی اجازت صرف ایسے حالات میں ہے جب مسلمان کمزور ہوں اور صلح کرنے میں ہی اسلام اور مسلمانوں کا مفاد ہو لیکن جب مسلمان قوت اور وسائل میں طاقتور ہوں تو اس صورت میں صلح کی بجائے کافروں کی قوت اور شوکت کو توڑنا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ نے مشرکین سے کڑی شرائط کے باوجود صلح کر لی تھی۔ (مسند احمد۔ عن علی رضی اللہ عنہ)

آیت 63: مسلمانوں میں باہمی الفت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے:

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ اور مومنوں پر اپنے جن احسانات کا ذکر فرمایا ہے ان میں سے ایک بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے نبی کریم ﷺ کی مومنین کے ذریعہ سے مدد فرمائی، وہ آپ کے دست وبازو اور محافظ ومعاون بن گئے۔ مومنین پر یہ احسان فرمایا کہ ان کے درمیان پہلے جو عداوت تھی، اسے الفت ومحبت میں تبدیل فرما دیا، پہلے وہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے، اب ایک دوسرے کے جاں نثار بن گئے، پہلے ایک دوسرے کے دشمن تھے اب آپس میں رحیم وشفیق

بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿63﴾

کے دلوں میں الفت پیدا نہیں کر سکتے تھے، لیکن اللہ ہی نے ان میں الفت ڈالی ہے، یقیناً وہ غالب اور خوب حکمت والا۔ ﴿63﴾

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿64﴾ ع

اے نبی (ﷺ) آپ کے لئے اللہ ہی کافی ہے اور ان (مومنوں) کے لئے بھی جو آپ کی پیروی کرتے ہیں۔ ﴿64﴾

ہو گئے، اللہ ہی نے مسلمانوں کو آپ ﷺ کی تصدیق واطاعت پر جمع فرما کر انہیں جاں نثاری کا جذبہ عطا فرمایا۔ اگر آپ ﷺ دنیا کی پوری دولت خرچ کر کے ان میں اتحاد پیدا کرنا چاہتے تو ان کی باہمی دشمنی اور دلی کڑواہٹ زائل نہیں فرما سکتے تھے اور ان کے دلوں میں محبت پیدا نہیں کر سکتے تھے۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔ (ترجمہ) ''تم اپنے اوپر اللہ کی (وہ) نعمت یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے پھر اس نے تمہارے دلوں میں محبت پیدا کر دی پھر اسکی مہربانی سے تم (آپس میں) بھائی بھائی بن گئے''۔ (اٰل عمران 3: آیت 103)

آیات 64 تا 65: جہاد کا شوق دلانے کا حکم:

اللہ عزّ وجل اپنے نبی ﷺ کو اور مسلمانوں کو جہاد کا شوق دلا رہے ہیں اور انہیں یہ بشارت بھی سنا رہے ہیں کہ اگرچہ دشمن کی اکثریت ہی کیوں نہ ہو اور ان تک مسلسل تازہ دم فوج بھی پہنچ رہی ہو اور تمہاری تعداد بہت ہی کم ہو، اس وقت بھی تمہیں ڈرنے اور گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ اللہ عزّ وجل اکیلا ہی تمہاری مدد کے لئے کافی ہے اور وہی تمہیں غالب کرنے والا ہے۔ مسلمانوں کو مزید بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے ثابت قدمی سے لڑنے والے 20 مجاہدین 200 دشمنوں پر اور 100 مجاہدین 1000 پر غالب رہیں گے۔ رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جب مسلمانوں کو جہاد کی طرف رغبت دلانے کا حکم دیا تھا تو اس حکم کے مطابق نبی ﷺ جنگ سے قبل صحابہ رضی اللہ عنہم کو جہاد کی ترغیب دیتے اور اس کی فضیلت بیان فرماتے۔ جیسا کہ غزوۂ بدر کے موقع پر جب مشرکین اپنی بھاری تعداد اور بھرپور وسائل کے ساتھ میدان میں آئے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿65﴾

اے نبی (ﷺ) ایمان والوں کو جہاد کا شوق دلایئے۔ اگر تم میں 20 بھی صبر کرنے والے ہوں گے، تو وہ 200 (کفار) پر غالب آجائیں گے اور اگر تم میں 100 ہونگے تو 1000 کفار پر غالب آجائیں گے، اس لئے کہ وہ (کفار) بے سمجھ لوگ ہیں۔ ﴿65﴾

اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ

اب اللہ نے تم پر تخفیف کردی ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ تمہارے اندر کچھ کمزوری ہے، چنانچہ اگر تم میں سے 100 صبر کرنے

تو آپ ﷺ نے فرمایا:-''ایسی جنت میں داخل ہونے کے لئے کھڑے ہوجاؤ، جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔'' ایک صحابی عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ نے کہا:''اس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے؟'' رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:-''جی ہاں،'' عمیر رضی اللہ عنہ نے اس پرخوشی کا اظہار کیا اور یہ امید ظاہر کی کہ میں جنت میں جانے والوں میں سے ہوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:-''تم جنت میں جانے والوں میں سے ہوگے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی تلوار کی میان توڑ ڈالی اور کھجوریں نکال کر کھانے لگے، پھر جو ہاتھ میں بچ گئیں وہ پھینک دیں اور کہنے لگے کہ ان کے کھانے تک میں زندہ رہا تو یہ طویل زندگی ہوگی، پھر آگے بڑھے اور دلیری سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔'' (مسلم)

آیت 66: تخفیف مسلمانوں کے دل بڑھانے کے لئے تھی:

پچھلی آیت میں جو بشارت سنائی گئی کہ اے مسلمانو، تمہارے ثابت قدمی سے لڑنے والے بیس مجاہد دوسو پر اور ایک سو ایک ہزار کفار پر غالب رہیں گے، صحابہ رضی اللہ عنہم پر یہ گراں گزرا، کیونکہ اس کا مطلب یہ تھا ایک مسلمان دس کفار کے لئے بیس' دوسو کے لئے اور سوایک ہزار کے لئے کافی ہیں اور کفار کے مقابلہ میں مسلمانوں کی اتنی تعداد ہو تو جہاد فرض اور اس سے گریز ناجائز ہے،

مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿66﴾

ہوں گے تو وہ 200 (کفار) پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے 1000 ہوں گے تو وہ اللہ کے حکم سے 2000 (کفار) پر غالب آئیں گے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ ﴿66﴾

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ

کسی نبی کے لئے لائق نہیں کہ اس کے

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس میں تخفیف فرما کر ایک اور دس کا تناسب کم کر کے ایک اور دو کا تناسب کر دیا تا کہ مسلمانوں کا دل بڑھ جائے۔ (مفہوم حدیث بخاری)

یہ حکم 2ھ کا ہے جس وقت مسلمان تازہ تازہ اسلام میں داخل ہوئے تھے اور ان کی تربیت ابتدائی مراحل میں تھی، بعد میں جب مسلمان پختگی کو پہنچ گئے تو حقیقت میں یہ نسبت ایک اور دس ہی کی قائم ہوگئی اس لئے کہ آپ ﷺ کے آخری عہد اور خلفائے راشدین کے زمانہ کی لڑائیوں میں بارہا یہ نسبت ثابت ہوئی اور آیت کا آخری حصہ صبر و ثابت قدمی کی تعلیم دے رہا ہے۔

آیت 67: بدر کے قیدیوں کے متعلق فیصلہ:

جنگ بدر میں 70 کفار مارے گئے اور 70 ہی قیدی بنا لئے گئے، یہ کفر و اسلام کا چونکہ پہلا باقاعدہ معرکہ تھا۔ لہٰذا قیدیوں کے متعلق احکام پوری طرح واضح نہیں تھے کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ چنانچہ نبی ﷺ نے ان 70 قیدیوں کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ ان کو قتل کر دیا جائے یا فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے؟ جواز کی حد تک دونوں ہی باتوں کی گنجائش تھی۔ لہٰذا جواز کی بنیاد پر فدیہ لے کر رہا کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ مشاورت میں عمر رضی اللہ عنہ نے یہ مشورہ دیا تھا کہ کفر کی قوت و شوکت توڑنے کے لئے ضروری ہے کہ ان قیدیوں کو قتل کر دیا جائے، کیونکہ یہ کفر اور کفار کے سرغنہ ہیں، یہ آزاد ہو کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اور زیادہ سازشیں کریں گے۔ جبکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ انہیں فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے اور اس مال سے آئندہ جنگ کی تیاری کی جائے۔ رسول اکرم ﷺ نے بھی اسی رائے کو پسند فرمایا اور

اَسْرٰی حَتّٰی یُثْخِنَ فِی
الْاَرْضِ ؕ تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ
الدُّنْیَا ۖ وَاللّٰهُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ
وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿67﴾
لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ
لَمَسَّكُمْ فِیْمَاۤ اَخَذْتُمْ
عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿68﴾

پاس قیدی ہوں جب تک کہ وہ زمین میں دشمنوں کو اچھی طرح کچل نہ دے۔ (اے مسلمانو) تم دنیا کے فائدے چاہتے ہو اور اللہ (تمہاری) آخرت چاہتا ہے اور اللہ زبردست، خوب حکمت والا ہے۔ ﴿67﴾ اگر پہلے ہی سے اللہ کی طرف سے (یہ) بات لکھی ہوئی نہ ہوتی تو تم (مسلمانوں) نے (بدر کے قیدیوں سے) جو (فدیہ) لیا، اسکے بدلہ میں تمہیں بڑی سزا ملتی۔ ﴿68﴾

بدر کے تمام قیدیوں سے فی کس 4 ہزار درہم فدیہ وصول کر کے انہیں رہا کر دیا۔ جس پر یہ اور اس کے بعد والی آیات نازل ہوئیں۔ (ابوداؤد)۔ جب کفر کا غلبہ ختم ہو گیا تو قیدیوں کے بارے میں امام وقت کو اختیار دے دیا گیا کہ وہ چاہے تو قتل کر دے، فدیہ لے کر چھوڑ دے یا مسلمان قیدیوں کے ساتھ تبادلہ کر لے اور چاہے تو ان کو غلام بنا لے، حالات کے مطابق کوئی بھی فیصلہ کرنا جائز ہے۔ بدر کے قیدیوں کے متعلق بظاہر یہ فیصلہ بہتر تھا کہ ان سے فدیہ لے لیا جائے چنانچہ آپ ﷺ نے اسی پر عمل کیا۔ آپ ﷺ کا ہر فعل اور قول اللہ تعالیٰ ہی کی مشیت سے ہوا کرتا ہے، لیکن اس مقام پر دنیا کے تمام لوگوں کے لئے یہ واضح کرنا مقصود تھا کہ ایک ہستی ایسی بھی ہے جس سے کوئی خلافِ اولیٰ کام سرزد نہیں ہوتا اور وہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے۔

آیت 68: مسلمانوں پر عذاب نہ آنے کی وجوہات:

اس آیت مبارکہ میں اللہ عزوجل مسلمانوں نے کفار سے جو فدیہ وصول کیا اس پر عتاب نہ آنے کی وجہ کا تذکرہ فرما رہے ہیں کہ تقدیر میں یہ لکھ دیا گیا تھا کہ بدر کے شرکاء کے سارے گناہ بخش دیئے گئے ہیں، مالِ غنیمت بھی اس امت کے لئے حلال ہے، اللہ کا یہ فیصلہ بھی ہے کہ کسی قوم کو ہدایت مل جائے اور وہ تقویٰ اختیار کرے تو اسے گمراہ نہیں کیا جائے گا اور رسول اکرم ﷺ کی موجودگی عذاب الٰہی کے لئے مانع ہے۔

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿69﴾

چنانچہ جو حلال اور پاکیزہ (مال) غنیمت تم نے حاصل کیا ہے، اسے کھاؤ اور اللہ (کے عذاب) سے ڈرتے رہو، یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ﴿69﴾

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ

اے نبی (ﷺ) جو قیدی آپ کے ہاتھوں گرفتار ہوئے ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ

آیت 69: مسلمانوں کے لئے مالِ غنیمت حلال ہے:

سابقہ آیات کی وجہ سے کچھ مسلمان مالِ غنیمت کے استعمال سے گریز کرنے لگے جس پر اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ مسلمانوں کے لئے مالِ غنیمت حلال ہے وہ اسے شوق سے کھاسکتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:- ❶ ''مجھے 5 خاص چیزیں ملی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملی تھیں۔ ① میرا رعب ایک مہینہ کی مسافت سے پڑجاتا ہے۔ ② تمام زمین میرے لئے مسجد اور پاک بنادی گئی ہے۔ ③ میرے لئے مالِ غنیمت حلال ہے جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں تھا۔ ④ مجھے شفاعت کا حق عطا کیا گیا۔ ⑤ ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف معبوث کیا جاتا رہا لیکن مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا۔'' (بخاری۔عن جابر رضی اللہ عنہ) ❷ ''اللہ تعالیٰ نے ہماری کمزوری اور عاجزی کو دیکھتے ہوئے ہم پر مالِ غنیمت کو حلال کردیا۔'' (بخاری، مسلم)

❸ ''اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے میری امت کو دوسری امتوں پر فضیلت عطا فرمائی اور ہمارے لئے مالِ غنیمت کو حلال کردیا۔'' (ترمذی۔عن ابی امامہ رضی اللہ عنہ)

آیات 70 تا 71: بدر کے قیدیوں میں سے اسلام لانے والوں کا بیان:

بدر میں کچھ ایسے بھی قیدی تھے جن کے دل میں اسلام کی جستجو تھی اور جن سے فدیہ لے لیا گیا تھا ان کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں کہ آپ ﷺ ان قیدیوں سے کہہ دیں کہ اگر تم ایمان لے آؤ تو اس فدیہ کا بہترین نعم البدل اللہ تعالیٰ تمہیں عطا فرمائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ان

يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿70﴾

اگر اللہ تمہارے دلوں میں نیک نیتی دیکھے گا تو جو(فدیہ) تم سے لیا گیا اس سے کہیں بہتر تمہیں عطا فرمائے گا اور پھر تمہارے گناہ بھی معاف فرمادیگا اور اللہ بڑا بخشنے والا،نہایت ہی مہربان ہے۔ ﴿70﴾

وَ اِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿71﴾

اور (اے نبی ﷺ) اگر وہ (کفار) آپ سے خیانت (دغا) کرنا چاہیں تو وہ پہلے ہی اللہ سے خیانت کرچکے ہیں پھر اس نے انہیں تمہارے قبضہ میں دیدیا اور اللہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ ﴿71﴾

قیدیوں میں عباس رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے جنہیں مشرکین مکہ زبردستی جنگ کیلئے ساتھ لائے تھے۔ان سے جب فدیہ کا مطالبہ کیا گیا تو کہنے لگے کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں، آپ ﷺ کو اپنے چچا کی طبیعت کا اندازہ تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپکا وہ مال کہاں گیا جو آپ اور آپ کی بیوی امّ الفضل نے مل کر زمین میں دفن کیا تھا؟ عباس رضی اللہ عنہ کے لئے یہ عجیب بات تھی کیونکہ اس مال کا انہیں اور امّ الفضل کے علاوہ کسی کو علم نہ تھا۔اس بات کی خبر دینے کی وجہ سے عباس رضی اللہ عنہ کو آپ کی رسالت کا یقین ہوگیا اور یہی بات ان کے ایمان لانے کا سبب بنی۔عباس رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ مجھ سے میرے اور دو بھتیجوں کے عوض بیس اوقیہ بطور فدیہ لیا گیا تھا، بعد میں جب میں مسلمان ہوا تو اس کا نعم البدل اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا میں یہ دیا کہ مجھے بہت سے مال سے نوازا اور اس وقت میرے پاس بیس غلام ہیں جن کی کمائی سے مجھے بہت فائدہ ہوتا ہے۔اس کے برعکس جو قیدی صرف اپنی زبان سے تو اسلام ظاہر کریں لیکن ان کا مقصد دھوکہ دینا ہو، تو اس سے قبل انہوں نے کفر وشرک کا ارتکاب کر کے کیا حاصل کیا، یہی کہ وہ مسلمانوں کے قیدی بن گئے، اس لئے آئندہ بھی اگر وہ شرک کے راستہ پر قائم رہے تو اس سے بھی زیادہ رسوائی کے سوا انہیں کچھ اور حاصل نہیں ہوگا۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ ہَاجَرُوۡا وَ جٰہَدُوۡا بِاَمۡوَالِہِمۡ وَ اَنۡفُسِہِمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ الَّذِیۡنَ اٰوَوۡا وَّ نَصَرُوۡۤا اُولٰٓئِکَ بَعۡضُہُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ ؕ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ لَمۡ یُہَاجِرُوۡا مَا لَکُمۡ مِّنۡ وَّلَایَتِہِمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ حَتّٰی یُہَاجِرُوۡا ۚ وَ اِنِ اسۡتَنۡصَرُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ فَعَلَیۡکُمُ النَّصۡرُ اِلَّا عَلٰی قَوۡمٍ بَیۡنَکُمۡ وَ بَیۡنَہُمۡ مِّیۡثَاقٌ ؕ وَ اللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ﴿72﴾

بے شک جو لوگ ایمان لائے، انہوں نے ہجرت کی، اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے ان (مہاجرین) کو پناہ دی اور (انکی) مدد کی، یہ سب آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور جو لوگ ایمان تو لے آئے لیکن انہوں نے ہجرت نہیں کی ان کی حمایت کرنے کی تمہیں کوئی ضرورت نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں۔ ہاں اگر وہ تم سے دین کے معاملہ میں مدد طلب کریں تو تم پر مدد کرنا ضروری ہے مگر اس قوم کے خلاف نہیں جن کے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ ہو، تم جو کام کر رہے ہو اللہ اسے خوب دیکھ رہا ہے۔ ﴿72﴾

آیت 72: مہاجرین اور انصار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فضیلت:

اس آیت مبارکہ میں آپ ﷺ کی رسالت پر لبیک کہنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل کا تذکرہ ہے کہ ان میں سے فضیلت کے اعتبار سے پہلے نمبر پر وہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جنہوں نے ہجرت کی اور اپنا گھر بار سب کچھ چھوڑ دیا اور دوسرے نمبر پر انصار ہیں، جنہوں نے مہاجرین کی مدد کی اور انہیں اپنے گھروں میں جگہ دے کر اپنا بھائی بنایا۔ یہاں تک کہ اکثر انصار صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنا آدھا مال مہاجرین میں تقسیم کر دیا، جن کے نکاح میں دو بیویاں تھیں انہوں نے ایک کو طلاق دیکر مہاجر بھائی سے شادی کرادی، اس طرح اسلام قبول کرنے کے بعد یہ سب ایک دوسرے کے حمایتی اور مددگار بن گئے اور فضیلت میں تیسرے نمبر پر وہ لوگ ہیں جو مہاجرین و انصار کے علاوہ ہیں۔ یہ لوگ مسلمان ہونے کے بعد اپنے ہی دیہاتوں میں مقیم رہے۔ ایسے مسلمانوں کو

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ﴿73﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَ

کفار تو آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں،(اے مسلمانو) اگر تم ایسا (آپس میں محبت) نہ کروگے تو ملک میں فتنہ اور زبردست فساد پیدا ہوجائیگا۔ ﴿73﴾ جو لوگ ایمان لائے پھرانہوں نے ہجرت

مشرکین کے خلاف مدد کی ضرورت پیش آئے تو دوسرے مسلمانوں کو ان کی ضرور مدد کرنی چاہئے۔ ہاں اگر وہ دیہاتی مسلمان، ایسی قوم کے خلاف مدد کے خواہش مند ہوں، جس قوم کا دوسرے مسلمانوں سے جنگ نہ کرنے یا صلح کا معاہدہ ہو تو پھر معاہدہ کی پاسداری زیادہ ضروری ہے۔ بصورت دیگر ان کی مدد کرنا ضروری ہے۔ اللہ ربّ العزّت ہمارے تمام اعمال دیکھ رہے ہیں۔

آیت 73: کفار ایک دوسرے کے دوست ہیں:

ایک مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان سے دوستی بہت ضروری ہے، چاہے وہ غلام ہی کیوں نہ ہو بمقابلہ ایک غیر مسلم کے چاہے وہ سردار ہی کیوں نہ ہو۔ جس طرح کفار ایک دوسرے کے دوست اور حمایتی ہیں اس طرح اگر مسلمان بھی ایمان کی بنیاد پر آپس میں ایک دوسرے کی حمایت اور دوستی کی فضا سازگار کریں تو امن و امان اور اتحاد قائم رہے گا اور اگر مسلمانوں نے اپنوں کو چھوڑ کر کفار سے دوستی کی تو پھر بڑا فتنہ اور فساد برپا ہوجائے گا۔ اس آیت میں مسلمانوں کو آپس میں دوستی کی رغبت دلا کر کفار کی دوستی کے خوفناک نتائج کی نشاندہی کی گئی ہے۔ یعنی کوئی مسلمان کسی کافر سے اس طرح کے تعلقات نہ رکھے کہ مرنے کے بعد وہ ایک دوسرے کے وارث بنیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''دو الگ الگ مذاہب والے ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے پھر آپ نے یہی آیت (الانفال 9 آیت 73) تلاوت فرمائی۔'' (حاکم)۔ یعنی اگر بیٹا مرتد ہوگیا تو وہ اپنے باپ کی وراثت سے محروم ہوجائے گا۔

آیات 74 تا 75: مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کے لئے انعامات:

اللہ عزّوجل سابقہ آیات میں مہاجرین اور انصار کی فضیلت ذکر کرنے کے بعد ان آیات میں ان

جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿74﴾

کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنہوں نے ان (مہاجرین کو) پناہ دی اور (ان کی) مدد کی۔ یہی لوگ سچے مومن ہیں، ان کیلئے بخشش اور باعزت رزق ہے۔ ﴿74﴾

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿75﴾

اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ (مل کر) جہاد کیا تو وہ بھی تم ہی میں سے ہیں اور اللہ کی کتاب میں (خون کے) رشتہ دار آپس میں ایک دوسرے (کی وراثت) کے زیادہ حقدار ہیں بیشک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ ﴿75﴾

کی فضیلتوں کے ساتھ ساتھ انہیں آخرت میں ملنے والے انعامات کا بھی تذکرہ کر رہے ہیں کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ انکے گناہ مٹادے گا اور پاکیزہ، فراخ اور باعزت روزی عطا فرمائے گا جو دائمی ہوگی جس میں نہ کمی آئیگی نہ ختم ہوگی اور نہ کوئی جنتی اس لذّت سے اُکتائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرنے والوں اور ان جیسے اعمال کرنے والوں کا بھی آخرت میں یہی قابل رشک مقام ہوگا کیونکہ یہ دنیا میں ایمان وعمل صالح میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شریک تھے اور آخرت میں بھی انہی کے ساتھ ہونگے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انسان قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہوگا جس سے (دنیا میں) محبت کرتا ہوگا'' (بخاری، مسلم)۔ انصار اور مہاجرین کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں جو بھائی چارگی قائم کی تھی اس کی رو سے وہ ایک دوسرے کے وارث بھی بنتے تھے، مگر جب اسلامی فتوحات ہوئیں اور مسلمانوں کی معاشی حالت بہتر ہوئی تو یہ وراثت کا حکم اسی آیت کی رو سے منسوخ ہوگیا اور جو مسلمان رشتہ کے اعتبار سے وارث بنتے تھے انہیں حقیقی وارث قرار دیدیا گیا۔

سُوْرَةُ التَّوْبَةِ

سورۂ توبہ مدنی ہے، اس میں 129 آیات اور 16 رکوع ہیں۔

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿1﴾

(اے مسلمانو) جن مشرکین سے تم نے معاہدہ کر رکھا تھا، اب اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے اس سے بیزاری (عہد کو ختم کرنے) کا اعلان ہے۔ ﴿1﴾

فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ﴿2﴾

پس (اے مشرکو) تم زمین میں 4 ماہ تک تو چل پھر لو اور جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور یہ (بھی یاد رہے) کہ اللہ کفار کو رسوا کرنے والا ہے۔ ﴿2﴾

سورۂ توبہ کے شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ نہ لکھنے کی وجہ؟:

اس سورت کا دوسرا نام برأت ہے۔ قرآن کریم میں یہ ایک ہی ایسی سورت ہے جس کی ابتدا بسم اللہ سے نہیں کی گئی، اس کی وجہ یہ ہے کہ بسم اللہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، جبکہ اس سورت کی ابتدا میں ہی عذاب کا ذکر آیا ہے اسلئے بسم اللہ نہیں لکھی گئی۔ کیونکہ رحمتِ الٰہی اور عذاب ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے۔ اس سورت کی تلاوت جبرئیل علیہ السلام نے بھی رسول اکرم ﷺ کو بغیر بسم اللہ کے سنائی، آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اسی طرح یاد کرائی اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ نسخہ میں بھی یہ سورت بغیر بسم اللہ کے لکھی ہوئی ہے۔ (بخاری)

آیات 1 تا 2: مشرکین سے اعلان برأت:

فتح مکہ سے پہلے مشرکین ننگے ہوکر بیت اللہ کا طواف کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے اسے ناپسند فرمایا اور 9 ہجری میں آپ ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں حج کا قافلہ بھیجا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روانگی کے بعد یہ آیات نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو یہ آیات اور چند احکامات اعلان کرنے کیلئے بھیجا کہ وہ مکہ میں عام اعلان کردیں کہ کوئی شخص بیت اللہ کا ننگا ہوکر طواف نہیں کرے گا، آئندہ سال سے کسی مشرک کو بیت اللہ کے حج کی اجازت نہیں ہوگی۔ (بخاری)

علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اکرم ﷺ نے چار احکامات دیکر اعلان کرنے کیلئے مکہ

وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۙ۬ وَ رَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۙ﴿3﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ثُمَّ لَمْ یَنْقُصُوْكُمْ

اور حج اکبر کے دن اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کے لئے اعلان ہے کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بیزار ہیں، (اے مشرکو) اگر اب بھی تم توبہ کرلو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر تم نے روگردانی کی تو جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کرسکتے اور (اے نبی ﷺ) آپ ان کفار کو دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے۔ ﴿3﴾

لیکن جن مشرکین سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے اور انہوں نے تمہیں ذرا سا بھی نقصان

بھیجا تھا۔ ❶ کوئی شخص ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔ ❷ جس کافر کے ساتھ نبی ﷺ کا معاہدہ صلح ہے وہ معاہدہ مقررہ مدت تک بحال رہے گا۔ ❸ جن سے کوئی معاہدہ نہیں ان کے لئے 4 ماہ کی مدت ہے یا تو وہ اسلام قبول کرلیں تو وہ جنت میں داخل ہونگے یا پھر یہاں (جزیرۂ عرب) سے چلے جائیں۔ ❹ اس سال کے بعد مشرکین حج کیلئے نہ آئیں۔ (ترمذی)

آیت 3: حجِ اکبر سے کیا مراد ہے؟:

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ یومِ حجِ اکبر سے مراد یوم النحر (10 ذوالحجہ کا) دن ہے، اسی دن منٰی میں اعلانِ برأت کیا گیا تھا۔ 10 ذوالحجہ کو حجِ اکبر اس لئے کہا گیا کہ اس دن حج کے سب سے زیادہ اور اہم مناسک ادا کئے جاتے ہیں چونکہ عوام عمرہ کو حج اصغر کہا کرتے تھے۔ (طبرانی)۔ اس لئے عمرہ سے ممتاز کرنے کے لئے حج کو حج اکبر کہا گیا، عوام میں جو یہ بات مشہور ہے کہ جو حج جمعہ والے دن آئے، وہ حج اکبر ہے، اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

آیت 4: معاہدہ کرنے والے مشرکین کے ساتھ سلوک:

سابقہ آیات میں مشرکین سے بیزاری کا اعلان کرتے ہوئے انہیں اسلام قبول کرنے یا جزیرۂ

شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿4﴾

نہیں پہنچایا اور نہ تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی ، تو تم بھی ان کے معاہدہ کی مدت پوری کرو ، (یاد رکھو) بے شک اللہ پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔﴿4﴾

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا

پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کردو، انہیں گرفتار کرلو، ان کا محاصرہ کرلو اور ان کی تاک میں ہر گھاٹی میں جا بیٹھو، ہاں اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز کے پابند

عرب چھوڑنے کا حکم دیا گیا تھا اس حکم میں وہ مشرکین بھی شامل تھے جنہوں نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی تھی، تاہم جنہوں نے معاہدہ کی پاسداری کی اور جن سے معاہدہ نہیں ہوا تھا ان کے بارے میں حکم کی وضاحت ہے کہ اگر معاہدہ ہوا ہے لیکن معاہدہ میں مدت کی وضاحت نہیں ہے، تو اس کی مدت 4 ماہ مقرر ہے اور اگر معاہدہ میں مدت کی صراحت ہے تو پھر اس مدت کو پورا کرنا پڑے گا۔ بشرطیکہ دوسرا فریق بھی معاہدہ کی شرائط پر پابند رہے اور کسی شرط کی خلاف ورزی نہ کرے اور مسلمانوں کے خلاف کسی کو مدد نہ پہنچائے اور ان کے خلاف کسی قوم کو نہ ابھارے۔ لہٰذا ہر فریق کو معاہدہ کی مدت پوری کرنا ضروری ہے اسی وجہ سے اللہ ربّ العزّت نے اس معاہدہ کے پورا کرنے کی رغبت دلائی اور فرمایا کہ جو اللہ سے ڈر کر اپنے عہد پورے کرتے ہیں، اللہ انہیں محبوب رکھتا ہے۔

آیت 5: شرک کے خاتمہ کے لئے مشرکین کا گھیرا تنگ کرنے کا حکم:

یہاں اَشْهُرُ الْحُرُمُ سے 10 ذوالحجہ سے لیکر 10 ربیع الثانی تک کے 4 مہینے مراد ہیں، مشرکین سے برأت کا اعلان 10 ذوالحجہ کے دن کیا گیا تھا، اس لئے اس دن کے بعد سے لیکر 4 مہینے شمار

الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿5﴾

ہو جائیں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو تم ان کا راستہ چھوڑ دو۔ یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ﴿5﴾

وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿6﴾ ع

اور (اے نبی ﷺ) اگر مشرکین میں سے کوئی آپ سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دے دیں یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے پھر اسے اسکی امن کی جگہ تک پہنچادیں۔ یہ اسلئے کہ بلا شبہ یہ لوگ علم نہیں رکھتے۔ ﴿6﴾

کئے گئے ہیں کہ ان میں مشرکین خود کو یا تو اسلام کے سانچہ میں ڈھال لیں وگرنہ جزیرۂ عرب چھوڑ دیں، بصورت دیگر مسلمانوں کا ان کو قتل کرنا درست ہوگا۔ پھر مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ تمہیں مشرکین کہیں بھی ملیں تم کاروائی کرو، بلکہ جہاں جہاں ان کے حصار ہیں وہاں، قلعوں اور پناہ گاہوں میں ان کے گھات میں رہو۔ پھر اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو ان کے خلاف کوئی کاروائی نہ کی جائے، اس لئے کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ اس آیت میں اسلام کی شرائط بھی بتادی گئی ہیں کہ اسلام لانے کے بعد نماز پڑھنا اور زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کو بھی جان بوجھ کر چھوڑ دیتا ہے تو وہ مسلمان نہیں سمجھا جائے گا۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:- ''مجھے لوگوں سے جہاد کرنے کا حکم ہے جب تک کہ وہ توحید و رسالت کا اقرار نہ کرلیں، پھر جب وہ یہ اقرار کرلیں اور ہمارے قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے لگیں، ہمارے ذبیحہ کھانے لگیں اور ہمارے جیسی نماز پڑھنے لگیں تو ہم پر ان کے خون اور مال حرام ہو جائیں گے اور ان کے وہی حقوق ہوں گے جو مسلمانوں کے ہیں اور ان پر بھی وہی ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو مسلمانوں پر عائد ہوتی ہیں''۔ (بخاری۔عن انس رضی اللہ عنہ)

آیت 6: اگر کوئی مشرک امن (پناہ) مانگے تو امن دیدیا جائے:

اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں سے جنگ نہ کرنے والے مشرکین کے بارے میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ رخصت دے رہے ہیں کہ اگر کوئی مشرک پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دے دو، اسے اپنے

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝۷

مشرکین کا اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ معاہدہ کیسے رہ سکتا ہے سوائے ان لوگوں کے کہ جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس معاہدہ کیا تھا، پھر جب تک وہ تم سے معاہدہ نبھائیں تم بھی ان سے نبھاؤ، بے شک اللہ متقین سے محبت رکھتا ہے۔ ۝۷

حفظ و امان میں رکھو تا کہ کوئی مسلمان اسے قتل نہ کر سکے اور اسے اللہ کی باتیں سننے اور اسلام کو سمجھنے کا موقعہ ملے، ممکن ہے اس طرح اسے توبہ اور قبول اسلام کی توفیق مل جائے۔ پناہ کے طلبگاروں کو پناہ کی رخصت اس لئے دی گئی ہے کہ یہ بے علم لوگ ہیں۔ ممکن ہے اللہ اور رسول کی باتیں ان کے علم میں آئیں اور مسلمانوں کا اخلاق و کردار وہ دیکھیں تو اسلام کی حقانیت و صداقت کے وہ قائل ہو جائیں۔ لیکن اگر وہ کلام اللہ سننے کے باوجود بھی مسلمان نہیں ہوتا تو اسے اسکی جائے امن تک پہنچا دو، مطلب یہ ہے کہ اپنی امان کی پاسداری آخر تک کرو، جب تک وہ محفوظ مقام تک بخیریت واپس نہیں پہنچ جاتا، اسکی جان کی حفاظت تمہاری ذمہ داری ہے۔

آیت 7: مشرکوں سے برأت کی حکمت:

اس آیت مبارکہ میں مشرکین سے برأت کی حکمت بیان کی گئی ہے کہ ایسے لوگوں کا اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ معاہدہ کیسے رہ سکتا ہے جو اللہ اور رسول ﷺ سے کئے جانے والے معاہدوں کی خلاف ورزیاں کرتے ہیں، خیانت اور غداری ان کی عادت بن چکی ہے۔ لہٰذا ان مشرکین سے برأت کا اظہار ہے انہیں 4 ماہ کی مہلت ہے جس میں وہ اپنا بندوبست کر لیں، پھر ان کا گھیرا تنگ کیا جائے گا۔ اور آیت کے اگلے حصہ میں ان مشرکین سے عہد کی پاسداری کرنے کا حکم ہے جنہوں نے سابقہ معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کی تھی اس سے مراد بنو خزاعہ، بنو کنانہ اور بنو حمزہ ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ اپنا معاہدہ نہیں توڑا تھا۔ جب مشرکین سے برأت کا اعلان کیا گیا تو ان قبائل کے معاہدہ کی مدت میں نو ماہ باقی تھے۔

كَيْفَ وَ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ تَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَ اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿8﴾

ان (مشرکین) کے معاہدوں کا کیا اعتبار جبکہ ان کا حال یہ ہے کہ اگر یہ تم پر غلبہ پالیں تو یہ تمہارے معاملہ میں نہ تو قرابت داری کا خیال کریں گے اور نہ ہی کسی عہد و پیمان کا، یہ (مشرکین) اپنے منہ (زبانوں) سے تو تمہیں خوش کر رہے ہیں لیکن ان کے دل انکار کرتے (تم سے ناخوش) ہیں اور ان میں سے اکثر تو نافرمان ہیں۔ ﴿8﴾

اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿9﴾

انہوں (مشرکین) نے اللہ کی آیات کو کم قیمت پر بیچا اور اس کی راہ سے (لوگوں کو) روکا ہے، بہت ہی برا ہے جو یہ کر رہے ہیں۔ ﴿9﴾

لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ﴿10﴾

یہ (مشرکین) کسی مسلمان کے حق میں نہ تو کسی رشتہ داری کا خیال کرتے ہیں اور نہ ہی کسی عہد کا، یہ تو حد سے ہی گزر جانے والے ہیں۔ ﴿10﴾

آیات 8 تا 10: عہد شکنی کرنے والوں سے قطع تعلقی کا حکم:

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ مسلمانوں کو نصیحت فرما رہے ہیں کہ جن مشرکین نے عہد شکنی کی ہے اب تم بھی اُن مشرکوں سے عداوت و بیزاری کا اظہار کرو اور ان سے تعلقات منقطع کر دو۔ کیونکہ ان کے معاہدہ کا کوئی بھروسہ نہیں۔ جب یہ اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں اور اس کے رسول کو نہیں مانتے تو ان کی کسی بات کا بھی اعتبار نہیں اور اس لئے بھی کہ اگر حکومت کی باگ دوڑ ان کے ہاتھ میں آجائے تو یہ تمہارے بارے میں نہ تو رشتہ داری کا لحاظ کریں گے اور نہ ہی کسی عہد و پیمان کا۔ عہد شکنی کرنے والوں میں یہودی سرفہرست تھے جو فساد پھیلانے میں پیش پیش رہتے ہیں، وہ خود تو احکامِ الٰہی کو دنیا کے حقیر ساز و سامان کے عوض فروخت کر دیتے ہیں اور مسلمانوں کو

فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿11﴾

لہٰذا اب بھی اگر یہ توبہ کرلیں، نماز کے پابند ہوجائیں اور زکوٰۃ دیں، تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔ ہم اہل علم کیلئے اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔ ﴿11﴾

وَ اِنْ نَّكَثُوْۤا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ

اگر یہ (مشرکین) عہد وپیمان کے بعد بھی اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو تم بھی ان کفر کے

بھی حق کی پیروی سے روکتے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان سے مسلمانوں کو قطع تعلقی کا حکم دیا ہے۔ ان آیات میں بار بار مشرکین اور یہود کی برائیاں بیان کرنے کا مقصد مسلمانوں کے سامنے ان کا حقیقی روپ ظاہر کرنا ہے اور جو بغض، حسد اور دشمنی ان کے دلوں میں مسلمانوں کے لئے موجود ہے، اسے بے نقاب کرنا ہے، تاکہ مسلمان محتاط ہوجائیں۔

آیت 11: عہد شکنی کرنے والے توبہ کرلیں تو وہ بھی مسلمان ہیں:

اللہ تعالیٰ کبھی بھی کسی پر اپنی رحمت کا دروازہ بند نہیں کرتے، گذشتہ آیات میں مشرکین اور یہودیوں کی برائیوں کا بار بار ذکر کرکے مسلمانوں کو ان کی شرارتوں سے آگاہ کیا گیا ہے، پھر ان بدعہدی کرنے والوں کے متعلق وضاحت بھی فرمادی گئی ہے کہ اگر یہ لوگ تائب ہوکر ایمان لے آئیں پھر نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کریں (یعنی کلمہ پڑھنا کافی نہیں، یہ دونوں کام بھی لازمی کرنے ہیں) تو یہ بھی مسلمانوں کی طرح ہوجائیں گے، صرف ان کی حرکتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہیں اگر یہ صحیح راستہ اختیار کرلیں تو یہ بھی جنت کے حقدار ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔ (ترجمہ) ''اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا؟ اگر تم شکر گزار اور ایماندار بن جاؤ اور اللہ تو بہت ہی قدردان اور باخبر ہے۔'' (النسآء4: آیت147)

آیت 12: عہد شکنی کرنے والے کی قسم کا اعتبار نہ کیا جائے:

اگر کوئی کافر قوم مسلمانوں سے معاہدہ کی پاسداری نہ کرے اور عہد توڑ دے اور دین اسلام پر طعن وتشنیع کرے پھر بھی وہ قسمیں کھاکر مسلمانوں سے ہمدردی کا اظہار کرے اور عہد کی

فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ﴿12﴾

سرداروں سے جنگ کرو۔ بے شک ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں، ممکن ہے کہ اس طرح وہ (کفر سے) باز آجائیں۔ ﴿12﴾

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿13﴾

کیا تم ایسے لوگوں سے جنگ نہیں کرو گے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ دیا اور رسول (ﷺ) کو (مکہ سے) شہر بدر کرنے کا ارادہ کیا اور انہوں نے خود ہی جنگ میں پہل کی۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ حالانکہ اللہ ہی زیادہ حق دار ہے کہ تم اس (کے عذاب) سے ڈرو، اگر تم (سچے) مومن ہو۔ ﴿13﴾

پاسداری کا یقین دلائے تو مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ان کی قسموں پر اعتبار ہی نہ کریں بلکہ جو کافر قوم کے سردار ہیں ان سے جنگ کریں، ممکن ہے اس طرح وہ اپنے کفر سے باز آجائیں۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ رسول اکرم ﷺ اور شعائر اسلام کا مذاق اڑانے والوں سے جنگ کرنا درست ہے۔

آیت 13: کفار سے جہاد کی ترغیب:

اس آیت میں مسلمانوں کو کفار سے جنگ کرنے پر ابھارا جا رہا ہے کیونکہ کفار نے قسم اور عہد دونوں کا خیال نہیں رکھا پھر اس جرم کے ساتھ ساتھ ان کے سابقہ جرائم کا بھی ذکر ہے کہ انہوں نے مکہ میں ایمان لانے والے کمزور مسلمانوں کو ستانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، یہاں تک کہ آپ ﷺ کو قتل، قید اور جلاوطن کرنے کی سازش بھی کی۔ (کفار کے اس مکر کی تفصیل کیلئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر الانفال8: آیت30)۔ لہٰذا مسلمانوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ تم ان سے قتال کرو اور انہیں ان کے جرائم کا بدلہ دو، ان سے ڈرنا نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرو، اس لئے کہ صرف وہی ذات اس قابل ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور حقیقی ایمان والے صرف اللہ عزّ وجل سے ہی ڈرتے ہیں۔

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿14﴾

ان (مشرکین) سے جنگ کرو ،اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں عذاب دے گا، انہیں ذلیل کرے گا، تمہیں ان پر فتح دے گا اور مومنوں کے سینوں کو ٹھنڈا کرے گا۔ ﴿14﴾

وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿15﴾

اور ان (مسلمانوں) کے دلوں کا غصہ دور کردے گا اور اللہ جس پر چاہتا ہے (رحمت سے) توجہ فرماتا ہے۔ اللہ خوب علم اور حکمت والا ہے۔ ﴿15﴾

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا

کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ تم (یونہی) چھوڑ

آیات 14 تا 15: جہاد کی حکمت:

ان آیات مبارکہ میں جہاد کی اصل حکمت اور اس کا فلسفہ بیان کیا جارہا ہے۔ جہاد کے بغیر بھی دشمن کی ہلاکت پر اللہ تعالیٰ خوب قادر ہیں اور اس کی کئی مثالیں تاریخ میں ملتی ہیں جیسے فرعون، قومِ عاد وغیرہ۔ یہ فریضہ مسلمانوں کے سپرد کرنے میں کئی حکمتیں ہیں۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ہاتھوں سے کفار کو سزا دلوانا اور انہیں خوب ذلیل کروانا چاہتا ہے تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں موجود انتقام کا جذبہ نکل جائے کیونکہ جب مسلمان کمزور تھے تو یہ مشرکین ان پر ظلم وستم کرتے تھے جس کی وجہ سے مسلمانوں کے دل ان کی طرف سے بڑے مجروح تھے، اس سے مسلمانوں کے دل ٹھنڈے ہوجائیں گے اور غم وغصہ بھی دور ہوجائے گا۔ اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ جہاد ایک ایسا فریضہ ہے جس کے ادا کرتے وقت اصل مومن اور منافق میں تمیز ہوجاتی ہے، حقیقی ایمان والا نکھر کر سامنے آجاتا ہے اور دل میں کفر رکھنے والا موت سے ڈر کر اپنی اصلیت ظاہر کردیتا ہے۔

آیت 16: مسلمانوں کا امتحان:

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ ربّ العزّت یہ واضح فرمارہے ہیں کہ مسلمانوں پر ایک آزمائش کا مرحلہ ضرور

يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿16﴾

دیئے جاؤ گے، جبکہ ابھی اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو جانا ہی نہیں جنہوں نے جہاد کیا اور اللہ، اس کے رسول اور مومنوں کے سوا کسی کو جگری دوست نہیں بنایا۔ اللہ ان اعمال سے خوب واقف ہے جو تم کرتے ہو۔ ﴿16﴾

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۖۚ وَفِى النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿17﴾

مشرکین اس لائق نہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں (خادم بنیں) جبکہ وہ خود اپنے آپ پر کفر کی گواہی دے رہے ہیں، ان کے سب اعمال ضائع ہو گئے اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ ﴿17﴾

آئے گا تاکہ سچے مسلمانوں اور منافقوں میں فرق ظاہر ہوجائے۔ یہ فرق اللہ تعالیٰ کے علم میں تو ہے ہی مگر وہ چاہتا ہے کہ دنیا میں بھی یہ فرق واضح ہوجائے۔ فرمانِ الٰہی ہے :- (ترجمہ) ''کیا لوگوں نے یہ خیال کرلیا ہے کہ وہ ایمان لانے کے بعد بغیر آزمائے چھوڑ دیئے جائیں گے، حالانکہ پچھلے مومنوں کی بھی ہم نے آزمائش کی، یاد رکھو اللہ تعالیٰ سچے اور جھوٹوں کو ضرور الگ کردے گا۔'' (العنکبوت 29: آیات 2 تا 3)۔ (مزید معلومات کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر اٰل عمران 3: آیت 142)

آیت 17: اللہ کی مساجد کو مشرک آباد نہیں کر سکتے:

جو مسجدیں اللہ کی رضا کیلئے بنائی گئی ہیں انہیں مشرک آباد نہیں رکھ سکتے۔ یہ تو مشرک ہیں اللہ تعالیٰ کے گھر کے ساتھ ان کا کیا تعلق؟ یہ اپنے شرک پر خود بھی گواہی دیتے ہیں اور یہ ان لوگوں کو جو حقیقی مومن ہیں، بیت اللہ کی طرف آنے سے روکتے ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے :- (ترجمہ) ''بھلا اللہ انہیں کیوں سزا نہ دے جبکہ یہ حرمت والی مسجد (بیت اللہ) سے مسلمانوں کو روک رہے ہیں حالانکہ مشرک اس کے اہل ہی نہیں، اسکے اہل تو اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔'' (الانفال 8 : آیت 34)

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ لَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓىِٕكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿18﴾ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَ

اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا تو صرف ان کے حصہ میں ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے، نماز قائم کرتے، زکوٰۃ دیتے اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں، انہی سے یہ امید ہے کہ یہ لوگ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہوں گے۔ ﴿18﴾ (اے مشرکین مکہ) کیا تم نے حاجیوں

آیت 18: مسجدیں آباد کرنے والے سچے مومن ہیں:

اللہ کی مسجدیں آباد کرنے والے وہی ہیں جن کا اللہ، آخرت کے دن پر ایمان ہے اور وہ اللہ کے سوا کسی سے ڈرتے بھی نہیں، نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کرتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:- ''جب تم کسی شخص کو مسجد میں آتے جاتے اور دیکھ بھال کرتے دیکھو، تو اسکے ایمان کی گواہی دو۔'' پھر آپ ﷺ نے یہ آیت (التوبہ 9: آیت 18) تلاوت فرمائی۔'' (ترمذی)

مسجدیں آباد کرنے کے معنیٰ یہ بھی ہیں کہ نماز و دیگر مسلمانوں کے اجتماع میں شریک ہوں، ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اذان سن کر بھی مسجد میں آکر باجماعت نماز نہ پڑھے اس کی گھر میں پڑھی جانے والی نماز قبول ہی نہیں ہوتی، وہ اللہ اور رسول اکرم ﷺ کا نافرمان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ مسجدوں کو آباد کرنے والے اللہ تعالیٰ اور قیامت کے ماننے والے ہی ہوتے ہیں۔ مزید ان مومنوں کی صفات یہ بتائیں کہ وہ نماز ادا کرتے ہیں جو کہ ان کی اپنی بھلائی کیلئے ہوتی ہے پھر زکوٰۃ و صدقات دیکر لوگوں کی بھلائی کا ذریعہ بنتے ہیں۔ انکے دلوں میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ڈر ہوتا ہے۔ یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

آیت 19: ایمان کے بغیر نیک اعمال قبول نہیں:

مشرکین مکہ کو اپنی خدماتِ حرم پر بڑا ناز تھا اور وہ بڑے فخر سے کہا کرتے تھے کہ ہم کعبہ کے متولی اور خدمت گار ہیں۔ اسی غرور کو اللہ تعالیٰ نے یہاں بیان فرما کر حرم کے خدمت گار مشرکوں سے

عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿19﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ

کو پانی پلانا اور مسجد حرام کی خدمت کرنا اس شخص (کے اعمال) کے برابر قرار دے رکھا ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کی راہ میں جان فشانی کی، اللہ کے نزدیک یہ برابر نہیں ہو سکتے اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ ﴿19﴾ جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد

خطاب فرمایا کہ تمہارے سامنے میری آیات پڑھی جاتی ہیں اور تم بے پرواہ ہو کر ان سے منہ موڑ کر اپنی فضول گفتگو میں لگ جاتے ہو لہٰذا تمہارا مسجد حرام و حجاج کی خدمت پر فخر کرنا سراسر بے جا ہے یوں تو ایمان و جہاد ہر حالت میں اچھا ہے لیکن تمہارے مقابلہ میں تو ایمان و جہاد کی قیمت اور بھی بیش بہا ہے کیونکہ شرک کی نحوست کے ساتھ بیت اللہ اور حاجیوں کی خدمت کی سعادت کی کوئی قدر قیمت نہیں۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا کہ اسلام کے بعد اگر میں حاجیوں کو پانی پلاؤں اور کوئی عمل نہ کروں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں، دوسرے نے اسی طرح مسجد حرام کو آباد رکھنا نجات کا سبب بتایا اور تیسرے نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کو۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان تینوں کو ڈانٹتے ہوئے کہا کہ منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آوازیں بلند نہ کرو، یہ جمعہ کے دن کا واقعہ ہے، جمعہ کے بعد ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان اعمال کے متعلق پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (مسلم)

آیات 20 تا 22: مجاہدین اور مہاجرین کی فضیلت:

گذشتہ آیت میں مشرکین جس نیک عمل پر گھمنڈ کر رہے تھے اس عمل کے مقابلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عظیم الشان نیک اعمال اور ان کی قربانیوں کا انعام بتایا جا رہا ہے کہ اگرچہ مشرکین

وَ اَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿20﴾

کیا، اللہ کے ہاں ان کا درجہ بہت بڑا ہے اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔ ﴿20﴾

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿21﴾

ان کا رب انہیں اپنی طرف سے رحمت، رضامندی اور ایسی جنتوں کی خوشخبری سناتا ہے، جن میں ان کے لئے ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتیں ہوں گی۔ ﴿21﴾

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿22﴾

وہاں یہ ہمیشہ رہیں گے۔ بے شک اللہ کے پاس بہت اجرِ عظیم ہے۔ ﴿22﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ

اے ایمان والو، اگر تمہارے باپ اور بھائی ایمان کے مقابلہ میں کفر کو پسند کرلیں تو تم انہیں (ہرگز) دوست نہ بناؤ.....

بیت اللہ کی ولایت کے حقدار نہیں لیکن پھر بھی اگر کعبہ کی خدمت، حاجیوں کو پانی پلانا نیکی سمجھ لئے جائیں، تو ان کا مقابلہ ایسے شخص کی نیکیوں سے کیسے ہوسکتا ہے جو ایمان لائے، اپنا گھر بار اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے چھوڑے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے اور اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے رب کی رضا حاصل کرے۔ اس کی نیکی تو یقیناً عظیم ہے ان کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے دنیا میں ہی جنت کی خوشخبری سنادی، سب سے اہم نعمت ان کیلئے اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی رضا اور اس کی رحمت ہے، یہ ایمان والے طرح طرح کی نعمتوں والی جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ (اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ آمین) ''اے اللہ کریم ہمیں بھی ان میں شامل کر دیجئے۔''

آیات 23 تا 24: مشرکوں سے بھائی چارہ ختم کرنے کا حکم:

اسلام قبول کر لینے کے بعد مشرکین اور کفار سے ہر طرح کا رشتہ ناطہ ختم کر دینا چاہئے، اسلام کو اپنے تمام رشتہ داروں پر فوقیت دینی چاہئے، ہر مسلمان اللہ تعالیٰ، رسول اکرم ﷺ اور اللہ کی

اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿23﴾

اور تم میں سے جولوگ انہیں دوست بنائیں گے وہی لوگ ظالم ہونگے۔ ﴿23﴾

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ ،تمہارے بیٹے ،تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارے خاندان، تمہارے کمائے ہوئے مال، وہ تجارت جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور وہ مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو، اگر یہ تمہیں اللہ، اس کے رسول اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں، تو تم

راہ میں جہاد کرنے کو زیادہ عزیز سمجھے، ورنہ وہ حقیقی مومن نہیں بن سکتا۔ حقیقی مومن مشرکین سے کسی طرح کی بھی دوستی نہیں رکھتا۔ جنگ بدر کے دن ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے باپ نے انکے سامنے بتوں کی تعریفیں شروع کیں، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں منع کیا لیکن وہ ان کی تعریف میں مزید بڑھتا چلا گیا، چنانچہ دونوں باپ بیٹوں میں لڑائی شروع ہوگئی اور عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو قتل کردیا۔ جس پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی کہ (ترجمہ) ''جو لوگ اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے۔ خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان (پتھر پر لکیر کی طرح) تحریر کردیا ہے اور روح (جبرئیل) سے انکی مدد کی ہے۔'' (المجادلہ 58: آیت 22) (بخاری)۔ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کہیں جارہے تھے، عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھا، عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ اے اللہ کے

سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿24﴾

انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (عذاب) لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ ﴿24﴾

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ

یقیناً اللہ نے بہت سے موقعوں پر تمہاری مدد کی ہے اور (جنگِ) حنین کے دن بھی،

رسول ﷺ، آپ ﷺ مجھے اپنی جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں، آپ ﷺ نے قسم کھا کر فرمایا:-''تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز نہ رکھے۔'' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم، اب آپ ﷺ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:-''اے عمر اب تم صحیح (مومن) بن گئے ہو۔'' (بخاری)

آیات 25 تا 27 : جنگ حنین کا بیان:

حُنَیْن مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی ہے۔ یہاں قبیلہ بنو ھَوَازِن اور ثَقِیْف رہتے تھے، یہ دونوں قبیلے تیر اندازی میں بڑے مشہور تھے۔ یہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاری کر رہے تھے جس کا رسول اکرم ﷺ کو علم ہوا تو آپ ﷺ 12000 کا لشکر لے کر ان قبیلوں سے جنگ کے لئے حنین تشریف لے گئے، یہ جنگ فتح مکہ کے 19 دن بعد ہوئی۔ مذکورہ قبیلوں نے بھرپور تیاری کر رکھی تھی اور مختلف کمین گاہوں میں تیر اندازوں کو مقرر کر دیا تھا۔ ادھر مسلمانوں کو یہ گمان ہو گیا تھا کہ آج ہماری تعداد پہلے سے کہیں زیادہ ہے لہٰذا ہم مغلوب نہیں ہونگے، انہیں اللہ کی مدد کی بجائے اپنی کثرت تعداد پر زیادہ اعتماد ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کو مسلمانوں کا یہ انداز پسند نہیں آیا۔ لہٰذا جب جنگ شروع ہوئی تو قبیلہ ہوازن کے تیر اندازوں نے مختلف کمین گاہوں سے مسلمانوں کے لشکر پر ایک ساتھ تیر اندازی شروع کر دی تو اس غیر متوقع اور اچانک تیروں کی بوچھاڑ سے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدانِ جنگ سے بھاگ

اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّ ضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ﴿25﴾

جب کہ تمہیں تمہاری کثرت تعداد نے خوش فہمی میں مبتلا کردیا تھا لیکن وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی اور زمین اپنی کشادگی کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی، پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ پڑے۔ ﴿25﴾

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿26﴾

پھر اللہ نے اپنے رسول اور مومنین پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی اور اس نے اپنے ایسے لشکر بھیجے جنہیں تم نہیں دیکھ رہے تھے اور کفار کو پوری سزادی۔ ان کفار (منکرین حق) کا یہی بدلہ تھا۔ ﴿26﴾

کھڑے ہوئے۔ میدان میں صرف رسول اکرم ﷺ اور 100 کے قریب مسلمان رہ گئے۔ آپ ﷺ اس وقت مسلمانوں کو پکار رہے تھے:۔'' اللہ کے بندو، میرے پاس آؤ میں اللہ کا رسول ہوں۔'' پھر آپ ﷺ نے عباس رضی اللہ عنہ کو (جن کی آواز بہت بلند تھی) حکم دیا کہ وہ بیعت رضوان والوں کو آواز دیں کہ وہ پلٹ آئیں چنانچہ یہ آواز جیسے ہی صحابہ رضی اللہ عنہ کے کانوں میں پڑی، مسلمان سخت پشیمان ہوئے اور دوبارہ میدان میں آگئے اور پھر جم کرلڑے۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک مٹھی مٹی لے کر کفار کی طرف پھینکی جس سے ان کی آنکھیں اور منہ بھرگیا اور وہ لڑائی کے قابل نہ رہے پھر مسلمانوں نے ان پر دھاوا بول دیا اور ان کے قدم اکھڑ گئے اور اللہ نے مسلمانوں کو شاندار فتح عطا فرمائی، اس وقت مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی مدد بھی حاصل ہوئی، جس سے ان کے دلوں سے دشمن کا خوف دور ہوگیا اور فرشتوں کا بھی نزول ہوا۔ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس جنگ میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا، میں نے دیکھا کہ چیونٹیوں کی طرح کوئی چیز آسمان سے اتر رہی ہے اور میدان میں پھیل رہی ہے، اسی وقت مشرکوں کے قدم اکھڑ گئے، ہمیں یقین تھا کہ یہ آسمانی مدد کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں ہوسکتی۔ (بیہقی)

ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿27﴾

پھر اس کے بعد اللہ جس پر چاہے گا اپنی (رحمت کی) توجہ فرمائے گا اللہ بہت ہی بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ﴿27﴾

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ

اے ایمان والو، بے شک مشرک ناپاک ہوتے ہیں، لہٰذا وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب بھی نہ آنے پائیں اور

اس جنگ میں مسلمانوں نے چھ ہزار کفار قیدی بنالئے اور بہت سا مال غنیمت حاصل کیا۔ بنو ہوازن کے جو لوگ باقی رہ گئے تھے، اللہ نے ان پر اپنی مہربانی فرمائی اور وہ سب مسلمان ہوکر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ آپ ﷺ نے انہیں اپنے تمام قیدیوں یا مال میں سے کسی ایک کا اختیار دیا تو انہوں نے اپنے قیدی واپس لے لئے۔ (بخاری)

آیت 28: حرم کی حدود میں مشرکین کا داخلہ ممنوع ہے:

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم فرمارہے ہیں مشرکوں کو حرمت والی مسجد (بیت اللہ) کے قریب بھی نہ آنے دیں اس لئے کہ وہ عقیدہ، عمل اور جسمانی (ہر لحاظ) سے ناپاک ہیں، جبکہ مسلمان ہر لحاظ سے پاک وصاف ہیں اس لئے وہی زیادہ مستحق ہیں کہ اللہ کے گھر کو آباد کریں۔ یہ وہی حکم ہے جو سن 9 ہجری میں مشرکین سے اعلانِ برأت کے ساتھ دیا گیا تھا، (جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے) آپ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قافلہ کی روانگی کے بعد ان کے پیچھے علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور حکم فرمایا کہ اعلان کردیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک خانہ کعبہ کا حج کرنے نہ آئے اور نہ ہی بیت اللہ کا طواف ننگے ہوکر کیا جائے۔'' (احمد۔عن علی رضی اللہ عنہ)۔ چنانچہ اس حکم کے بعد حرم کی حدود میں مشرکین کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا گیا اور آپ ﷺ نے اپنی وصیت میں بھی فرمایا کہ مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو، آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میں ضرور یہود و نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال دوں گا۔ یہاں تک کہ یہاں صرف مسلمان ہی باقی رہ جائیں گے۔ (بخاری، مسلم)۔ مشرکین کو حدود حرم میں داخلہ سے جب منع کیا گیا تو بعض مسلمانوں کے دل میں

هٰذَا ۚ وَ اِنۡ خِفۡتُمۡ عَيۡلَةً فَسَوۡفَ يُغۡنِيۡكُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖۤ اِنۡ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ﴿28﴾

اگر تمہیں غربت کا خوف ہے، تو بعید نہیں کہ اللہ چاہے تو تمہیں اپنے فضل سے غنی کردے۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے اور خوب حکمت والا ہے۔ ﴿28﴾

قَاتِلُوا الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ لَا يُحَرِّمُوۡنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ وَ لَا يَدِيۡنُوۡنَ دِيۡنَ الۡحَقِّ مِنَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ حَتّٰى يُعۡطُوا الۡجِزۡيَةَ عَنۡ يَّدٍ وَّ هُمۡ صٰغِرُوۡنَ ﴿29﴾

(اے ایمان والو) تم ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے، جو اللہ اور اسکے رسول (ﷺ) کی حرام کردہ چیزوں کو حرام نہیں جانتے اور نہ دین حق (اسلام) قبول کرتے ہیں۔ وہ جو اہل کتاب میں سے ہیں ان سے جہاد کرو یہاں تک کہ وہ چھوٹے بن کر رہیں اور اپنے ہاتھ سے تمہیں جزیہ ادا کریں۔ ﴿29﴾

وَ قَالَتِ الۡيَهُوۡدُ عُزَيۡرُ ۨ ابۡنُ اللّٰهِ وَ

یہود کہتے ہیں عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور

یہ خیال آیا کہ حج کے موسم میں زیادہ اجتماع کی وجہ سے جو تجارت ہوتی ہے، وہ متاثر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مفلسی (یعنی کاروبار کی کمی) سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ عنقریب اپنے فضل سے تمہیں غنی کردے گا، چنانچہ فتوحات کی وجہ سے کثرت سے مال غنیمت مسلمانوں کو حاصل ہوا جس کی وجہ سے وہ کمی بھی پوری ہوگئی۔

آیات 29 تا 31: مشرکین اور یہود و نصاریٰ سے جنگ کا حکم:

مشرکین سے جنگ کی کئی وجوہات سابقہ آیات میں گذر چکی ہیں اب ان آیات میں ان یہود و نصاریٰ سے جنگ کا حکم ہے جو اللہ تعالیٰ، رسول اکرم ﷺ اور قیامت کے منکر ہیں، اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنے والے ہیں، جیسا کہ یہود نے عزیر علیہ السلام اور نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا جو کہ سراسر بہتان اور الزام کے علاوہ کچھ نہیں، ان کی اس قدر گستاخی پر قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائے، یہود و نصاریٰ درحقیقت کسی نبی کی بھی صحیح معنوں میں اتباع

قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿30﴾

نصرانی (عیسائی) کہتے ہیں مسیح (عیسیٰ علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ تو بے حقیقت باتیں ہیں جو وہ اپنی زبان سے نکالتے ہیں۔ یہ ان کفار کی بات کی نقل کرنے لگے ہیں، جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اللہ انہیں ہلاک کرے، یہ کہاں بہکے چلے جارہے ہیں۔ ﴿30﴾

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿31﴾

ان لوگوں (یہود و نصاریٰ) نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علما اور درویشوں کو (اپنا) رب بنالیا ہے اور مریم کے بیٹے مسیح کو بھی، حالانکہ انہیں صرف اکیلے اللہ ہی کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جسکے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تو اس شرک سے پاک ہے جو یہ کرتے ہیں۔ ﴿31﴾

کرنے والے نہیں بلکہ اپنی خواہشات کے اور اپنے بڑوں کی تقلید کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ آیت مبارکہ (التوبہ 9: آیت 31) سنی کہ ''یہود و نصاریٰ نے اپنے علما کو اپنا رب بنالیا۔'' تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یہود و نصاریٰ نے تو اپنے علما کی کبھی عبادت نہیں کی، پھر یہ کیوں کہا گیا کہ انہوں نے ان کو رب بنالیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ ٹھیک ہے کہ انہوں نے ان کی عبادت نہیں کی، لیکن یہ بات تو ہے نا کہ ان کے علما نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیا اور لوگوں نے ان کی بات مانی اور پیروی کی۔ یہی انکی عبادت کرنا ہے۔'' (ترمذی)۔ اگر ان کا اپنے نبی کی شریعت پر ایمان ہوتا تو وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ضرور ایمان لاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت تو ہر نبی نے اپنی قوم کو دی ہے، یہاں تک کہ تورات و انجیل میں صراحت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر موجود ہے۔ یہود و نصاریٰ سے جہاد کے حکم کی یہ پہلی آیت ہے، اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشرکین سے جنگ ہوچکی تھی اور مسلمان فتح سے ہم کنار

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ يَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿32﴾

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ (کی پھونکوں) سے بجھادیں اور اللہ اپنا نور پورا کرکے ہی رہتا ہے اگرچہ کفار کو برا ہی لگے۔ ﴿32﴾

هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿33﴾

وہی (اللہ) ہے جس نے اپنے رسول (ﷺ) کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ وہ (اللہ) اسے (دین اسلام کو) تمام دینوں پر غالب کردے، اگرچہ مشرک برا مانیں۔ ﴿33﴾

ہو چکے تھے، جزیرۂ عرب میں اسلام کا بول بالا ہوگیا تھا، اب یہود و نصاریٰ کو راہِ حق دکھانے کا حکم ہوا، انہی ایام میں رومیوں کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف لشکر کشی کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے غزوۂ تبوک کا اعلان کیا۔

(غزوۂ تبوک کی تفصیل جاننے کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر التوبہ 9: آیات 38 تا 39)

آیت 32: کفار دینِ الٰہی کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں:

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو جو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے، یہود و نصاریٰ اور مشرکین چاہتے ہیں کہ اپنے مکر وفریب سے اسے مٹا دیں۔ ان کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص سورج کی شعاعوں یا چاند کی روشنی کو اپنی پھونکوں سے بجھانے کی کوشش کرے۔ جس طرح یہ ناممکن ہے اسی طرح جو دین حق اللہ عزّوجل نے اپنے رسول ﷺ کو دے کر بھیجا ہے اس کا مٹانا ناممکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے آگے کس کی چلے گی؟ دینِ اسلام تمام دینوں پر غالب آکر رہے گا۔

آیت 33: دینِ اسلام کا ہر دین پر غلبہ:

دین اسلام دلائل کے لحاظ سے سچا اور حقیقی دین ہے اس لئے دیگر ادیانِ باطلہ پر اسلام کا غلبہ ہر وقت رہے گا۔ تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے جب صحیح معنوں میں اللہ کے احکامات پر عمل کیا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ

اے ایمان والو، بیشک اکثر علما اور درویش لوگوں کا مال ناحق کھاجاتے ہیں اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے (بھی) روکتے ہیں، جو لوگ سونا اور چاندی (خزانہ) جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں

تو انہیں دنیا کی کوئی طاقت زیر نہیں کرسکی، انہیں دنیاوی غلبہ بھی حاصل ہوا، یہاں تک کہ قیصر وکسریٰ کی بادشاہی بھی نیست و نابود ہوگئی اور دنیا کے ہر کونے میں دین اسلام کی شعاعیں پھیل گئیں اور اب بھی مسلمان اگر اپنے دین کے سچے عامل بن جائیں تو ان کا غلبہ یقینی ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اللہ کی جماعت فاتح ہوگی۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:-''روئے زمین پر کوئی کچا یا پکا گھر ایسا باقی نہ رہے گا جس میں اللہ کلمۂ اسلام داخل نہ کردے، وہ عزت والوں کو عزت دے گا اور ذلیلوں کو ذلیل کریگا، جنہیں عزت دینا چاہے گا انہیں اسلام نصیب کرے گا اور جنہیں ذلیل کرنا ہوگا وہ اسلام قبول نہیں کریں گے لیکن اس کی ماتحتی میں انہیں آنا پڑے گا۔'' (مسند احمد)۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اس آیت (التوبہ 9: آیت 33) کے اترنے کے بعد میرا خیال تو یہ ہے کہ اسلام ہی ہمیشہ باقی رہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک اللہ کو منظور ہوگا اسلام باقی رہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ اور خوشگوار ہوا بھیجے گا جس سے ہر اس شخص کو موت آجائے گی جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا اور دنیا میں ایسے لوگ باقی رہ جائیں گے جن میں کوئی خیر و بھلائی نہ ہوگی اور پھر وہ اپنے بزرگوں کے دین (شرک) کی طرف لوٹ جائیں گے۔ (مسلم)

آیت 34: دنیا دار برے علما اور صوفیوں سے ہوشیار رہیں:

یہاں یہود کی برائیوں کا تذکرہ فرما کر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے سے منع فرمارہے ہیں، یہودیوں اور عیسائیوں کے علما اپنے مرتبہ اور مقام سے اتنے گر گئے کہ وہ لوگوں کا ناحق مال ہڑپ کر جاتے تھے، جو کہ انتہائی گھناؤنا عمل ہے اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے سخت عذاب کی وعید سنائی ہے اور ان کی مثال بیان فرما کر دنیا پرست مسلمان علما کو بھی ڈرایا گیا ہے کہ اپنی

وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿34﴾

کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خبر سنادیجئے۔ ﴿34﴾

يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿35﴾

ایک دن آئے گا کہ اس خزانہ کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں، پہلو اور پیٹھ داغی جائیں گی (اور ان سے کہاجائے گا) یہ ہے وہ (مال) جسے تم (دنیا میں) اپنے لئے جمع کیا کرتے تھے۔لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔ ﴿35﴾

مذموم حرکات سے باز آجائیں اور دین کے نام پر اپنے کاروبار چمکا کر دین کو بدنام نہ کریں، دین کوسب سے زیادہ بگاڑنے والے یہی برے علما اور برے صوفی ہیں۔

آیت35: زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے لئے وعید:

مال و دولت جمع کرنا اور اس میں سے زکوٰۃ وصدقات ادا نہ کرنا یہ کنز کہلاتا ہے جس کیلئے اس آیتِ مبارکہ میں سخت وعید بیان ہوئی ہے۔ قیامت کے دن ایسے لوگوں کو جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرکے اسے پاک نہیں کرتے' دردناک عذاب ہوگا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:-''جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہ کرے اس کا مال قیامت کے دن آگ کی تختیوں جیسا بنادیا جائے گا اور اس سے اس کی پیشانی، پہلو اور کمر داغی جائے گی۔ پچاس ہزار سال تک اس کا یہی حال رہے گا پھر اسے اس کی منزل جنت یا جہنم کی طرف بھیج دیا جائے گا۔'' (مسلم)۔ مال و دولت کا جمع کرنا دین کے منافی نہیں، لیکن اس مال میں غریبوں، ناداروں اور مسکینوں کا حق ادا کرنا (جسے اسلام نے صدقہ، زکوٰۃ، خیرات کا نام دیا ہے) انتہائی ضروری ہے ورنہ یہی مال روز قیامت صاحبِ مال کیلئے عذاب کا سبب بنے گا۔ مومنوں کی صفات میں یہ بات بھی اللہ تعالیٰ نے ذکر کی ہے کہ ان کے مال میں غریبوں اور ناداروں کیلئے حصے مقرر ہوتے ہیں۔ (پڑھیے ترجمہ وتفسیر المعارج70: آیات24تا25)

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۙ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا

بیشک اللہ کے نزدیک اللہ کی کتاب میں مہینوں کی تعداد بارہ ہے، اسی دن سے جس دن سے آسمان و زمین کو اس نے پیدا کیا ہے، ان میں سے چار مہینے حرمت (احترام) والے ہیں، یہی صحیح دین (ضابطہ) ہے، لہٰذا تم ان (مہینوں) میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور تم تمام مشرکین سے جہاد کرو جیسے وہ تم سب

آیت 36: حرمت والے مہینوں کا بیان:

رسولِ اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کا خطبہ ارشاد کرتے ہوئے فرمایا:-''زمانہ گھوم کر اس دن کی حالت پر آ گیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا۔ سال کے 12 مہینے ہیں ان میں سے 4 مہینے حرمت والے ہیں۔ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب''۔ پھر آپ ﷺ نے سوال کیا:-''یہ کونسا مہینہ ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا:'' اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔'' آپ ﷺ کچھ دیر خاموش رہے، پھر فرمایا:-''کیا یہ ذوالحجہ کا مہینہ نہیں ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا:''جی ہاں'' پھر آپ ﷺ نے سوال کیا:-''یہ کونسا شہر ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا:'' اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا:-''کیا یہ مکہ نہیں ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا:''جی ہاں'' آپ ﷺ نے سوال کیا:-''آج کونسا دن ہے؟'' ہم نے کہا:-''اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔'' آپ ﷺ کچھ دیر خاموش رہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا:-''کیا یہ یوم النحر (قربانی کا دن) نہیں ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا:''جی ہاں'' آپ ﷺ نے فرمایا:-''تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری عزت تم (میں سے ہر ایک) پر اس طرح قابل احترام ہے جس طرح آج کا دن، یہ شہر اور یہ مہینہ محترم ہیں۔'' (بخاری، مسلم۔عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ) سال کے 12 مہینے یہ ہیں: محرم، صفر، ربیع الاول، ربیع الثانی، جمادی الاول، جمادی الثانی، رجب، شعبان، رمضان، شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ۔ حرمت والے مہینوں کی حرمت کا خاص خیال رکھنا مسلمانوں کیلئے ضروری ہے، ان میں گناہوں کی برائی مزید بڑھ جاتی ہے جیسے کہ حرم شریف میں گناہ کی سزا،

يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿36﴾

سے جنگ کرتے ہیں اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ ﴿36﴾

اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ

کسی مہینہ کو آگے پیچھے کر دینا کفر کی زیادتی ہے، اسکی وجہ سے کفار گمراہ کئے جاتے ہیں، وہ ایک سال تو اسے حلال کر لیتے ہیں اور دوسرے سال اسی کو حرام کر دیتے ہیں، تاکہ وہ ان (مہینوں) کی گنتی پوری کرلیں جو اللہ نے حرام ٹھہرائے

دوسری عام جگہ کے گناہ سے بڑھ جاتی ہے۔(پڑھیے ترجمہ وتفسیر الحج22: آیت25) یوں تو ہمیشہ گناہوں سے پرہیز کرنا چاہئے لیکن ان 4 مہینوں میں خصوصاً کیونکہ یہ حرمت والے مہینے ہیں۔(مزید تفصیل کیلئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر البقرہ2: آیت217)

آیت 37: مشرکین کا حرمت والے مہینوں میں تبدیلی کرنا:

عرب معاشرہ میں اسلام کی آمد سے قبل بھی حرمت والے مہینوں میں جنگ و جدال اور لوٹ مار کو بہت زیادہ ناپسندیدہ سمجھا جاتا تھا۔لیکن مسلسل 3 مہینے، ان کی حرمت کا لحاظ رکھتے ہوئے، قتل و غارت سے پرہیز، ان کے لئے بہت مشکل تھا۔اس لئے اس کا حل انہوں نے یہ نکال رکھا تھا وہ جس حرمت والے مہینے میں قتل و غارت کرنا چاہتے اس میں کر لیتے اور اعلان کر دیتے کہ اس کی جگہ فلاں مہینہ حرمت والا ہوگا مثلاً محرم کے مہینے کی حرمت توڑ کر اس کی جگہ صفر کو حرمت والا مہینہ قرار دے دیتے۔اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق فرمایا کہ یہ کفر کی زیادتی ہے کیونکہ مہینوں کے اس ادل بدل کا مقصود لڑائی اور دنیاوی مفادات کے سوا کچھ نہیں۔ایک مہینہ کی حرمت توڑ کر اس کی جگہ دوسرے مہینہ کو حرمت والا قرار دینے سے ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے 4 مہینے حرمت والے رکھے ہیں، ان کی گنتی پوری رہے۔یعنی گنتی پوری کرنے میں اللہ کی موافقت کرتے تھے، لیکن اللہ نے قتال و جدال اور غارت گری سے جو منع کیا تھا، اس کی انہیں کوئی پرواہ نہ تھی، بلکہ وہ اپنی ظالمانہ کاروائیوں کے لئے اس میں ادل بدل کرتے رہتے تھے۔

فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿37﴾

ہیں، پھر اسے حلال بنالیں جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے انہیں ان کے برے اعمال اچھے دکھائی دیتے ہیں اور اللہ منکرینِ حق کو ہدایت نہیں دیتا۔ ﴿37﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿38﴾

اے ایمان والو، تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے راستہ میں نکلو، تو تم زمین سے لگے جاتے ہو۔ کیا تم آخرت کے بدلہ دنیا کی زندگی کو ترجیح دینے لگ گئے ہو۔ یاد رکھو، دنیا کی زندگی کا فائدہ تو آخرت کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے۔ ﴿38﴾

آیات 38 تا 39: جنگ تبوک میں شریک نہ ہونے والوں پر عتاب:

جب پورے عرب میں اسلامی قوت کا بول بالا ہوگیا تو روم کی عیسائی حکومت نے اس نئی طاقت کو اپنے لئے خطرہ سمجھنا شروع کردیا۔ رومی حال ہی میں ایران کی حکومت کو شکست دے کر دنیا سے اپنی قوت کا لوہا منوا چکے تھے۔ آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ روم کا عیسائی بادشاہ ہرقل مسلمانوں کے خلاف لڑائی کی تیاری کر رہا ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ نے بھی اس کے مقابلہ کے لئے تیاری کا حکم دے دیا۔ یہ شوال سن 9 ہجری کا واقعہ ہے۔ موسم سخت گرمی کا تھا اور سفر بہت لمبا تھا۔ یہ جنگ تبوک کہلاتی ہے جو حقیقت میں ہوئی نہیں تھی۔ 20 روز تک مسلمان ملک شام کے قریب تبوک نامی مقام پر مقیم رہے مگر رومی جنگ کیلئے نہیں نکلے چنانچہ مسلمان واپس آگئے۔ اس جنگ میں ظاہری سختیوں کی وجہ سے بعض مسلمانوں اور منافقین پر جنگ میں جانا گراں گزرا، جس کا اظہار ان آیات میں کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ جب تمہیں جہاد کی دعوت دی جاتی ہے تو تم سُستی کا مظاہرہ کرتے ہو اور دنیا کی عارضی زندگی اور آرام وسکون کو پسند کرتے ہو کہ کون سخت گرمی میں گھر کا آرام چھوڑ کر گرمی کی

اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿39﴾

اگر تم (جہاد کے لئے) نہیں نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور تم اللہ کو کوئی بھی نقصان نہ پہنچا سکو گے اور اللہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھنے والا ہے۔ ﴿39﴾

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ

اگر تم ان (نبی ﷺ) کی مدد نہیں کرو گے تو (تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ) اللہ نے نے ان (رسول ﷺ) کی (اس وقت) مدد کی جب کفار نے انہیں (مکہ سے) نکال دیا تھا، وہ دو میں سے دوسرا تھا جبکہ وہ دونوں غار (ثور) میں تھے جب وہ (نبی ﷺ) اپنے ساتھی (ابوبکر رضی اللہ عنہ) سے

سخت تکالیف برداشت کرے؟ اگر تم جہاد کیلئے نہیں نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو لے آئے گا اور تم اللہ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

آیت 40: رسول اکرم ﷺ کی ہجرت کے وقت نصرت:

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ رسول اکرم ﷺ کی مکہ سے ہجرت میں اپنی نصرت (مدد) کی جانب اشارہ فرمارہے ہیں۔ آپ ﷺ کی ہجرت کے وقت اللہ تعالیٰ کی نصرت کے چند مشاہدے یہ ہیں: شدید پہرہ کے باوجود آپ ﷺ کو بحفاظت گھر سے نکال کر غار ثور تک پہنچایا، غار کے منہ پر مکڑیوں کا جالا تان دیا جس کی وجہ سے آپ کا تعاقب کرنے والے مغالطہ کا شکار ہوگئے اور غار میں دیکھنے کا کسی کو خیال تک نہ آیا، پھر سراقہ بن مالک جو آپ ﷺ کا پیچھا کررہا تھا اور وہ آپ ﷺ کو شہید کرنا یا پکڑنا چاہتا تھا اسکا گھوڑا زمین میں دھنس گیا آخر کار وہ آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لے آیا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو آپ ﷺ کی ہجرت کے ساتھی ہیں، بیان کرتے ہیں کہ میں نے غار ثور کے اندر سے کفار کے پاؤں دیکھے جو ہماری تلاش میں

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَ
اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ
جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا
السُّفْلٰى ؕ وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ
الْعُلْيَا ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿40﴾

کہہ رہے تھے کہ غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے، پھراللہ نے ان پر اپنی سکینت (اطمینانِ قلب) نازل فرماتے ہوئے ان لشکروں سے ان کی مدد کی جنہیں تم نہیں دیکھ سکے اور اس (اللہ) نے کفار کی بات کو پست کردیا اور بول بالا تو اللہ ہی کے کلمہ کا ہے، اللہ سب پر غالب، خوب حکمت والا ہے۔ ﴿40﴾

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ
جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿41﴾

(اے ایمان والو) تم (اللہ کی راہ میں) ہلکے ہوتب بھی نکلو اور بوجھل تب بھی اور اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ ﴿41﴾

غار تک پہنچ گئے تھے۔ میں نے عرض کیا ''اے اللہ کے رسول ﷺ، اگر ان میں سے کسی نے جھانک کر اندر دیکھ لیا تو ہم انہیں نظر آجائیں گے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:۔''اُن دو آدمیوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا (مددگار) اللہ ہو۔'' یعنی جن کا مددگار اللہ تعالیٰ ہوانہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاسکتا۔ (بخاری)

آیت 41: جنگِ تبوک میں ہر مسلمان کی شرکت ضروری تھی:

جنگِ تبوک میں جانے کا حکم ہر مسلمان کیلئے تھا،لیکن کچھ منافقین اور کمزور ایمان والے آپ ﷺ سے جنگ میں شرکت نہ کرنے کی اجازت لینا چاہ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اس جہاد میں شریک ہونا ہر مسلمان کیلئے لازمی قرار دیا کہ بوڑھے جوان، امیر، غریب، فارغ، مشغول، طاقتور، کمزور، کاریگر یا بے ہنر، چاہے جس حال میں ہوں بلاعذر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیلئے چل پڑیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرماکر آپ ﷺ کے اس قول کی تائید فرمادی اور یہی سفر بعد میں منافقین اور حقیقی مومنین میں فرق واضح ہونے کا سبب بھی بنا۔

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿42﴾ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ

اگر مال غنیمت جلد وصول ہونے والا اور سفر ہلکا (قریب) ہوتا تو یہ (منافقین) آپکے ساتھ ضرور چلتے لیکن انہیں مسافت دور نظر آئی اور اب تو یہ اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم میں (جہاد کرنے کی) طاقت ہوتی تو ہم یقیناً آپ (مسلمانوں) کے ساتھ نکلتے، یہ خود ہی اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں اوراللہ جانتاہے کہ یہ(منافقین) سراسر جھوٹے ہیں۔ ﴿42﴾

(اے نبی ﷺ) اللہ نے آپ کو معاف کردیا ہے کہ آپ نے ان(منافقین)کو

اس کے بعد والی جنگوں میں کمزور، بوڑھے اور معذورلوگوں کی شرکت کی فرضیت منسوخ ہوگئی۔(مزید تفصیل کیلئے پڑھیے ترجمہ وتفسیرالفتح48:آیت17)

آیت 42: جنگِ تبوک میں شریک نہ ہونے والوں پر گرفت:

جولوگ جنگ تبوک میں شریک نہیں ہوئے تھے اور حیلے بہانے تراش کر رسول اکرم ﷺ سے اجازت لے کر گھروں میں بیٹھ گئے تھے۔ اس آیت میں ان کی دلی کیفیت کو بیان کیا جارہا ہے کہ دراصل ایسے لوگوں کو کوئی معذوری نہ تھی۔ اگرقریب کا سفر ہوتا اور آسانی سے مالِ غنیمت ملنے کی امید ہوتی تو یہ لالچی ضرور ساتھ ہولیتے لیکن لمبے سفر نے ان کی ہمت پست کردی۔ آپ ﷺ کی غزوہ تبوک سے واپسی پر اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ یہ جھوٹے ہیں۔ یہ خود ہی ایسے اعمال کر کے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں۔

آیات 43 تا 45: سچے مسلمان حیلے بہانے نہیں بناتے:

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی اپنے محبوب سے محبت بھری باتیں ہورہی ہیں کہ سخت بات کے سنانے سے پہلے ہی معافی کا اعلان سنایاجارہا ہے۔ یہ آیات ان منافقین کے بارے میں نازل

حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ تَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿43﴾

اجازت کیوں دے دی؟ آپ انہیں اجازت نہ دیتے یہاں تک کہ آپکے سامنے سچے لوگ ظاہر ہو جاتے اور آپ جھوٹے لوگوں کو بھی جان لیتے۔ ﴿43﴾

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿44﴾

(اے نبی ﷺ) جو لوگ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ آپ سے اجازت نہیں مانگتے تاکہ وہ اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔ ﴿44﴾

اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ ارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿45﴾

آپ سے اجازت تو صرف وہی طلب کرتے ہیں جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں، اور وہ اپنے شک میں سرگرداں (متردد) ہیں۔ ﴿45﴾

ہوئی تھیں جنہوں نے آپس میں طے کرلیا تھا کہ آپ ﷺ سے اپنا فرضی عذر پیش کر کے اجازت طلب کرلیں گے، اگر اجازت مل جائے تو اچھا ہے اور اگر اجازت نہ بھی دیں تو بھی ہم اس غزوہ میں نہیں جائیں گے۔ لہٰذا آپ ﷺ کے پاس جب یہ لوگ آئے تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت دیدی، اگر آپ ﷺ اجازت نہ دیتے تو اتنا فائدہ ضرور ہوتا کہ سچے عذر والے اور جھوٹے بہانے تراشنے والے کھل کر سامنے آجاتے وہ اس طرح کہ اطاعت گزار تو حاضر ہوجاتے اور نافرمان اجازت نہ ملنے کے باوجود بھی میدانِ جہاد میں نہیں آتے۔ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ سچے ایمان والے اللہ کی راہ میں جہاد سے رکنے کی اجازت طلب کریں، وہ تو جہاد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور قربت حاصل کرنا چاہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ جب جہاد کا اعلان سنتے ہیں تو دوڑ کر مجاہدین کے لشکر میں جاملتے ہیں اور فوراً اللہ کا حکم بجالاتے ہیں۔ البتہ جو اللہ تعالیٰ اور

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿46﴾

اگر واقعی ان (منافقین) کا ارادہ (جہاد کے لئے) نکلنے کا ہوتا تو وہ اس (سفر) کے لئے کچھ سامان ضرور تیار کرتے لیکن اللہ نے ان کا جہاد کے لئے روانہ ہونا پسند ہی نہیں کیا، اس لئے انہیں سست کردیا اور (ان سے) کہہ دیا گیا کہ تم بھی بیٹھنے (پیچھے رہنے) والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ ﴿46﴾

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاْ اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ

اگر وہ (منافقین) تمہارے ساتھ نکلتے تو بھی تمہارے لئے فساد میں ہی اضافہ کرتے اور تمہارے لئے فتنہ (کھڑا کرنے) کی خواہش

آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے، وہ جہاد سے گھبراتے ہیں، لہٰذا بلاعذر شرعی بہانے بنا کر آپ ﷺ سے غزوہ سے پیچھے رہنے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کو جہاد سے پیچھے رہنے کی اجازت دینے پر آپ ﷺ کو تنبیہ فرمائی پھر بعد میں آپ ﷺ کو اس کی رخصت دے دی گئی تھی۔ (پڑھیے ترجمہ وتفسیر النور 24: آیت 62)

آیات 46 تا 47: منافقین کے غزوۂ تبوک میں شامل نہ ہونے کی وجہ:

منافقین غزوۂ تبوک میں شامل نہ ہونے کے عذر پیش کررہے تھے، اللہ عزّوجل فرمارہے ہیں کہ اگر ان کا عذر شرعی ہوتا اور یہ جہاد کیلئے مخلص ہوتے تو کم از کم سامان سفر کی تیاری تو کرتے، جب جہاد کا اعلان ہونے کے بعد بھی یہ مطمئن ہوکر بیٹھے رہے تو یہ بات ظاہر ہورہی ہے کہ یہ جہاد میں شریک ہونا ہی نہیں چاہتے۔ دراصل اللہ تعالیٰ کی مصلحت تھی جس کی وجہ سے منافقین، مسلمانوں کے ساتھ نہ نکلے۔ منافقین بہت ہی ڈرپوک ہوتے ہیں، بالفرض مسلمانوں کے ساتھ ہوتے بھی تو ان میں فساد ہی برپا کردیتے، یہ اِدھر کی بات اُدھر اور اُدھر کی بات اِدھر کرکے آپس میں عداوت اور فتنہ کھڑا کرکے مسلمانوں کو آپس میں ہی الجھا دیتے، کچھ لوگ مسلمانوں

يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَ فِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿47﴾

لئے دوڑے دوڑے پھرتے اور اب بھی تمہارے درمیان ان کے جاسوس موجود ہیں اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ ﴿47﴾

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَ قَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَ ظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿48﴾

اور یقیناً انہوں نے اس سے پہلے بھی فتنہ پھیلانے اور آپ (ﷺ) کے معاملات بگاڑنے کی کوشش کی تھی، یہاں تک کہ حق آ گیا اور اللہ کا حکم غالب آ کر رہا حالانکہ وہ (حق کو) ناپسند کرتے تھے۔ ﴿48﴾

میں ایسے بھی ہیں جو اپنے بھولے پن کی وجہ سے ان منافقین کے شر انگیزیوں سے بے خبر رہتے ہیں اور ان منافقین کی باتوں میں آجاتے ہیں جس کا نتیجہ مومنوں کے حق میں برا نکلتا ہے۔

آیت 48: منافقین کی سابقہ سازشوں کی یاد دہانی:

اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو منافقین کی سازشیں یاد دلائی جارہی ہیں کہ اب سے پہلے کافی مدت تک یہ لوگ آپ ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف طرح طرح کے کھیل کھیل چکے ہیں، تاکہ دین اسلام مٹ جائے۔ جب رسول اکرم ﷺ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو سارا عرب آپ ﷺ کا مخالف تھا اور مدینہ کے یہودی اور منافق بھی دل ہی دل میں آپ ﷺ کے دشمن تھے، مدینہ میں ان منافقین اور یہودیوں نے آپ ﷺ کے خلاف بغاوت کی فضا قائم کرنے کی بہت کوششیں کیں، لیکن جب اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے بدر میں اپنے نبی کریم ﷺ کو فتح عطا فرمائی تو ان کی خواہشات اور امیدوں کی عمارت منہدم ہوگئی اور منافقین کے رئیس عبد اللہ بن اُبی نے اپنے ساتھیوں کو منافقت کا لبادہ اوڑھنے کو کہا اور کہنے لگا کہ اب تو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ بظاہر اسلام قبول کرلیا جائے، دل میں جو ہے سو ہے وقت آنے پر دیکھا جائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ارمانوں کو دل ہی دل میں ختم کردیا اور کلمۂ حق نے آخر قدم جمالیا اور دین حق کفر ونفاق پر غالب آ گیا۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَ لَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿49﴾

اور ان (منافقین) میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمیں (جہاد سے) رخصت دیدیجئے اور آزمائش میں نہ ڈالیئے۔ آگاہ رہیئے وہ (منافقین) تو آزمائش میں پڑے ہوئے ہیں اور یقیناً دوزخ کفار کو گھیر لینے والی ہے۔ ﴿49﴾

اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَ اِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَاۤ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَ يَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ فَرِحُوْنَ ﴿50﴾

(اے نبی ﷺ) اگر آپ کو کوئی بھلائی مل جائے تو انہیں (منافقین کو) بری لگتی ہے اور اگر آپ پر کوئی مصیبت آجائے تو یہ کہتے ہیں ہم نے تو اپنے معاملہ میں پہلے سے ہی احتیاط برتی تھی اور یہ خوش خوش (اتراتے ہوئے) لوٹ جاتے ہیں۔ ﴿50﴾

آیت 49: منافقت بذاتِ خود بہت بڑا فتنہ ہے:

آپ ﷺ نے بنوسلمہ کے رئیس جد بن قیس (جو منافق تھا) سے کہا کہ اس سال عیسائیوں کو جلاوطن کرنے میں تم ہمارا ساتھ دو، تو اس نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ، مجھے معاف رکھئے، میں عورتوں کے فتنہ میں بہت جلد مبتلا ہوجاتا ہوں، وہاں جہاد کے دوران عورتوں کو دیکھ کر میں کسی فتنہ میں نہ پڑ جاؤں، اس عجیب عذر پر آپ ﷺ نے اس سے منہ موڑلیا۔ اللہ تعالیٰ نے آیت مبارکہ میں اس بات کی وضاحت فرمادی کہ ان کی منافقت ہی اصل میں سب سے بڑا فتنہ ہے جس میں یہ لوگ گرفتار ہیں، یہی منافقت انہیں جہنم میں لے جائے گی جس سے بچ کر وہ کہیں بھی نہیں جاسکیں گے اور نہ ہی انہیں اس سے نجات ملے گی۔

(مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر البقرہ 2: آیات 11 تا 12)

آیات 50 تا 51: منافقین کی دلی خباثت:

ان آیاتِ مبارکہ میں منافقین کی اندرونی خباثت کا بیان ہے کہ اگر مسلمانوں کو کوئی فتح ونصرت اور بھلائی ملتی ہے تو رنج کے مارے انکے منہ کالے ہوجاتے ہیں اور آپ ﷺ کی کامیابی اور

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿51﴾

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ ہمیں تو صرف وہ (مصیبت) پہنچے گی جو اللہ نے ہمارے مقدر میں لکھ دی ہے۔ وہی ہمارا آقا ہے اور مومنوں کو تو صرف اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے۔ ﴿51﴾

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۭ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۚ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿52﴾

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم ہمارے بارے میں 2 بھلائیوں (فتح یا شہادت) میں سے ایک کا انتظار کر رہے ہو؟ اور ہم تمہارے بارے میں انتظار کرتے ہیں کہ یا تو اللہ اپنے پاس سے تمہیں کوئی عذاب دے یا ہمارے ہاتھوں سے (عذاب) دلوائے چنانچہ تم بھی انتظار کرو ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں۔ ﴿52﴾

سرخروئی سے جل جاتے ہیں اور اگر آپ پر اللہ نہ کرے کوئی مصیبت آجاتی ہے تو خوش ہوکر کہتے ہیں کہ ہم تو پہلے ہی سے محتاط تھے اور محمد ﷺ کی پیروی سے اعراض کر رکھا تھا اور ان سے کتراتے رہتے تھے کہ کہیں یہ ہمیں کسی مصیبت میں نہ ڈال دے اور خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔ اللہ عزّوجل ان نادانوں کو کہلوا رہے ہیں کہ آپ ﷺ کہہ دیجئے: راحت اور غم خود اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اسکی منشا کے ماتحت ہیں، وہی ہمارا آقا ہے اسی پر ہمارا بھروسہ ہے، وہی ہمارے لئے کافی ہے۔

آیت 52: مجاہدین ہر حال میں سرخرو ہیں:

منافقین مسلمانوں پر کسی مصیبت اور آفت کے منتظر رہتے تھے، اس آیت مبارکہ میں انہیں واضح فرمادیا گیا کہ تم مسلمانوں کی بابت جس چیز کا انتظار کر رہے ہو وہ ان دو اچھائیوں میں سے ایک ہے اگر انہیں شہادت ملی تو جنت ان کی منتظر ہے، اگر انہیں فتح ملی تو اجر و ثواب اور مال غنیمت ہے، دونوں حالتیں مسلمانوں کیلئے قابل فخر اور خیر و سعادت سے بھرپور ہیں۔ لہٰذا اب مسلمان بھی

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿53﴾

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ تم خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے تم سے ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا، یقیناً تم نافرمان لوگ ہو۔ ﴿53﴾

وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿54﴾

اور ان کے خرچ کئے ہوئے مال قبول نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کر دیا ہے اور نماز کیلئے آتے بھی ہیں تو کاہلی اور سستی کے ساتھ اور وہ (اللہ کی راہ میں) بھی ناگواری سے خرچ کرتے ہیں۔ ﴿54﴾

تمہارے بارے میں دو برائیوں کے منتظر ہیں یا تو اللہ تعالیٰ کا عذاب تم پر براہِ راست آجائے گا یا مسلمانوں کے ہاتھوں تم پر اللہ کی مار پڑے گی اور تم قتل یا قید کئے جاؤ گے۔

آیات 53 تا 54: منافقین کا صدقہ قبول نہیں ہوتا:

منافقین کو آپ ﷺ کے ذریعہ کہلوایا جارہا ہے کہ تم جس طرح چاہو خرچ کرو راضی ہوکر یا نہ چاہتے ہوئے دونوں برابر ہیں۔ اپنی مرضی سے اللہ کی راہ میں خرچ کروگے، تب بھی قبول نہیں ہوگا، کیونکہ قبولیت کے لئے ایمان شرط اوّل ہے اور وہ تمہارے اندر موجود نہیں، جبکہ ناخوشی سے خرچ کیا ہوا مال، اللہ کے ہاں ویسے ہی مردود ہے، اس لئے کہ وہاں صحیح نیت موجود نہیں ہے جو قبولیت کیلئے ضروری ہے۔ اگلی آیت میں انکے صدقات قبول نہ ہونے کی 3 اور وجوہات بتائی گئی ہیں: ❶ منافقت، کفر اور فسق۔ ❷ کاہلی سے نماز پڑھنا، منافقین نہ تو نماز پر ثواب کی امید رکھتے ہیں اور نہ ہی اس کے ترک کی سزا سے انہیں کوئی خوف ہے، امید اور خوف بھی ایمان کی علامت ہے جس سے یہ منافقین محروم ہیں۔ ❸ نہ چاہتے ہوئے اور کراہت سے خرچ کرنا اور جس کام میں دل کی رضا نہ ہو وہ کس طرح قبول ہوسکتا ہے؟

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿55﴾

پس ان کے مال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں۔ اللہ کی چاہت یہی ہے کہ ان (مال اور اولاد) کی وجہ سے انہیں دنیا کی زندگی میں بھی سزا دے اور انکی جانیں حالت کفر میں ہی نکلیں ﴿55﴾

وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴿56﴾

یہ (منافقین) اللہ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ وہ تم ہی میں سے ہیں، حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ تو ڈرپوک لوگ ہیں۔ ﴿56﴾

لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ

اگر یہ (منافقین) کوئی پناہ کی جگہ یا

آیت 55: کفار کے پاس کثرتِ مال و اولاد ایک سزا ہے:

منافقین اور کفار کے مال و دولت، اولاد اور ان کی دنیاوی چمک دمک کی وجہ سے آپ دھوکہ میں نہ آجائیں، یہ تو محض انہیں ڈھیل دی جارہی ہے تاکہ یہ کفرونفاق میں اور ڈوب جائیں۔ فرمانِ الٰہی ہے:- (ترجمہ) ”ہم نے جو انہیں طرح طرح کی چیزوں سے دنیا میں فائدہ پہنچا رکھا ہے آپ ان کی طرف نگاہ نہ ڈالیں۔ یہ تو دنیاوی زندگی کی (عارضی) بہار ہے تاکہ ہم انہیں اس (مال و اولاد) کے ذریعہ فتنہ میں ڈالدیں اور آپ کے رب کی روزی (آپ کے لئے) بہترین ہے۔“ (طٰہٰ 20: آیت 131)۔ وہ مسلمان جو اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل نہیں کرتے ان کو بھی سوچنا چاہئے کہ کیا مال و دولت کی فروانی عذاب الٰہی تو نہیں۔ (پڑھئے ترجمہ وتفسیر الانعام 6: آیت 44)

آیات 56 تا 57: منافقین کی بزدلی کا بیان:

منافقین کی گھبراہٹ اور بزدلی کا بیان ہے کہ یہ قسمیں کھا کھا کر اپنے اسلام کا یقین دلا رہے ہیں کیونکہ انہیں دل کا خوف بے چین کررہا ہے۔ ان کا تو یہ عالم ہے کہ اگر آج بھی انہیں کوئی پناہ گاہ مل

مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿57﴾

کوئی غار یا کوئی بھی سرگھسانے کی جگہ پالیتے تو فوراً اس کی طرف، لگام توڑ کر، ضرور بھاگ جاتے۔ ﴿57﴾

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ﴿58﴾

ان میں سے ایسے بھی ہیں جو آپ پر صدقہ کے مال کی تقسیم کے بارے میں اعتراض کرتے ہیں، اگر انہیں اس (صدقہ) میں سے کچھ دے دیا جائے تو خوش ہوجاتے ہیں اور اگر اس میں سے نہ دیا جائے تو فوراً ناراض ہوجاتے ہیں۔ ﴿58﴾

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ

اگر یہ لوگ اللہ اور رسول کے دیئے ہوئے پر خوش رہتے اور یہ کہتے کہ اللہ ہی ہمیں کافی ہے، جلد ہی اللہ ہمیں اپنے فضل سے

جائے یا اپنے بچاؤ کیلئے کوئی قلعہ یا کوئی محفوظ غار یا کسی سرنگ کا انہیں پتہ چل جائے تو یہ سارے کے سارے اس میں چھپ جائیں گے پھر آپ ﷺ کے پاس ان میں سے ایک بھی نظر نہ آئیگا کیونکہ انہیں اسلام سے کوئی محبت نہیں بلکہ یہ تو مجبوری اور خوف کی بنا پر چاپلوسی کر رہے ہیں۔

آیات 58 تا 59: منافقین کی ذاتی مفاد کے لئے نکتہ چینی:

بعض منافق صدقہ کی تقسیم پر آپ ﷺ پر اعتراض کرتے تھے کہ آپ ﷺ صحیح تقسیم نہیں فرماتے۔ اس سے ان کا مقصد اصلاح نہیں بلکہ ذاتی مفاد ہوتا تھا۔ کیونکہ اگر انہیں بھی صدقہ مل جائے تو خاموش ورنہ کڑی نکتہ چینی کرنے لگتے تھے۔ جب رسول اکرم ﷺ جنگ حنین کا مال تقسیم فرمارہے تھے تو ابن ذی الخویصرہ (منافق) نے آپ ﷺ پر اعتراض کیا کہ انصاف کیجئے، آپ انصاف نہیں فرمارہے ہیں۔ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ تجھ پر افسوس، اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو پھر اور کون کرے گا؟ پھر اسکے جانے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی نسل سے ایک قوم نکلے گی جن کی نمازوں اور روزوں کے مقابلہ میں تم اپنی نمازیں اور روزے حقیر

سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗۤ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿59﴾

مزید دے گا اور اس کا رسول بھی، بیشک ہم تو اللہ ہی کی طرف راغب ہیں (تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا)۔ ﴿59﴾

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

بے شک اموالِ صدقہ (زکوٰۃ) تو دراصل فقیروں، مسکینوں، ان (اموال زکوٰۃ) کے جمع کرنے والوں، جن کے دل جیتنا مقصود ہوں، گردن آزاد کرانے، قرض داروں، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور مسافروں

سمجھو گے مگر یہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ ایسے لوگ جہاں کہیں بھی پاؤ انہیں قتل کر ڈالو، یہ لوگ آسمان کے نیچے قتل ہونے والوں میں سے بدترین مقتول ہوں گے۔'' (بخاری۔ عن ابی سعید رضی اللہ عنہ)۔ اللہ عزّوجل انہیں نصیحت فرمارہے ہیں کہ نکتہ چینی کے بدلہ میں اگر یہ لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے انہیں دی ہے اس پر صبر وشکر کر لیتے تو یہ ان کے حق میں بہتر تھا، اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی تعلیم دی ہے کہ اللہ تعالیٰ جو بھی دے، انسان کو اس پر صبر وشکر کرتے ہوئے اللہ ہی پر توکل کرنا چاہئے اور ہر قسم کی امید اور توقع صرف اسی سے رکھنی چاہئے۔

آیت 60: مصارفِ زکوٰۃ کا بیان:

زکوٰۃ کے آٹھ اہم مصارف ہیں:- ❶ فقرا: جو نادار اور مستحق ہونے کے باوجود لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے سے بچتے ہوں۔ ❷ مساکین: وہ لوگ جن کی آمدنی اتنی کم ہو کہ وہ اس سے اپنے ضروری اخراجات بھی پورے نہ کر سکتے ہوں۔ ❸ عاملین: اسلامی حکومت کے وہ اہلکار جو زکوٰۃ وصدقات کی وصولی وتقسیم اور اس کے حساب وکتاب پر مامور ہوں۔ ❹ مؤلفۃ القلوب: یعنی تالیفِ قلبی کیلئے صدقہ دینا، ایک تو وہ کافر ہے جو اسلام کی طرف کچھ مائل ہو اور اس کی امداد کرنے پر امید ہو کہ وہ مسلمان ہو جائے گا۔ دوسرے وہ نومسلم جو نیا نیا اسلام میں داخل ہوا ہو۔

وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿60﴾

کے لئے ہیں۔ (یہ) اللہ کی طرف سے فرض ہے اور اللہ خوب جاننے اور حکمت والا ہے۔ ﴿60﴾

اس کے علاوہ حالات کا جو تقاضا ہو اس اعتبار سے اسلام اور مسلمانوں کی بہتری کیلئے کسی کافر پر خرچ کرنا بھی مؤلّفۃ القلوب میں شامل ہے۔ ❺ غلام آزاد کرنا: سے ہر اس غلام پر صدقہ کرنا مراد ہے، جو اپنی آزادی کیلئے رقم نہ پاتا ہو۔ ❻ غارمین: سے ایک تو وہ مقروض مراد ہیں جو اپنے اہل وعیال کو نان نفقہ اور ضروریات زندگی فراہم کرنے میں مقروض ہوگئے اور انکے پاس نقد رقم بھی نہیں ہے اور ایسا سامان بھی نہیں ہے جسے بیچ کر وہ قرض ادا کر سکیں اور دوسرے وہ ذمہ دار اصحاب ضمانت ہیں جنہوں نے کسی کی ضمانت دی اور اسکی ادائیگی کے ذمہ دار ٹھہر گئے اور ضمانت کی رقم ادا نہ کر پائیں، یا کسی کو کوئی بڑا نقصان ہوا جس کے سبب وہ لوگوں کا مقروض ہوا۔ ان سب افراد کی زکوٰۃ کے مال سے مدد کرنا جائز ہے۔ ❼ فی سبیل اللہ: سے مراد جہاد کیلئے رقم خرچ کرنا ہے یعنی جنگی سامان وضروریات اور مجاہدین پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا جائز ہے۔ اسکے علاوہ دعوت وتبلیغ، مثلاً دینی مدارس کی معاونت اور دینی کتب کی نشر واشاعت بھی جہاد میں شامل ہیں، اس لئے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:- ''مشرکین کے خلاف اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ذریعہ جہاد کرو۔'' (نسائی) ❽ مسافر: وہ ہے جو پردیس میں بے سروسامان رہ گیا ہو اسے اتنی زکوٰۃ دے دی جائے کہ اس کے کھانے پینے اور کرائے کا خرچ نکل آئے اگرچہ وہ اپنے وطن میں مالدار ہی کیوں نہ ہو۔ اگر کسی شرعی عذر کے تحت کوئی سفر کا ارادہ کر رہا ہو لیکن اس کے پاس سفر کا خرچ نہ ہو تو اسے بھی آمد ورفت کا کرایہ اور کھانے پینے کا خرچہ زکوٰۃ میں سے دینا جائز ہے۔ زکوٰۃ کی تقسیم کے وقت سب سے پہلے اپنے عزیز و اقارب اور پڑوس ومحلّہ میں دیکھنا چاہئے کہ کون مستحق ہے؟ اپنے رشتہ داروں کو صدقہ دینے سے دوگنا ثواب ملتا ہے ایک صلہ رحمی کا اور دوسرا صدقہ کا۔

(صلہ رحمی کے متعلق تفصیل جاننے کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر النسآء 4: آیت 1)

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿61﴾

ان (منافقین) میں سے ایسے بھی ہیں جو نبی کو تکلیف دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ تو کانوں کا ہلکا (ہر ایک کی سن کر مان لیتا) ہے، آپ کہہ دیجئے کہ وہ کان تمہارے لئے خیر و برکت والے ہیں، وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور مسلمانوں کی باتوں پر یقین کرتا ہے اور تم میں سے ایمان والوں کے لئے سرتاپا رحمت ہے، جو لوگ اللہ کے رسول (ﷺ) کو تکلیف دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ ﴿61﴾

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ

(منافقین) تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں

آیت 61: منافقین کی رسول اکرم ﷺ کو ایذا رسانی:

منافقین کا گروہ رسول اکرم ﷺ کو سخت ایذا پہنچاتے رہتے تھے، وہ آپ ﷺ کو جہاں دوسری تکالیف پہنچاتے تھے وہاں یہ بھی کہتے تھے کہ آپ کانوں کے ہلکے ہیں (نعوذ باللہ) اور ہمارے بارے میں جس سے جو بات سن لیتے ہیں، اسی پر یقین کر لیتے ہیں اور آپ ﷺ ہماری جھوٹی قسموں پر بھی یقین کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے فرمایا کہ آپ ﷺ ان منافقین کو جواب دیں کہ اللہ کے رسول سب سے بہتر کانوں والے ہیں اور سچے اور جھوٹے میں امتیاز کر لیتے ہیں، ان کا اللہ پر ایمان ہے اور مومنوں کی باتوں پر یقین رکھتے ہیں۔

آیات 62 تا 63: منافقین کی جھوٹی قسموں کا بیان:

منافقین جب مسلمانوں سے دور ہوتے تو مسلمانوں اور آپ ﷺ پر طعنہ زنی کرتے اور جب ان کے اس رویہ کی خبر آپ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہوتی تو جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی صفائی پیش کرتے کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا، تاکہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ اور مسلمان ان سے خوش

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿62﴾

کھاتے ہیں تاکہ تمہیں خوش رکھیں، حالانکہ اگر یہ (سچے) مومن ہوتے تو اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق رکھتے تھے کہ یہ انہیں خوش رکھتے۔ ﴿62﴾

اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿63﴾

کیا انہیں معلوم نہیں کہ بے شک جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت کرتا ہے اس کے لئے یقیناً دوزخ کی آگ ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، یہ بہت ہی بڑی رسوائی ہے۔ ﴿63﴾

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ

منافقین کو ہر وقت اس بات کا ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں ان (مسلمانوں) پر کوئی سورت نہ اتار دی جائے جو انہیں ان (منافقین) کے دلوں کی بات بتادے (اے نبی ﷺ)

رہیں۔ منافقین کے اس نفاق اور اخلاقی برائی کو دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے انہیں نصیحت فرمائی کہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ زیادہ حقدار تھے کہ تم انہیں راضی کرتے۔ اپنے اس طرزِ عمل سے تم نے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی مخالفت مول لی ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے مخالفین کو ہمیشہ کے لئے جہنم کے سخت عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا۔ جو ان کے لئے بہت بڑی رسوائی کا باعث ہوگا۔

آیت 64: منافقین کو ہر وقت اپنے نفاق کے ظاہر ہونے کا ڈر رہتا ہے:

منافقین مسلمانوں اور رسول اکرم ﷺ کا مذاق اڑا لیتے تھے لیکن ساتھ ہی ان کو یہ بھی ڈر لگا رہتا تھا کہ جو بغض و عداوت ان کے دلوں میں ہے کہیں اللہ تعالیٰ کسی سورت میں اس راز کو افشانہ کر دے۔ اس سورت (التوبہ 9) میں منافقین کی گھناؤنی حرکات کی نشاندہی کی گئی ہے اس لئے

قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿64﴾

آپ کہہ دیجئے کہ تم مذاق اڑاتے رہو، یقیناً اللہ وہ باتیں ظاہر کرنے والا ہے جن سے تم ڈرتے ہو۔ ﴿64﴾

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿65﴾

اگر آپ ان سے پوچھیں تو وہ ضرور یہ کہہ دیں گے کہ ہم تو صرف مذاق کے طور پر ایسی باتیں کرتے تھے۔ آپ کہہ دیجئے کہ کیا اللہ، اسکی آیات اور اسکا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کیلئے رہ گئے ہیں؟ ﴿65﴾

لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿66﴾ ع

(اب) تم بہانے نہ بناؤ یقیناً تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر اختیار کیا ہے، اگر ہم تم میں سے کچھ لوگوں کو معاف بھی کردیں تو کچھ لوگوں کو (ضرور) ان کے جرم کی سخت سزا دیں گے۔ ﴿66﴾

اسے سورۃ الفاضحہ (رسوا کرنے والی) بھی کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی نشانیوں سے آپ ﷺ کو آگاہ فرمادیا جس سے آپ ﷺ انہیں اچھی طرح پہچان گئے تھے۔

(تفصیل کیلئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر محمد 47: آیت 30)

آیات 65 تا 66: گستاخانہ کلمات پر منافقین کا عذر:

منافقین آیاتِ الٰہی کا مذاق اڑاتے، مومنین کا استہزا کرتے، یہاں تک کہ رسولِ اکرم ﷺ کی شان میں بھی گستاخانہ کلمات کہنے سے گریز نہ کرتے تھے۔ جس کی اطلاع کسی نہ کسی طریقہ سے بعض مسلمانوں اور پھر رسول اکرم ﷺ کو ہو جاتی تھی، لیکن جب ان سے پوچھا جاتا تو صاف مکر جاتے اور کہتے کہ ہم تو یوں ہی ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہنسی مذاق کیلئے کیا تمہارے لئے اللہ، اس کی آیات اور رسول ﷺ ہی رہ گئے ہیں؟ یہ یقیناً تمہارے نفاق کا اظہار ہے جو آیاتِ الٰہی اور ہمارے پیغمبر ﷺ کے خلاف تمہارے دلوں میں موجود ہے۔ ایسے

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿67﴾

منافق مرد اورمنافق عورتیں آپس میں سب ایک ہی ہیں، یہ برے کاموں کا حکم دیتے ہیں اورنیک کاموں سے روکتے ہیں اور (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے) اپنے ہاتھوں کو روکے رکھتے ہیں، انہوں نے اللہ کو بھلادیا تو اس (اللہ) نے بھی انہیں بھلادیا۔ بیشک منافقین ہی نافرمان ہیں۔ ﴿67﴾

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَ

اللہ ان منافق مردوں،عورتوں اور کفار سے

منافقین کے بارے میں اللہ تعالیٰ اعلان فرمارہے ہیں کہ انکا کوئی عذر قبول نہیں، اس لئے کہ ان کا کفر واضح ہو چکا ہے۔ البتہ وہ منافق جو توبہ کرکے اپنی اصلاح کرلیں تو انہیں معاف کردیا جائے گا، لیکن جو منافقین اپنے نفاق پر ڈٹے رہیں اور اللہ اور اسکے رسول ﷺ کو تکالیف پہنچاتے رہیں تو انہیں انکے برے اعمال کی سزا ضرور ملے گی۔

آیت 67: منافقین کی چند مزید بُری عادات کا بیان:

منافقین کی عادات مسلمانوں کی عادات کے بالکل برعکس ہیں۔ مسلمان لوگوں کو بری باتوں سے نفرت اور اچھی باتوں کی رغبت دلاتے ہیں، لیکن منافق اس کے برعکس لوگوں کو اچھی باتوں سے نفرت اور بری باتوں کی رغبت دلاتے ہیں، مسلمانوں کے خلاف منافق انتہائی کنجوس بھی ہوتے ہیں، جس طرح یہ دنیا میں قیامت کے دن کے حساب وکتاب کو بھول گئے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی ان کے ساتھ بھلادیئے جانے والوں جیسا سلوک کریں گے۔

(مزید معلومات کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر الجاثیہ 45: آیات 33 تا 35)

آیت 68: نفاق کا بُرا انجام:

منافقین کے گھناؤنے اور شرمناک کرتوتوں پر اللہ تعالیٰ نے ان سے اور کفار سے جہنم کا وعدہ فرمایا ہے جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ عذاب کے سلسلہ میں انہیں جہنم کی آگ ہی

الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿68﴾

جہنم کی آگ کا وعدہ کر چکا ہے جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے، وہی (جہنم کی آگ) ان کے لئے کافی ہے، ان پر اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لئے ہمیشہ کا عذاب ہے۔ ﴿68﴾

كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ

(اے منافقو) تم ان لوگوں کی طرح ہو جو تم سے پہلے تھے، وہ قوت میں تم سے زیادہ قوی اور مال و اولاد میں بھی تم سے کہیں زیادہ تھے۔ وہ (دنیا میں) اپنا حصہ استعمال کر چکے، پھر تم نے بھی اپنے حصہ سے فائدہ اُٹھایا، جیسے تم سے پہلے کے لوگ اپنے حصہ سے فائدہ مند ہوئے تھے اور تم بھی فضول

کافی ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور فرما کر ان پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے کبھی نہ ختم ہونے والی سزا ہے۔

آیت 69: ظالموں کے انجام سے عبرت حاصل کرنے کا حکم:

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ سابقہ ظالموں کی غلط حرکات کی نشاندہی فرما کر موجودہ کفار اور منافقین کو تنبیہ فرما رہے ہیں کہ تم ان جیسی حرکات نہ کرو، ان کے عبرتناک انجام سے سبق حاصل کرو، جیسے سابقہ امتیں (یہود و نصاریٰ اور کفار) جھوٹ اور باطل میں پھنسے رہے، حق کے خلاف بحث و مباحثہ کرتے رہے، دنیا کے مال و متاع اور لہو و لعب میں جس طرح وہ مگن رہے، اس طرح اس امت کے لوگ بھی کر رہے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں کی ضرور پیروی کرو گے۔ یہاں تک کہ اگر وہ کسی بل میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم بھی ضرور انکے پیچھے جاؤ گے۔'' لوگوں نے پوچھا: ''کیا اس سے آپ ﷺ کی مراد اہل کتاب ہیں؟'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''(نہیں تو پھر) اور کون؟'' (بخاری)۔ لہٰذا ہم میں سے ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اپنا محاسبہ کرے،

خَاضُوْا ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿69﴾

باتوں میں الجھے رہے جیسے کہ وہ الجھے رہے تھے۔ یہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہوگئے اور یہی لوگ نقصان پانے والے ہیں۔ ﴿69﴾

اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۙ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَ اَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿70﴾

کیا ان (منافقین) کے پاس ان سے پہلے لوگوں کی خبریں نہیں پہنچیں؟ قوم نوح، عاد، ثمود، قوم ابراہیم، اہل مدین اور الٹی ہوئی بستیوں کے رہنے والوں کی، ان کے پاس پیغمبر واضح نشانیاں لے کر آئے، اللہ ایسا نہیں کہ ان پر ظلم کرتا بلکہ انہوں نے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ ﴿70﴾

اپنے اعمال قرآن وصحیح حدیث کی روشنی میں پرکھے اور اپنی آخرت بہتر بنانے کی کوشش کرے۔

آیت 70: منافقین کو نصیحت:

اس آیت مبارکہ میں منافقین کو نصیحت کی گئی ہے کہ تمہاری حالت بھی ان قوموں جیسی ہے جنہیں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا، وہ مالی اور جسمانی اعتبار سے تم سے بہت ہی بہتر تھے لیکن جب انہوں نے اللہ کے دین کا مذاق اڑایا اور اپنے وقت کے رسولوں کے خلاف سازشیں کیں تو ان کا انجام بہت ہی برا ہوا۔ ذرا غور کرو، قوم نوح، جو طوفان میں غرق کر دی گئی۔ قوم عاد جو قوت اور طاقت میں ممتاز ہونے کے باوجود سخت آندھی سے ہلاک کر دی گئی۔ قوم ثمود جسے زور دار آسمانی چیخ سے ہلاک کیا گیا قوم ابراہیم، جس کے بادشاہ نمرود کو ایک مچھر نے مار دیا۔ اصحاب مدین (شعیب علیہ السلام کی قوم) جنہیں زور دار چیخ، زلزلہ اور بادلوں کے عذاب سے ہلاک کیا گیا اور اہلِ مُؤْتَفِكَات سے مراد قوم لوط ہے جن پر آسمان سے پتھر برسائے گئے اور پھر ان کی بستی کو اوپر اٹھا کر نیچے پھینکا گیا جس سے پوری بستی تباہ و برباد ہوگئی۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿71﴾

مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں، وہ نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں، نمازوں کی پابندی کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ بہت جلد رحم فرمائے گا۔ بیشک اللہ غالب اور خوب حکمت والا ہے۔ ﴿71﴾

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ

اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسی جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اور (جنّات عدن) سدا بہار جنتوں میں عمدہ

آیت 71: مومنین کے اوصافِ حمیدہ:

اس آیت مبارکہ میں مومنوں کی خوبیاں بیان کی جارہی ہے کہ مومن آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے اور رحم کرنے میں ایک جسم کی طرح ہیں جب جسم کے ایک حصہ کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم اس سے متاثر ہوجاتا ہے اور دوسری خاص صفت یہ ہے کہ مومن اچھے کاموں کا حکم دیتے اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز اور زکوٰۃ کا بھی خاص خیال رکھتے اور وہ ہر معاملہ میں اللہ عزّوجل اور رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں۔

آیت 72: مومنوں کو ہمیشہ کی نعمتوں کی بشارت:

مومنوں کے اوصاف بیان فرما کر یہاں اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ وعدہ جنت کی تجدید کر رہے ہیں۔ انہیں ایسی سدا بہار جنتیں ملیں گی جن کے اندر نہریں جاری ہونگی، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، وہاں انہیں ہمیشہ رہنے والی جنت کے محل ملیں گے۔ جو کمال خوبصورتی ونفاست سے بنے ہوئے اور ہر

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿72﴾

محلات کا بھی (وعدہ ہے) اور اللہ کی رضا مندی سب سے بڑی نعمت ہوگی، یہی زبردست کامیابی ہے۔ ﴿72﴾

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿73﴾

اے نبی (ﷺ) کفار اور منافقین سے جہاد جاری رکھئے اور ان پر سختی کیجئے، ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے، جو نہایت ہی بدترین جگہ ہے۔ ﴿73﴾

طرح سے آراستہ ہوں گے۔ رسول اکرم ﷺ نے جنت کے متعلق فرمایا کہ اس کی اینٹیں سونے چاندی کی، اس کا ملبہ خاص مشک، اس کے کنکر ہیرے جواہرات اور اس کی مٹی زعفران کی ہے۔ جو اس میں جائے گا وہ نعمتوں میں ہوگا اور ہمیشہ کی زندگی پائیگا۔ (مسند احمد)۔ جنت کی سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جنتی جب جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہونگے، تو اللہ تعالیٰ انہیں پکارے گا: اے اہل جنت۔ وہ جواب دیں گے: اے ہمارے رب، ہم حاضر ہیں، سب بھلائیاں آپ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ اللہ عزّ وجل پوچھے گا کہ تم اب خوش ہوگئے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم خوش کیوں نہ ہوتے اے ہمارے رب، آپ نے ہمیں وہ دیا جو مخلوق میں سے کسی کو نہ ملا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں تمہیں آج اس سے بہت ہی اعلیٰ و افضل چیز عطا فرماتا ہوں۔ وہ کہیں گے اے اللہ ان نعمتوں سے بہتر اور کیا چیز ہوسکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں اپنی رضامندی تمہیں عطا فرماتا ہوں، آج کے بعد میں کبھی بھی تم سے ناراض نہیں ہونگا'' (مسلم)

آیت 73: کفار کے خلاف جہاد اور ان پر سختی کا حکم:

جیسے مومنوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کا حکم ہے اسی طرح کفار اور منافقین سے جہاد کرنے اور ان پر سختی کرنے کا حکم ہے۔ یہاں سختی سے مراد جنگ اور لڑائی میں سختی سے پیش آنا ہے نہ کہ زبان کے اعتبار سے سخت ہوجانا کیونکہ زبانی سختی کے ساتھ پیش آنے کی صورت میں کفار اسلام

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۗ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ

یہ (منافقین) اللہ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ بات نہیں کہی، حالانکہ یہ یقیناً کفر کا کلمہ کہہ چکے ہیں اور یہ اسلام لانے کے بعد دوبارہ کافر ہوگئے اور انہوں نے اس (برے) کام (قتل رسول ﷺ) کا ارادہ کیا جو یہ پورا نہ کر سکے۔

سے متنفر ہو جائیں گے۔ آپ ﷺ کا اخلاق حسنہ اس بات کا شاہد ہے، آپ ﷺ میدانِ جنگ میں تو کفار پر سخت ہو جاتے تھے، لیکن وعظ و نصیحت اور عام گفتگو میں کفار اور دیگر مشرکین سے نرمی اور اخلاق سے پیش آتے تھے۔ آپ ﷺ کے اسی اخلاق حسنہ کی وجہ سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ قرآن کریم میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے چار قسم کے لوگوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے۔ ❶ مشرکین سے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود سمجھتے ہیں۔ (پڑھیے ترجمہ وتفسیر التوبہ 9: آیت 5)۔ ❷ اہل کتاب کے کفار سے جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے، اللہ کے حرام کئے ہوئے کو حرام نہیں مانتے اور دینِ حق کو قبول نہیں کرتے۔ (پڑھیے ترجمہ وتفسیر التوبہ 9: آیت 29)۔ ❸ منافقین سے جو درحقیقت آستین کے سانپ ہیں، جب ان کا نفاق واضح ہو جائے تو ان سے جہاد کرنا چاہئے۔ (پڑھیے ترجمہ وتفسیر التوبہ 9: آیت 73 اور التحریم 66: آیت 9)۔ نفاق واضح نہ ہونے کی صورت میں ان کو وعظ و نصیحت کی جائے، یہ زبانی جہاد ہے۔ ❹ اسلامی سلطنت کے باغیوں سے جب تک وہ پلٹ کر حکم قبول نہ کریں۔ (پڑھیے ترجمہ وتفسیر الحجرات 49: آیت 9 اور المائدہ 5: آیت 33)

آیت 74: منافقین کی سازشیں:

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں چند واقعات کتب حدیث میں مذکور ہیں۔ مثلاً تبوک سے واپسی پر چند منافقین نے رسول اکرم ﷺ کو موقع پا کر اچانک قتل کر دینے کا منصوبہ بنایا اور اس نیت سے آپ کے پیچھے بھی لگ گئے، اس وقت آپ ﷺ باقی لشکر سے الگ تھے،

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿74﴾

یہ صرف اسی بات کا انتقام لے رہے ہیں کہ انہیں (منافقین کو) اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) نے اپنے فضل سے دولت مند بنادیا، اگر یہ اب بھی توبہ کرلیں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے اور اگر یہ منہ موڑ لیں گے تو اللہ انہیں دنیا و آخرت میں دردناک عذاب دے گا اور زمین بھر میں ان کا کوئی حمایتی اور مددگار نہ ہوگا۔ ﴿74﴾

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ ﷺ کو اس سازش کی اطلاع دی اور آپ ﷺ نے اپنا بچاؤ کرلیا۔اس کے علاوہ بھی کئی واقعات رونما ہوئے۔ چند منافقین نے رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے جسے بعض مسلمانوں نے سن لیا اور انہوں نے آکر نبی ﷺ کو بتایا لیکن آپ ﷺ کے پوچھنے پر وہ مکر گئے بلکہ جھوٹی قسم بھی اٹھالی۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنا کفر ہے۔ آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنیوالا مسلمان نہیں ہوسکتا۔

منافقین کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے:

مسلمانوں کی مدینہ کی طرف ہجرت کے بعد مدینہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہوگئی تھی ،جس کی وجہ سے وہاں تجارت اور کاروبار کو بھی فروغ ملا اور اہل مدینہ کی معاشی حالت بھی بہت اچھی ہوگئی۔ منافقین مدینہ کو بھی اس کا خوب فائدہ حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہی فرمارہے ہیں کہ کیا ان کو اس بات کی ناراضگی ہے کہ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے غنی بنا دیا۔ بلکہ ان کو تو اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ اللہ نے انہیں تنگ دستی سے نکال کر خوش حال بنادیا۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿75﴾

اوران میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے مال عطا فرما دے گا تو ہم ضرور صدقہ وخیرات کریں گے اور نیکو کاروں میں سے ہوجائیں گے۔ ﴿75﴾

فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَ تَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿76﴾

لیکن جب اللہ نے اپنے فضل سے انہیں (مال) عطا کیا تو وہ اس میں بخیلی کرنے لگے، وہ (اپنے وعدہ سے) پھر گئے اور انہوں نے (حق سے) منہ موڑلیا۔ ﴿76﴾

فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿77﴾

پھر اس کی سزا میں اللہ نے ان کے دلوں میں اس وقت تک کے لئے نفاق ڈال دیا جب تک کہ وہ اللہ کے حضور پیش ہونگے، کیونکہ انہوں نے اللہ سے کئے ہوئے وعدہ کی خلاف ورزی کی اور اس لئے بھی کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔ ﴿77﴾

آیات 75 تا 78: منافقین کی عہد شکنی:

بعض منافقین نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ اگر انہیں اللہ عزّوجل اپنے فضل سے مال عطا فرمائے تو وہ اسے اس کی راہ میں خرچ کر کے نیک لوگوں میں شامل ہوجائیں گے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان کو مال و دولت دی تو وہ اپنا عہد بھول گئے اور الٹے کنجوس ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اسی عادت کو یہاں ذکر کیا ہے کہ یہ مال دار ہوجانے کے بعد، مال کی محبت میں سب کچھ بھول گئے اور کنجوسی کا مظاہرہ کیا، اللہ جل جلالہ تو ہر چھپی و کھلی بات، ہر راز و سرگوشی اور ہر ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان غداروں کو عہد شکنی کی یہ سزا دی کہ مرتے دم تک ان کے دلوں میں نفاق پیدا کر دیا اور یہی نفاق قیامت کے دن ان کے لئے ذلت و رسوائی کے عذاب کا سبب بنے گا۔ (اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْھُمْ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ)

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿78﴾

کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ کو ان کے دلوں کے بھید اور ان کی سرگوشیوں کا اچھی طرح علم ہے اور اللہ چھپی ہوئی باتوں کو خوب جانتا ہے۔ ﴿78﴾

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ۙ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿79﴾

وہ لوگ ان مومنوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور ان لوگوں پر بھی جنہیں سوائے اپنی محنت مزدوری کے اور کچھ میسر ہی نہیں، پس یہ ان کا مذاق (بھی) اڑاتے ہیں، اللہ بھی ان کا مذاق اڑائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ ﴿79﴾

آیت 79: مومنین کے صدقات پر منافقین کی نکتہ چینی:

اس آیت مبارکہ میں منافقین کی ایک اور نہایت قبیح حرکت کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ جنگ وغیرہ کے موقع پر مسلمانوں سے چندہ کی اپیل فرماتے تو مسلمان آپ ﷺ کی اپیل پر لبیک کہتے ہوئے حسبِ استطاعت اس میں حصہ لیتے جس کے پاس زیادہ مال ہوتا تو وہ زیادہ صدقہ دیتا جس کے پاس تھوڑا ہوتا، وہ تھوڑا دیتا، یہ منافقین دونوں قسم کے مسلمانوں پر طعنہ زنی کرتے زیادہ دینے والوں کے بارے میں کہتے ان کا مقصد ریاکاری اور نمود و نمائش ہے اور تھوڑا دینے والوں کو کہتے کہ تمہارے اتنے سے مال سے کیا بنے گا؟ اور یوں بھی کہتے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تو تمہارے اس صدقہ سے بے نیاز ہے۔ (بخاری) منافقین کی ایسی بری باتوں سے کوئی بھی نہیں بچ پاتا تھا، خواہ وہ دل کھول کر خرچ کرنے والا مالدار ہو یا محنت مزدوری کر کے خرچ کرنے والا مزدور، جو اپنی پاک کمائی کا کچھ حصّہ خوشی خوشی خیرات کر رہا ہو۔ ان منافقین کی اس قسم کی حرکات کی وجہ سے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان منافقین کو دردناک عذاب کی اطلاع کے ساتھ انہیں یہ خبر بھی سنائی کہ منافقین قیامت کے دن مذاق کا نشانہ بھی بنائے جائیں گے۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿80﴾

(اے نبی ﷺ) آپ ان (منافقین) کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں (برابر ہے) اگر آپ ستر مرتبہ بھی ان کے لئے استغفار کریں گے تو بھی اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کا انکار کیا ہے۔ اللہ (ایسے) نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ ﴿80﴾

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ

(جہاد سے) پیچھے رہ جانے والے لوگ رسول اللہ (ﷺ) کے جانے کے بعد پیچھے بیٹھے رہنے پر خوش ہیں، انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کرنا ناپسند کیا اور (اپنے ساتھیوں سے) کہا

آیت 80: منافقین کے لئے استغفار کی ممانعت:

اللہ عزّوجل اپنے پیارے نبی ﷺ کو منافقین کے لئے استغفار سے منع کرتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ یہ منافقین دعائے مغفرت کے اہل ہی نہیں، اگر آپ ان کے لئے 70 دفعہ بھی استغفار فرمائیں تو پھر بھی اللہ ہرگز ہرگز انہیں معاف نہیں کرے گا۔ 70 کا عدد بطور مبالغہ ذکر کیا گیا ہے، اس سے تعین مراد نہیں، جیسے ہماری زبان میں کہا جاتا ہے کہ لاکھ بار بھی کہو تو میں ماننے والا نہیں، مطلب یہ ہے کہ میں کسی صورت سے ماننے والا نہیں۔

(آیت کی مزید تفسیر کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر التوبہ 9: آیت 84)

آیت 81: جہنم کی گرمی کا دنیا کی گرمی سے موازنہ:

یہاں ان منافقین کا ذکر ہے جو جنگ تبوک میں حصّہ لینے کی بجائے اپنے گھروں ہی میں بیٹھے اترا رہے تھے کہ ہم آرام سے اپنے گھروں میں ہیں اور مسلمان سفر اور سخت گرمی کی تکالیف اٹھا رہے ہیں، منافقین اللہ کی راہ میں جانی اور مالی قربانی کو بہت ہی مشکل سمجھتے تھے اور وہ جنگ

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ قَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿81﴾ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿82﴾

کہ اس شدید گرمی میں (جہاد کیلئے) نہ نکلو۔ (اے نبی ﷺ) آپ فرمادیجئے کہ جہنم کی آگ (اس گرمی سے) بہت ہی زیادہ گرم ہے، کاش وہ یہ بات سمجھتے ہوتے۔ ﴿81﴾ پس انہیں چاہئے کہ بہت کم ہنسیں اور بہت زیادہ روئیں، ان اعمال کے بدلہ میں جو وہ کرتے تھے۔ ﴿82﴾

تبوک کے موقع پر ایک دوسرے کو سمجھا رہے تھے کہ سخت گرمی ہے، انہوں نے ایک دوسرے کے کان بھرے کہ گرمی میں نہ نکلو، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا کہ آپ ان سے کہہ دیں کہ دنیا کی گرمی سے بھاگ کر تم جہنم کی آگ مول لے رہے ہو، یاد رکھو دنیا کی گرمی سے کہیں زیادہ جہنم کی آگ کی گرمی ہے۔ اگر ان کے پاس عقل ہے تو جہنم کی آگ کی گرمی یاد کر کے آج کی گرمی ہنسی خوشی برداشت کرلیں، لیکن افسوس، ان کی تو ایسی مثال ہے جیسے کوئی گرمی سے بچنے کے لئے آگ بھڑکانے لگے۔ جہنم کی آگ سخت شعلہ والی ہوگی کہ وہ جہنمیوں کی کھالیں تک اتار دیگی۔ (پڑھیے ترجمہ وتفسیر المعارج 70: آیات 15 تا 16) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''یہ آگ جو تم (دنیا میں) جلاتے ہو، یہ جہنم کی آگ کا ستر واں حصّہ ہے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ، جلانے کیلئے تو یہی کافی ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ جہنم کی آگ کی تپش اس دنیاوی آگ سے 69 گنا زیادہ ہے۔'' (بخاری)

آیت 82: جہنم کے تصور سے رونا:

سابقہ آیت میں جہنم کی تپش کا ذکر کرنے کے بعد دنیا کی زندگی میں ہی اس کا تصور پیش کیا گیا کہ جہنم کی ہولناکی کا اگر کسی کو علم ہوجائے تو وہ دنیا میں بہت ہی کم ہنسے اور زیادہ روئے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: '' لوگو، اپنے گناہوں پر خوب روؤ، اگر تم کو رونا نہ آئے تو رونے جیسا چہرہ ہی بنالو۔ قیامت کے دن جہنمی اس قدر روئیں گے کہ ان کے رخساروں پر آنسوؤں کی نہریں جاری ہوجائیں گی۔'' (ابن ماجہ)

فَإِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ إِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴿83﴾

پس (اے نبی ﷺ) اگر اللہ آپ کو ان (منافقین) کی کسی جماعت کی طرف واپس لے جائے پھر وہ آپ سے (جہاد کے لئے) نکلنے کی اجازت مانگیں، تو آپ فرما دیجئے کہ اب تم کبھی بھی میرے ساتھ نہیں چل سکتے اور نہ ہی میرے ساتھ مل کر دشمن سے جنگ کر سکتے ہو (کیونکہ) تم نے پہلی مرتبہ بیٹھے رہنے کو پسند کیا تھا لہٰذا تم (اب بھی) پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ ﴿83﴾

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ

(اے نبی ﷺ) ان میں سے کوئی مر بھی جائے تو آپ اس کی نماز (جنازہ)

آیت 83: منافقین کو جنگ میں شریک نہ کرنے کا حکم:

اللہ ربّ العزّت اپنے رسول ﷺ سے فرما رہے ہیں کہ اگر ہم آپ کو اس جنگ (تبوک) سے واپس لے آئیں اور منافقین آپ ﷺ سے کسی اور جنگ میں شریک ہونے کی درخواست کریں تو آپ انہیں بطور سزا یہ جواب دیں کہ اب تم کسی جنگ میں بھی میرے ساتھ شریک نہیں ہو سکتے، کیونکہ تم نے پہلی دفعہ جنگ تبوک کے موقع پر گھروں میں ہی بیٹھنا پسند کیا تھا۔

آیت 84: منافقین کی نمازِ جنازہ پڑھانے کی ممانعت:

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرما رہے ہیں کہ آپ منافقین سے بیزاری کا اظہار کریں، اور کسی منافق کی نمازِ جنازہ نہ پڑھیں اور نہ ہی ان کی قبر پر دعائے مغفرت کیلئے کھڑے ہوں، کیونکہ یہ حق کے منکر تھے اور کفر ہی پر ان کی موت آئی ہے، یہ ایک عام حکم ہے اور اس حکم میں ہر منافق شامل ہے، اگرچہ یہ آیت منافقوں کے سردار عبداللہ بن اُبی منافق کے بارے میں

اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿84﴾

ہرگز نہ پڑھیں اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ بے شک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور مرتے دم تک وہ نافرمان ہی رہے۔ ﴿84﴾

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿85﴾

اور (اے نبی ﷺ) آپ کو ان کے مال و اولاد (کی کثرت) تعجب میں نہ ڈالے، یقیناً اللہ کی چاہت یہی ہے کہ انہیں ان چیزوں (مال اور اولاد کے ذریعہ) سے دنیا میں سزا دے اور انکی جانیں حالت کفر میں ہی نکلیں۔ ﴿85﴾

نازل ہوئی تھی۔ جب یہ فوت ہوا تو اس کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ جو کہ مومن تھے۔ آپ ﷺ کے پاس آئے اور اپنے باپ کو کفنانے کیلئے آپ ﷺ کا پہنا ہوا کرتا (بطورِ تبرک) مانگا، آپ ﷺ نے کرتا دے دیا، پھر اس نے آپ ﷺ سے اپنے باپ کی نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست کی، جب آپ ﷺ اسکی نماز جنازہ پڑھانے کیلئے کھڑے ہوئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ، کیا آپ اس کی نمازِ جنازہ پڑھائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ خواہ آپ دعائے مغفرت کریں یا نہ کریں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ تو منافق ہے اور اس نے فلاں فلاں موقع پر یہ (کلمۂ کفر) کہا تھا، پھر جب آپ ﷺ اس کی نماز پڑھا چکے تو اس پر یہ آیت اتری۔ (بخاری)

آیت 85:۔ کثرتِ مال واولاد منافقین کے لئے ایک سزا ہے:

اللہ عزّ وجل اپنے نبی کریم ﷺ سے فرما رہے ہیں کہ منافقین اور کفار کے مال و دولت، اولاد اور ان کی دنیاوی چمک دمک کی وجہ سے آپ دھوکہ میں نہ آجائیں، یہ تو محض انہیں ڈھیل دی جارہی ہے تاکہ یہ کفر ونفاق میں اور ڈوب جائیں۔

(مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر طٰہٰ 20: آیت 131)

وَ اِذَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿86﴾

جب کوئی سورت اتاری جاتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اسکے رسول (ﷺ) کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو ان میں سے دولت مند لوگ آپ کے پاس آکر یہ کہہ کر رخصت طلب کرتے ہیں کہ ہمیں تو (جہاد سے پیچھے) بیٹھے رہنے والوں میں ہی چھوڑ دیجئے۔ ﴿86﴾

رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿87﴾

ان (منافقین) نے تو گھریلو عورتوں کے ساتھ رہنا پسند کیا اور ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی، لہٰذا یہ نہیں سمجھ سکتے۔ ﴿87﴾

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

لیکن خود رسول (ﷺ) اور اس کے ساتھ

آیات 86 تا 87: منافقین کی بزدلی کا بیان:

ان آیات میں منافقین اور استطاعت کے باوجود جہاد میں حصّہ نہ لینے والوں کی مذمت ہے کہ آپ ﷺ کے پاس آکر کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ہمیں اپنے گھروں میں ہی رہنے دیں۔

اللہ عزّوجل فرمارہے ہیں کہ یہ لوگ عورتوں کی طرح گھروں میں بیٹھ جانے پر بڑے خوش ہیں۔ خَوَالِفْ پیچھے رہنے والی عورتوں کو کہا جاتا ہے، کیونکہ مرد تو جنگ پر چلے جاتے ہیں اور عورتیں پیچھے رہ جاتی ہیں، جب جنگ کا موقع آتا تو منافق بڑے کچے دل کے نکلتے اور جب لڑائی بند ہوجاتی تو بڑھ بڑھ کر باتیں بناتے۔ اللہ عزّوجل فرمارہے ہیں کہ اگر یہ اطاعت گزار ہوتے تو ان کی زبان سے اچھی بات نکلتی اور ان کے ارادے اچھے ہوتے تو یہی چیز ان کے حق میں بہتر تھی، لیکن انکے دلوں پر انکی بداعمالیوں کی وجہ سے مہر لگ چکی ہے، اب تو ان میں اس بات کی صلاحیت ہی نہیں رہی کہ وہ اپنے نفع یا نقصان کو سمجھ سکیں۔

آیات 88 تا 89: اہل ایمان کی تعریف اور ان کیلئے اُخروی نعمتوں کا بیان:

ان آیات مبارکہ میں ایمان والوں کی تعریف اور ان کو آخرت میں ملنے والی سدا بہار نعمتوں کا

مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ
اَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۫
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿88﴾
اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ
ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿89﴾
وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ
الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ
الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ
سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿90﴾

ایمان لانے والے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں، انہی لوگوں کے لئے تمام بھلائیاں ہیں اور یہی لوگ عظیم الشان کامیابی پانے والے ہیں۔ ﴿88﴾

انہی کے لئے اللہ نے ایسی جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، جن میں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ ﴿89﴾

اور دیہاتی لوگوں میں سے کچھ (معقول شرعی) عذر کے ساتھ آئے کہ انہیں (جہاد سے) رخصت دے دی جائے اور کچھ (دیہاتیوں) نے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹی باتیں بنائیں اور (جہاد سے پیچھے) بیٹھے رہے۔ چنانچہ جن لوگوں نے کفر (انکارِ جہاد) کیا، انہیں عنقریب دردناک عذاب پہنچ کر رہے گا۔ ﴿90﴾

بیان ہے کہ رسول ﷺ اور ان کے جاثار ساتھی جو اپنے رب کی رضا کے لئے ہر قسم کی قربانی پیش کر رہے ہیں، جانیں بھی نچھاور کر رہے ہیں اور مال بھی لٹا رہے ہیں۔ آخرت میں انہی کے لئے عظیم الشان نعمتیں تیار ہیں اور انہی کے لئے جنت الفردوس ہے۔ یہی اُخروی نجات پانے والے کامیاب لوگ ہیں۔

آیت 90: معقول اور غیر معقول دو قسم کے عذر والوں کا بیان:

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ مدینہ کے گردونواح کے دیہاتی لوگوں کے حالات ذکر فرمارہے ہیں۔ مُعَذِّرُوْنَ سے بعض مفسرین نے شہر سے دور رہنے والے دیہاتی لوگ مراد لئے ہیں جو معقول عذر کی وجہ سے جہاد میں شرکت کرنے سے قاصر تھے۔ لہٰذا شرعی عذر کی وجہ

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿91﴾

ضعیفوں، بیماروں اور ان لوگوں پر جن کے پاس خرچ کرنے کو کچھ بھی نہیں (ان پر جہاد سے پیچھے رہنے میں) کوئی گناہ نہیں، بشرطیکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی خیر خواہی کرتے رہیں، ایسے نیکوکاروں پر (الزام کی) کوئی راہ نہیں، اللہ بہت بخشنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ ﴿91﴾

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ

اور (اے نبی ﷺ) اس طرح ان پر بھی (کوئی گناہ نہیں ہے) جو آپ کے پاس اس

سے جہاد میں شرکت نہ کرنے پر ان سے باز پرس نہیں ہوگی اور بعض مفسرین نے مُعَذِّرُوْنَ سے ایسے دیہاتی منافقین مراد لئے ہیں جن میں سے بعض نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر جھوٹے عذر پیش کر کے آپ ﷺ سے غزوۂ تبوک سے پیچھے رہنے کی اجازت حاصل کرلی تھی اور بعض منافقین نے آکر عذر پیش کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی۔ اس آیت کے دوسرے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام منافقین کے لئے دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے۔

آیت 91 میں جہاد میں نہ شامل ہونے کے شرعی عذر کی تفصیل یہ ہے:- پہلا عذر تو یہ ہے کہ انسان قدرتی طور پر کمزور ہو اور لڑنا اس کے بس میں نہ ہو یا اندھا ہو، لنگڑا ہو، بیمار ہو، یہ عذر انسان سے کسی حالت میں بھی جدا نہیں ہوتے اور بعض عذر اتفاقی پیش آجاتے ہیں، مثلاً کوئی ایسی بیماری لاحق ہوگئی، جس نے انہیں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے روک دیا یا اتنی غربت ہے کہ سامان سفر تیار نہیں کرسکتے، ایسے لوگ اگر جہاد میں شریک نہ ہوں اور گھر میں بیٹھے رہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں اور ان سے جہاد میں شامل نہ ہونے کی باز پرس نہیں کی جائے گی۔

آیت 92: سچے عذر والے مسلمانوں کی حالت:

اس آیتِ مبارکہ میں مسلمانوں کے ایک ایسے گروہ کا ذکر ہے جن کے پاس غربت کی وجہ سے

لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۖ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿92﴾

لئے آئے کہ آپ انہیں (جہاد کے لئے) سواری مہیا کردیں تو آپ نے جواب دیا: میرے پاس ایسی سواری نہیں جس پر میں تمہیں سوار کرسکوں، تو وہ اپنی آنکھوں سے، اس غم کی وجہ سے، آنسو بہاتے ہوئے مجبوراً لوٹ گئے کہ ان کے پاس (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے کیلئے کچھ بھی نہیں۔ ﴿92﴾

اپنی سواریاں بھی نہیں تھیں اور رسول اکرم ﷺ نے بھی انہیں سواریاں پیش کرنے سے معذرت کردی، کیونکہ آپ ﷺ کے پاس اس کا انتظام نہ تھا، جس پر انہیں اتنا صدمہ ہوا کہ بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، لہٰذا مخلص مسلمان جو کسی بھی لحاظ سے معقول عذر رکھتے تھے اللہ تعالیٰ نے (جو ہر ظاہر و باطن سے باخبر ہے) انہیں جہاد میں شرکت سے مستثنیٰ کردیا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسولِ اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو غزوۂ تبوک کے لئے روانگی کا حکم دیا تو کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہمارے پاس جہاد میں شریک ہونے کے لئے سواریاں نہیں ہیں، آپ ﷺ ہمیں سواریاں مہیا فرمادیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس تمہیں دینے کے لئے سواریاں نہیں ہیں۔'' تو وہ لوگ روتے ہوئے واپس چلے گئے۔ انکا خلوص دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کا عذر قرآنِ کریم میں ذکر فرمایا ہے۔ (ابن مردویہ)۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان معذور لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ تمہارے پیچھے مدینہ میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ تم جس وادی سے گذرتے اور جس راستہ پر چلتے ہو تو وہ تمہارے ساتھ اجر میں برابر کے شریک ہیں۔ صحابہ کرام ﷺ نے پوچھا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جب کہ وہ مدینہ میں بیٹھے ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''عذر نے ان کو مدینہ میں رکنے پر مجبور کیا ہے۔ (یعنی انہیں ان کی خالص نیت کی وجہ سے اجر مل رہا ہے)۔'' (بخاری، مسلم)

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿93﴾

(اے نبی ﷺ) البتہ (الزام کی) گنجائش ان لوگوں پر ہے جو دولت مند ہونے کے باوجود آپ ﷺ سے (جہاد سے پیچھے رہنے کی) اجازت طلب کرتے ہیں۔ یہ تو گھر بیٹھنے والی عورتوں کے ساتھ رہنے پر خوش ہیں اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے، جس کی وجہ سے وہ بے علم ہو گئے ہیں (کہ روزِ آخرت اس گناہ کی کیا سزا ملنے والی ہے)۔ ﴿93﴾

آیت 93: جھوٹے عذر پیش کرنے والوں کی سزا:

اس آیت مبارکہ میں ان منافقین کا تذکرہ ہے جنہوں نے جھوٹے عذر پیش کر کے آپ ﷺ سے جہاد سے پیچھے رہنے کی اجازت لے لی تھی اور عورتوں اور بچوں کے ساتھ رہنا پسند کر لیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ عزّوجل نے ناراض ہو کر ان کے دلوں پر ایسی مہر لگا دی کہ ان میں حق و باطل میں تمیز کرنے کی صلاحیت ہی ختم ہو گئی۔ جھوٹ چونکہ بہت بڑا گناہ ہے اور منافقین کثرت سے جھوٹ بولتے تھے، کثرتِ گناہ کی وجہ سے ان کے دل سیاہ ہو گئے اور ہدایت قبول کرنے سے قاصر رہے۔ (مزید معلومات کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر التوبہ 9: آیات 86 تا 87)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس گناہ کی وجہ سے اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے، پھر اگر وہ گناہ چھوڑ کر توبہ واستغفار کر لے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ بار بار گناہ ہی کرتا رہے تو وہ سیاہ نقطہ بڑھتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل کو مکمل ڈھانپ لیتا ہے (پھر اس کے لئے ہدایت پانا دشوار ہو جاتا ہے)“۔ (ترمذی۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

(مزید معلومات کے لئے ترجمہ وتفسیر پڑھیے المطففین 83: آیت 14)

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿94﴾

(اے مسلمانو) جب تم ان (منافقین) کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے عذر پیش کریں گے۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ تم یہ عذر مت پیش کرو، ہم کبھی بھی تمہیں سچا نہ سمجھیں گے، اس لئے کہ اللہ ہمیں تمہاری خبروں سے آگاہ کر چکا ہے اور آئندہ بھی اللہ اور اسکا رسول، تمہاری کارگزاری دیکھ لیں گے پھر تم پوشیدہ اور ظاہر سب باتوں کو جاننے والے (اللہ) کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر تمہیں وہ بتادے گا جو کچھ تم عمل کرتے تھے۔ ﴿94﴾

آیات 94 تا 96: منافقین کے جھوٹے عذر اور جھوٹی قسمیں:

ان تین آیات میں ان منافقین کا ذکر ہے جو جنگِ تبوک کے موقع پر مسلمانوں کے ساتھ نہیں گئے تھے، وہ مسلمانوں کی بخیریت واپسی پر اپنے عذر پیش کر کے ان کی نظروں میں وفادار بننا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے ذریعہ مسلمانوں کو آگاہ فرمادیا کہ جب تم ان منافقین کے پاس مدینہ آؤ گے تو یہ عذر پیش کریں گے، تم ان سے صاف صاف کہہ دو کہ ہمارے سامنے عذر پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے اصل حالات سے آگاہ کر دیا ہے۔ تمہارے عذر کی حقیقت عنقریب مزید واضح ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ بھی تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے اور رسول اکرم ﷺ کی نظر بھی ان پر ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے عذر کی حقیقت کو خود ہی بے نقاب کر دیں گے اور اس کے بدلہ تمہیں جہنم کے عذاب میں مبتلا کر دیں گے۔ تیسری آیت میں فرمایا کہ منافقین تمہیں راضی کرنے کے لئے قسمیں کھائیں گے، لیکن ان نادانوں کو یہ پتہ نہیں کہ اگر تم ان کی جھوٹی قسموں کی وجہ سے ان سے راضی ہو بھی جاؤ تو انہوں نے نفاق کا جو راستہ اختیار کیا ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان سے کبھی

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ۙ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿95﴾

عنقریب جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تو وہ (منافق) تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے درگزر کرو۔ لہٰذا تم انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دو۔ بے شک وہ ناپاک لوگ ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جو ان (برے) اعمال کے بدلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔ ﴿95﴾

يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿96﴾

یہ (منافقین) تمہارے سامنے اس لئے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہوجاؤ۔ پس اگر تم ان سے راضی ہو بھی جاؤ تو (یاد رکھو) اللہ تو ایسے نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔ ﴿96﴾

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ

دیہاتی لوگ کفر اور نفاق میں بہت ہی سخت ہوتے ہیں اور ان کے معاملہ میں اس امر کے امکانات زیادہ ہیں کہ وہ اس دین کی

راضی نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان منافقین سے راضی نہیں، تم بھی ان سے منہ موڑ لو۔

آیات 97 تا 98: دیہاتی عربوں کے مزاج زیادہ سخت ہوتے ہیں:

جس طرح شہری اور دیہاتی لوگوں کے مزاج اور آداب و اخلاق میں کافی فرق ہوتا ہے، اسی طرح ان کے ایمان اور کفر میں بھی فرق ہوتا ہے۔ دیہاتی شہری لوگوں کی نسبت کفر اور نفاق میں زیادہ سخت ہوتے ہیں، جس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ ان احکامات الٰہی سے بے خبر ہوتے ہیں جو آپ ﷺ پر نازل ہوئے ہیں اور انہیں وعظ و نصیحت سننے کا موقع بھی بہت ہی کم ملتا ہے لہٰذا ان کے دل سخت ہوتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''دیہات میں رہنے والوں میں سختی آجاتی ہے۔'' (ترمذی) بعض دیہاتی تو اللہ عزّ وجل کی راہ میں خرچ کرنے کو ناحق تاوان

اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿97﴾

حدود سے نا واقف رہیں جو اللہ نے اپنے رسول (ﷺ) پر نازل فرمائی ہیں اور اللہ خوب جاننے اور بڑی حکمت والا ہے۔ ﴿97﴾

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿98﴾

اور ان دیہاتیوں میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں تو اسے تاوان (جرمانہ) سمجھتے ہیں اور وہ تمہارے (مسلمانوں کے) بارے میں برے وقت کے منتظر رہتے ہیں، حالانکہ برا وقت تو انہی پر آنے والا ہے اور اللہ خوب سننے اور جاننے والا ہے۔ ﴿98﴾

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ

اور بعض دیہاتی ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ وہ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے ہاں قرب (نزدیکی) اور رسول (ﷺ) کی دعا

(جرمانہ) سمجھتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں پر مصائب ٹوٹیں اوران سے نجات ملے، حالانکہ انہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ مصیبت انہی کو گھیرنے والی ہے۔

(مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر التوبۃ 9: آیت 122)

آیت 99: ایمان والے دیہاتیوں کے لئے اجر وثواب کا بیان:

دیہاتیوں کی ایک دوسری قسم بھی ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے شہر سے دور رہنے کے باوجود، اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور ایمان کی بدولت ان سے وہ جہالت بھی دور فرمادی جو دیہات میں رہنے کی وجہ سے ان میں عام طور پر ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے کو جرمانہ سمجھنے کی بجائے اسے اللہ تعالیٰ کے قرب اور رسول ﷺ کی دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ یہاں آپ ﷺ کے اس طرز عمل کی طرف اشارہ ہے، جو صدقہ دینے والوں کے بارے میں آپ ﷺ کا تھا۔ عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب

الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿99﴾

لینے کا ذریعہ سمجھتے ہیں، یاد رکھو کہ ان کا یہ خرچ کرنا یقیناً ان کے لئے قربت کا ذریعہ ہے، ان کو اللہ ضرور اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ بے شک اللہ بہت زیادہ بخشنے اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ ﴿99﴾

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿100﴾

اور (اسلام قبول کرنے میں) سبقت کرنے والے مہاجرین، انصار اور وہ لوگ جنہوں نے نیک اعمال میں ان کی پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس (اللہ) سے راضی ہوگئے اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہ بہت ہی بڑی کامیابی ہے۔ ﴿100﴾

کوئی آپ ﷺ کے پاس زکوٰۃ لاتا تو آپ ﷺ اس کے لئے دعائے خیر کیا کرتے تھے۔ جب میرے والد محترم آپ ﷺ کی خدمت میں زکوٰۃ لے کر حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کے لئے بھی ان الفاظ کے ساتھ دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ اَبِيْ اَوْفٰى

(ترجمہ) ''اے اللہ، ابواوفیٰ کی آل (خاندان) پر رحمت نازل فرمایئے۔'' (بخاری)

آیت 100: مہاجرین اور انصار کی فضیلت:

اس آیت مبارکہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی 3 اقسام کا ذکر ہے ایک مہاجرین، جنہوں نے دین کی خاطر، اللہ اور رسول ﷺ کے حکم پر مکہ اور دیگر علاقوں سے ہجرت کی اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مدینہ آگئے۔ دوسرے انصار جو مدینہ میں رہائش پذیر تھے انہوں نے ہر موقع پر رسول اکرم ﷺ کی مدد اور حفاظت فرمائی اور مدینہ آنے والے مہاجرین کی خوب مہمان نوازی کی اور اپنا سب کچھ ان کی

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿101﴾

اور تمہارے آس پاس کے دیہاتی لوگوں میں بعض منافق ہیں اور اہلِ مدینہ میں سے بھی ایسے منافق ہیں جو نفاق پر اڑے ہوئے ہیں، (اے نبی ﷺ) آپ انہیں نہیں جانتے، ہم انہیں جانتے ہیں ہم ان کو دوہری سزادیں گے، پھر وہ سخت ترین عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ ﴿101﴾

خدمت میں پیش کر دیا۔ تیسرے وہ مومنین جو ان مہاجرین و انصار کے خلوص اور احسان کی وجہ سے ان کے پیروکار ہیں۔ اس سے مراد قیامت تک آنے والے مسلمان ہیں جو انصار و مہاجرین سے محبت رکھنے والے اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔ (پڑھیے ترجمہ وتفسیر الجمعہ 62 : آیت 3)

اللہ تعالیٰ ان مومنین سے راضی ہو گیا ہے اور ان کی نیکیاں قبول فرمالیں، ان کی انسانی لغزشوں کو معاف فرما دیا اگر ایسا نہ ہوتا تو ان کے لئے جنت کی نعمتوں کی بشارت نہ دی جاتی، جو اس آیتِ مبارکہ میں دی گئی ہے۔ (مزید معلومات کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر البینہ 98: آیت 8)

آیت 101: منافقین کے متعلق معلومات:

اس آیت مبارکہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ مدینہ کے آس پاس کے قبائل اور مدینہ میں بعض ایسے منافقین ہیں جو اپنی منافقت سے باز نہیں آتے۔ آپ ﷺ تمام منافقین کو تو نہیں جانتے تھے البتہ ان میں سے جو منافقین مدینہ میں تھے انہیں ان کی پیشانیوں اور غلط باتوں سے پہچان لیتے تھے کیونکہ ان کی نشانیاں آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بتادی تھیں۔ فرمانِ الٰہی ہے:- (ترجمہ) ''اگر ہم چاہیں تو ہم انہیں (منافقین کو) آپ کو دکھادیں، البتہ آپ انہیں ان کی پیشانیوں اور ان کی ٹیڑھی باتوں سے پہچان لیں گے۔'' (محمد 47: آیت 30)۔ ایسے ان منافقین کیلئے دو مرتبہ عذاب کا ذکر آیا ہے۔ پہلا عذاب تو دینِ اسلام کے غلبہ سے، انہیں جو دلی صدمہ ہوا اور دوسرا عذاب قبر مراد ہے اور سب سے بڑا عذاب دوزخ کی آگ کا ہے جہاں وہ مستقل رہیں گے۔

(مزید معلومات کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر النساء 4: آیت 145)

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿102﴾

اور کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا اور ملے جلے اعمال کئے، کچھ نیک اور کچھ برے۔ امید ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول فرمالے گا۔ بے شک اللہ بہت زیادہ بخشنے اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ ﴿102﴾

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً

(اے نبی ﷺ) آپ انکے مالوں میں سے صدقہ (زکوٰۃ) لے لیجئے، جس کے

آیت 102: غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے مسلمانوں کا بیان:

سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کا ذکر کیا جو جان بوجھ کر مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک نہیں ہوئے تھے اور جہاد سے بے رغبتی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ اب اس آیت مبارکہ میں ان مخلص مسلمانوں کا ذکر کیا گیا ہے جو جہاد میں اپنی سستی کی وجہ سے شریک نہیں ہو سکے تھے، حالانکہ وہ پکے سچے مسلمان تھے۔ جن میں کعب بن مالک اور چند صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔ جب ان مسلمانوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا۔

آیت 103: صدقہ مال کو پاک کر دیتا ہے:

یہ آیت مبارکہ عام ہے۔ صدقہ سے مراد فرضی صدقہ یعنی زکوٰۃ بھی ہے اور عام صدقہ بھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا کہ آپ مسلمانوں سے مال کی زکوٰۃ لے کر انہیں پاک و صاف فرمادیں اور ان کے لئے دعائے خیر فرمائیں۔ زکوٰۃ وصدقات انسان کے اخلاق و کردار کی پاکیزگی کا بہت بڑا ذریعہ ہیں اور صدقہ کو صدقہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ صدقہ دینے والا اپنے دعویٰ ایمان میں سچائی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ چونکہ اس آیت مبارکہ میں اللہ کے رسول ﷺ کو زکوٰۃ لینے کا حکم ہے اس لئے آپ ﷺ کی وفات کے بعد بعض لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اب زکوٰۃ نہ دی جائے، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ یہ حکم خاص تھا اور آپ

تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿103﴾

ذریعہ آپ ان (کے مالوں) کو پاک کردیں اور ان کے لئے دعا کیجئے، بیشک آپ کی دعا ان کے لئے سکون (کا باعث) ہے اور اللہ خوب سننے اور جاننے والا ہے۔ ﴿103﴾

أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿104﴾

کیا انہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی صدقہ کو (بھی) قبول فرماتا ہے اور بے شک اللہ ہی توبہ قبول کرنے اور بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ ﴿104﴾

فوت ہوگئے ہیں، لہٰذا اس غلط فہمی میں پڑ کر انہوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا اور یہی آیت دلیل میں پیش کی، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں سمجھایا کہ تم نے اس آیت کا مطلب غلط سمجھا ہے، آپ رضی اللہ عنہ کی تائید تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کی اور آپ رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ نہ دینے والوں سے جہاد کا اعلان کردیا، آخرکار وہ زکوٰۃ دینے لگے۔ صدقہ وصول کرنے والوں کو صدقہ دینے والوں کے حق میں دعائے مغفرت کرنی چاہئے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ دینے والے کیلئے برکت اور رحم کی دعا فرمایا کرتے تھے۔

(مزید معلومات کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر التوبہ 9: آیت 99)

آیت 104: توبہ اور صدقہ وخیرات کی ترغیب:

اس آیت مبارکہ میں توبہ اور صدقہ وخیرات کی ترغیب دی گئی ہے، توبہ اور صدقہ گناہ مٹادیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ جو شخص سچے دل سے توبہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس پر متوجہ ہوجاتا ہے اور جو اپنی پاک وحلال کمائی سے خیرات کرتا ہے، اللہ ربّ العزّت اسے اپنے سیدھے ہاتھ میں لیکر قبول فرمالیتے ہیں اور اس صدقہ کی اس طرح پرورش فرماتے ہیں، جیسے کوئی اپنے جانور کے بچہ کی پرورش کرتا ہے۔ یہاں تک کہ صدقہ کا ایک لقمہ احد پہاڑ جتنا بن جاتا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت (التوبہ 9 آیت 104) پڑھی۔ (بخاری، مسلم)

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿105﴾

اور (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ تم عمل کرتے رہو۔ تمہارے عمل اللہ، اس کا رسول (ﷺ) اور ایمان والے بھی دیکھ لیں گے اور تم ضرور اس (اللہ) کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو تمام چھپی اور کھلی چیزوں کو جانتا ہے۔ پھر وہ تمہیں بتا دے گا جو تم کرتے تھے۔ ﴿105﴾

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ

اور کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن کا معاملہ اللہ کا حکم آنے تک ملتوی کر دیا گیا ہے یا تو

آیت 105: نافرمانوں کیلئے وعید:

جو لوگ احکامِ شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اس آیت مبارکہ میں وعید سنا رہے ہیں کہ قیامت کے دن تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا اور وہاں ان کے اعمال بھی پیش کئے جائیں گے اور پھر ہر ایک کو اسکے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

فرمانِ الٰہی ہے:۔ (ترجمہ) ''قیامت کے دن تمہارے اعمال (اللہ کے حضور) پیش ہونگے، کوئی خفیہ بات بھی پوشیدہ نہیں رہے گی۔'' (الحاقۃ 69: آیت 18)۔ لہٰذا شرعی احکام کی نافرمانی کرنے والوں کو غور کرنا چاہئے کہ ان کے برے اعمال بھی قیامت کے دن منظر عام پر آجائیں گے چاہے وہ برے کام انہوں نے پردہ میں چھپ کر ہی کیوں نہ کئے ہوں۔

آیت 106: جنگ تبوک سے پیچھے رہنے والے 3 صحابہ رضی اللہ عنہم کا معاملہ:

یہ آیت ان تین صحابہ (مرارہ بن ربیع، کعب بن مالک اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم) کے بارے میں نازل ہوئی، جن کی توبہ کی قبولیت میں کچھ تاخیر ہوگئی تھی۔ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی جنگ سے کوتاہی شک کی بنا پر نہیں تھی، بلکہ وہ محض سستی کی وجہ سے غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے اور رسولِ اکرم ﷺ کے باز پرس کرنے پر انہوں نے سب کچھ سچ سچ بتا دیا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو ان تینوں صحابہ رضی اللہ عنہم سے سماجی بائیکاٹ کرنے کا حکم دیا اور پھر کچھ دنوں کے بعد ان کی بیویوں کو بھی

اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَ اِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿106﴾

وہ انہیں سزادے گا یا ان کی توبہ قبول کرلے گا اوراللہ خوب جاننے اور حکمت والا ہے۔ ﴿106﴾

وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًۢا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿107﴾

اور بعض ایسے(منافق) ہیں جنہوں نے ایک مسجد بنائی تاکہ (مسلمانوں کو) نقصان پہنچائیں اورکفرکی باتیں پھیلائیں اور مومنوں کے درمیان تفرقہ ڈالیں اور اس شخص کے قیام کابندوبست کریں جو پہلے ہی سے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کا مخالف ہے اوروہ ضرورقسمیں کھائیں گے کہ ہمارا ارادہ تو نیک ہی تھا اور اللہ گواہی دیتاہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں۔ ﴿107﴾

ان سے الگ کر دیا گیا۔ آخر کار پچاس دن کے بعد ان کی توبہ قبول کرلی گئی اور انہیں معاف کردیا گیا۔ (بخاری)۔ (مزید تفصیل کیلئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر التوبہ 9: آیت 118)

آیت 107: مسجدِ ضرار کا بیان:

اس آیت مبارکہ میں منافقین کی ایک نہایت قبیح حرکت کا بیان ہے کہ انہوں نے ایک مسجد بنائی اور نبی ﷺ کو باور کرایا کہ بارش، سردی اور اس قسم کے موقع پر بیماروں اور کمزوروں کو نماز کے لئے زیادہ دور جانے میں دقت پیش آتی ہے، ان کی سہولت کے لئے ہم نے یہ مسجد بنائی ہے۔ آپ ﷺ وہاں چل کر نماز پڑھیں تاکہ ہمارے لئے دلیل بن جائے۔ آپ ﷺ اس وقت جنگ تبوک کے لئے سفر کی تیاری کررہے تھے، آپ ﷺ نے واپسی پر اس مسجد میں نماز پڑھنے کا وعدہ فرمایا، لیکن اللہ تعالیٰ نے واپسی پر وحی کے ذریعہ سے منافقین کے اصل مقصد کو بے نقاب کردیا کہ اس سے وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانا، ان کے درمیان تفرقہ اور دشمنی پیدا کرکے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے دشمنوں کے لئے پناہ گاہ مہیا کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے نہ صرف وہاں نماز نہیں پڑھی بلکہ چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھیج کر اسے گرادیا۔

لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿108﴾

(اے نبی ﷺ) آپ اس (مسجد ضرار) میں کبھی بھی کھڑے نہ ہوں ۔ البتہ جس مسجد کی بنیاد پہلے دن ہی سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں، اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک و صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے ۔ ﴿108﴾

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ

کیا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے تقویٰ اور اس کی خوشنودی پر رکھی ہو

آیت 108: مسجد تقویٰ کا بیان:

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو منافقین کی تعمیر کردہ مسجد میں نماز پڑھنے سے منع فرمادیا کہ آپ کبھی اس میں نماز کے لئے نہ کھڑے ہوں۔ تمام مسلمانوں کو بھی یہی حکم ہے، کیونکہ وہ آپ ﷺ کے تابع ہیں، پھر آپ ﷺ کو مسجد قبا میں نماز پڑھنے کی رغبت دلائی گئی کیونکہ اس کی بنیاد خلوص، تقویٰ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت پر رکھی گئی تھی اور آپ ﷺ کو یہ بتایا گیا کہ مسجد قبا، ایمان والوں کا مرکز اور پناہ گاہ ہے۔ روز اول سے اس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی۔ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے اہلِ قبا سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری طہارت کی تعریف فرمائی ہے، تم کیا عمل کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم استنجا کیلئے ڈھیلے استعمال کرنے کے ساتھ ساتھ پانی بھی استعمال کرتے ہیں۔ (مسند احمد)

آیات 109 تا 110: تقویٰ اور نفاق پر مبنی اعمال میں فرق:

ان آیات مبارکہ میں مومن اور منافق کے اعمال کی مثالیں بیان کی گئی ہیں۔ مومن کا عمل خالص تقویٰ کی بنیاد پر اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے ہوتا ہے ۔ جبکہ منافق کا عمل ریاکاری اور

اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿109﴾

بہتر ہے، یا وہ شخص کہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد (دریا کے) کھوکھلے کنارہ پر رکھی ہو جو کہ گرنے کے قریب ہو پھر وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں گر پڑے اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ ﴿109﴾

لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّاۤ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿110﴾

انہوں (منافقین) نے جو یہ عمارت (مسجد ضرار) بنائی، ہمیشہ ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی، یہاں تک کہ ان کے دل پاش پاش ہو جائیں اور اللہ خوب جاننے اور بڑی حکمت والا ہے۔ ﴿110﴾

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جان اور مال کو اس بات کے بدلہ میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔ وہ (مومن) اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، جس میں وہ (کفار کو)

فساد پر مبنی ہوتا ہے۔ منافقین کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے دریا کے قریب گرتے ہوئے گڑھے کے کنارہ پر اپنی عمارت کی بنیاد رکھی ہو جو فوراً ہی گر جائے۔ اسی طرح ان منافقین کے مسجد بنانے کا عمل بھی ہے جو انہیں جہنم میں لے گرے گا۔ منافقین کے اس سیاہ کارنامہ نے ان کے دلوں میں ہمیشہ کے لئے شکوک پیدا کر دئے ہیں، لہٰذا اب ان کے دلوں کا نفاق مرنے کے بعد ہی ختم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ دنیا والوں کے اعمال سے خوب واقف ہے اور بدلہ لینے میں بڑی حکمت والا ہے۔

آیت 111: مسلمانوں کی جانی و مالی قربانیوں کا بدلہ:

یہ اللہ عزّوجل کا بڑا فضل و کرم ہے کہ اس نے مومنوں کو ان کی جان و مال کے عوض جو انہوں نے اللہ کی راہ میں خرچ کئے، جنت عطا فرمانے کا وعدہ کیا ہے، جبکہ یہ جان و مال بھی اسی کا عطا کیا

فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ؕ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾

قتل کرتے ہیں اور (خود بھی) قتل (شہید) ہو جاتے ہیں، یہ اللہ کے ذمہ سچا وعدہ ہے، تورات، انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے وعدہ کو کون پورا کرنے والا ہے؟ لہٰذا تم اپنی اس تجارت پر خوش ہو جاؤ، جو تم نے اللہ سے کی ہے اور یہ بہت ہی بڑی کامیابی ہے۔ ﴿۱۱۱﴾

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

وہ (مومن) تو توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع اور سجدہ کرنے والے، نیک کاموں کا حکم دینے اور برے کاموں سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں اور (اے نبی ﷺ) آپ ایسے مومنین کو (جنت کی) خوشخبری سنا دیجئے۔ ﴿۱۱۲﴾

ہوا ہے۔ پھر قیمت اور معاوضہ بھی جو عطا کیا وہ نہایت ہی قیمتی ہے۔ یہ سچا وعدہ پچھلی کتابوں میں بھی تھا اور قرآن میں بھی ہے اور اللہ سے زیادہ وعدہ کو پورا کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔ اس تجارت کی خوشخبری ان مومنوں کے لئے ہے جو اس حکم کو قبول کر لیں یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان و مال کی قربانی سے دریغ نہ کریں۔

آیت 112: سچے مسلمانوں کی چند خصوصیات:

اس آیتِ مبارکہ میں جنتیوں کی چند خصوصیات ذکر کی گئی ہیں کہ وہ توبہ کرنے، گناہوں اور بے حیائی سے بچنے، اپنے رب کی عبادت کرنے، زبان سے اللہ کی حمد و ثنا بیان کرنے، گناہوں سے خود بھی بچنے اور لوگوں کو بھی روکنے، نیکی پر خود عمل کر کے دوسروں کو بھی عمل کی رغبت دلانے

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿113﴾

پیغمبر (ﷺ) اور مومنوں کو لائق نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے بخشش کی دعا مانگیں اگرچہ وہ (مشرکین) انکے قریبی رشتہ دار ہی ہوں اس حکم کے واضح ہوجانے کے بعد کہ بلاشبہ وہ لوگ دوزخی ہیں۔ ﴿113﴾

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ

اور ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنے باپ کے لئے دعائے مغفرت مانگنا صرف ایک وعدہ کی وجہ سے تھا جو انہوں نے اس (اپنے باپ) سے کرلیا تھا۔ پھر جب ابراہیم (علیہ السلام)

والے اور اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کی حفاظت کرنے والے ہوتے ہیں۔ یعنی کامل ایمان والا وہ ہے جو قول اور عمل کے اعتبار سے اسلام کی تعلیمات کا عمدہ نمونہ ہو اور ان چیزوں سے بچنے والا ہو، جن سے اللہ تعالیٰ نے اسے روک دیا ہے اور وہ اللہ عزّ وجل کی حدود کو پامال کرنے والا نہ ہو، بلکہ ان کی حفاظت کرنے والا ہو۔ ایسے ہی کامل مومن خوشخبری کے مستحق ہیں یہ وہ خصوصیات ہیں جو قرآنِ کریم میں اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (ایمان لائے اور اچھے اعمال کئے) کے الفاظ میں بار بار بیان کی گئی ہیں۔

آیات 113 تا 114: مشرکین کے لئے دعائے مغفرت کی ممانعت:

جب رسولِ اکرم ﷺ کے چچا ابو طالب کا آخری وقت آیا تو نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے، اس وقت ان کے پاس ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ (مشرکین کے سردار) بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''چچا جان، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ لیں تاکہ میں، اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کے لئے حجت پیش کرسکوں۔'' ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا: ''اے ابوطالب، کیا عبدالمطلب کے مذہب سے انحراف کروگے؟ (یعنی مرتے وقت اپنا دین تبدیل کرلوگے؟) پھر اسی حال میں ان کا انتقال ہوگیا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف

عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿114﴾

پر یہ بات واضح ہوگئی کہ وہ (اس کا باپ) اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے لاتعلق ہوگئے، واقعی ابراہیم (علیہ السلام) بڑے نرم دل اور بردبار تھے۔ ﴿114﴾

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿115﴾

اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ کردے، جب تک کہ ان کے لئے وہ کام (احکام) واضح نہ کر دے جن سے وہ بچیں۔ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ ﴿115﴾

سے مجھے روک نہیں دیا جائے گا میں اپنے چچا کے لئے استغفار کرتا رہوں گا۔'' جس پر یہ آیت نازل ہوئی، جس میں مشرکین کے لئے بخشش کی دعا کرنے سے روک دیا گیا۔ (بخاری)۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو بھی مشرکین کے حق میں استغفار کرنے سے روک دیا ہے، چاہے وہ مشرک ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں اور ابراہیم علیہ السلام نے بھی چونکہ اپنے والد کیلئے دعائے استغفار کی تھی۔ اللہ عزّوجل نے التوبہ 9: آیت 114 میں اس کی وضاحت فرمائی کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کی زندگی میں ان کی ہدایت کے لئے دعا مانگتے رہے، لیکن جب وہ فوت ہوگئے اور آپ علیہ السلام پر یہ بات واضح ہوگئی کہ ان کا باپ اللہ کا دشمن (مشرک) ہے تو پھر آپ علیہ السلام نے ان کے لئے دعا نہیں مانگی۔

آیت 115: حجت قائم ہوجانے کے بعد ہی پکڑ ہے:

جب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے حق میں دعائے مغفرت کرنے سے روکا تو وہ صحابہ رضی اللہ عنہم جنہوں نے اپنے عزیز مشرکین کے حق میں مغفرت کی دعا کی تھی، انہیں یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ ایسا کر کے انہوں نے گناہ کا کام تو نہیں کیا؟ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ اصول ہے کہ جب تک گناہوں کی وضاحت نہیں فرما دیتے، اس وقت تک اس پر مؤاخذہ بھی نہیں فرماتے۔ لہٰذا جن لوگوں نے اس حکم سے قبل اپنے فوت شدہ مشرک رشتہ داروں کیلئے مغفرت کی دعائیں کیں، ان

اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿116﴾

بلاشبہ آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی بادشاہت ہے۔ وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور اللہ کے علاوہ تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں۔ ﴿116﴾

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ

یقیناً اللہ نے نبی (ﷺ)، مہاجرین اور انصار کے حال پر توجہ فرمائی، جنہوں نے تنگی کے وقت آپ (ﷺ) کا ساتھ دیا، اس کے بعد کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل بھٹکنے لگے تھے۔ پھر اللہ نے ان پر

کا مؤاخذہ نہیں ہوگا کیونکہ انہیں اس وقت اس مسئلہ کا علم ہی نہ تھا۔

آیت 116: زندگی اور موت اللہ عزّ وجل ہی کے ہاتھ میں ہے:

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ یہ اعلان فرما رہے ہیں کہ میں ہی مالک الملک ہوں، زندگی اور موت میرے ہی ہاتھ میں ہے۔ لہٰذا تمام مسلمان مجھ پر ہی بھروسہ رکھیں اور دشمن سے مرعوب نہ ہوں، اس لئے کہ میرے علاوہ کوئی مددگار اور دوست مفید ثابت نہیں ہوسکتا۔

آیت 117: جنگِ تبوک مشکل غزوہ تھا:

یہ آیتِ مبارکہ جنگِ تبوک کے بارے میں اتری، مسلمان تنگدستی کی حالت میں سخت گرمی میں اور قحط سالی کی تکالیف برداشت کرتے ہوئے اس جنگ کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم جنگ تبوک کے لئے نکلے تو بڑی سخت گرمی تھی، اللہ ہی جانتا ہے کہ کیسی سخت مصیبتیں مجاہدین کو پہنچیں، خوراک کی اس قدر کمی تھی کہ ایک کھجور دو آدمیوں میں تقسیم کی جاتی تھی۔ (ابن ابی حاتم)۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ جنگ تبوک کی کیفیت یوں بتاتے ہیں کہ جنگ تبوک کے سفر میں ایک ایسا موقع بھی آیا کہ ہمیں اتنی شدید پیاس لگی کہ ہم سمجھنے لگے کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں ہم مرجائیں گے، اگر کوئی آدمی پانی کی تلاش میں جاتا تو وہ یقین کرلیتا کہ واپس ہونے سے پہلے اس کو موت آجائیگی۔ پھر آپ ﷺ کو یہ حالت بتائی گئی تو آپ ﷺ نے

مِّنۡهُمۡ ثُمَّ تَابَ عَلَيۡهِمۡ ؕ اِنَّهٗ بِهِمۡ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ﴿117﴾

مہربانی فرمائی۔ بلاشبہ اللہ ان سب پر بہت ہی شفیق اور مہربان ہے۔ ﴿117﴾

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيۡنَ خُلِّفُوۡا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتۡ عَلَيۡهِمُ الۡاَرۡضُ بِمَا رَحُبَتۡ وَضَاقَتۡ عَلَيۡهِمۡ اَنۡفُسُهُمۡ وَظَنُّوۡۤا اَنۡ لَّا مَلۡجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيۡهِ ؕ ثُمَّ

اوران تین اشخاص پر بھی (مہربانی فرمائی) جن کا معاملہ (حکم الٰہی کے انتظار میں) ملتوی کر دیا گیا تھا، یہاں تک کہ جب زمین اپنی فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہونے لگی اور وہ خود اپنی جان سے بھی تنگ آ گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ (کے غضب) سے انہیں کہیں پناہ نہیں مل سکتی مگر یہ کہ اسی (اللہ) کی طرف رجوع کیا جائے پھر اس (اللہ) نے انکے حال پر

اللہ ربّ العزّت سے بارش کی دعا مانگی، جس سے موسلا دھار بارش ہوئی اور سب نے اپنے اپنے برتن بھر لئے۔ (مستدرک حاکم)۔ دورانِ سفر اس طرح کی سختیوں کی وجہ سے کچھ لوگوں کے دل میں مختلف شکوک وشبہات بھی پیدا ہونے لگے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر رحمت نازل فرمائی، اپنی طرف رجوع کرنے کی توفیق بخشی اور دین پر ثابت قدمی عطا فرمائی۔

آیات 118 تا 119: غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے والے 3 صحابہ کی توبہ:

غزوۂ تبوک سے کچھ مخلص مسلمان بھی پیچھے رہ گئے تھے، جن میں سے تین کی توبہ کی قبولیت میں (پچاس دن) تاخیر ہوئی۔ آخر کار یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں ان کی توبہ کی قبولیت کی خوشخبری سنائی گئی۔ یہ تین افراد کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم تھے، غزوہ تبوک سے پہلے یہ مختلف غزوات اور مقامات پر اپنے اخلاص کا ثبوت دے چکے تھے۔ انہوں نے منافقین کی طرح کوئی بہانہ نہیں تراشا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان سے سوشل بائیکاٹ کا حکم دے دیا۔ چالیس دنوں کے بعد ان کی بیویوں کو بھی ان سے علیٰحدگی کا حکم دے دیا گیا۔ پچاس دن گذرنے کے بعد اللہ تعالیٰ

تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿118﴾

توجہ فرمائی تاکہ وہ (آئندہ بھی) توبہ کرسکیں۔ بیشک اللہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔ ﴿118﴾

نے ان کی توبہ قبول فرمالی اور ان کی سچائی کی تعریف فرمائی اور باقی مسلمانوں کو بھی یہ حکم دیا کہ وہ سچ بولیں گے تو ان کا ہر کام آسان ہوگا اور وہ مصائب سے بچ جائیں گے۔ (مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر الاحزاب 33 : آیات 70 تا 71)

کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جن دنوں میرے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم کی قطع کلامی تھی، انہی دنوں شام کے لوگوں میں سے ایک شخص مجھے ملا۔ اس نے غسان کے بادشاہ کا خط مجھے دیا اس میں لکھا ہوا تھا:- ''سنا ہے تمہارے ساتھی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم پر ذہنی تشدد کیا ہے۔ تم ایسے حقیر آدمی نہیں ہو جسے ضائع کیا جائے۔ اگر تم ہمارے پاس آجاؤ تو ہم تمہاری قدر کریں گے۔'' میں یہ خط پڑھ کر سمجھ گیا کہ یہ ایک اور آزمائش مجھ پر نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ میں نے خط کو جلا دیا۔ پچاسویں دن اپنے گھر کی چھت پر میں فجر کی نماز پڑھ کر اسی حال میں بیٹھا ہوا تھا جیسا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے کلام میں فرمایا یعنی میری جان مجھ پر بھاری معلوم ہورہی تھی، یہ وسیع دنیا مجھے تنگ محسوس ہورہی تھی۔ اتنے میں کسی پکارنے والے کی آواز میرے کانوں میں پڑی وہ کہہ رہا تھا کہ اے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، خوش ہوجاؤ، میں یہ سنتے ہی سجدہ میں گر پڑا اور سمجھ گیا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اب میری توبہ قبول کرفرمالی ہے، میں نے یہ خوشخبری سنانے والے کو اپنا ایک لباس تحفتاً دے دیا۔ پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آیا تو سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مجھ سے مصافحہ کرکے مبارک باد دینے لگے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ خوش ہوجاؤ، جب سے تم پیدا ہوئے ہو آج کا دن تمہارے لئے سب سے بہتر دن ہے۔ چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس خوشی میں اپنا سارا مال صدقہ کرنے کی اجازت طلب کی، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال صدقہ کرنے اور کچھ اپنے پاس باقی رکھنے کو کہا۔ چنانچہ میں نے خیبر میں جو مالِ غنیمت مجھے ملا تھا وہ اپنے پاس رکھ لیا اور باقی سارا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کردیا۔ (بخاری، مسلم)۔ سچائی کی وجہ سے اللہ عزّ وجل نے ان تینوں صحابہ کی غلطی معاف فرمادی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿119﴾

اے ایمان والو، اللہ (کے عذاب) سے ڈرو اور سچ بولنے والوں کا ساتھ دو۔ ﴿119﴾

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿120﴾

اہلِ مدینہ اور اس کے آس پاس رہنے والے دیہاتیوں کو یہ لائق نہیں تھا کہ وہ رسول اللہ (ﷺ) کو چھوڑ کر (جہاد سے) پیچھے رہ جائیں اور یہ کہ اپنی جان کو نبی (ﷺ) کی جان سے زیادہ عزیز سمجھیں، یہ اس لئے ہے کہ مجاہدین کو اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی، تھکاوٹ ہوئی، بھوک لگی، وہ کسی ایسی جگہ چلے جو کفار کے لئے غصہ کا باعث ہو یا دشمن سے کوئی چیز چھین لی تو ان میں سے ہر ایک کے بدلہ ان کے لئے نیک عمل لکھا جاتا ہے۔ یقیناً اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ ﴿120﴾

آیت 120: غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہونے والوں کی مذمت:

اس آیت مبارکہ میں غزوۂ تبوک سے پیچھے رہنے والوں کی مذمت ہے۔ خواہ وہ مدینہ کے باشندے ہوں یا اس کے آس پاس کے۔ ایسے لوگوں نے اپنے نفس کو اللہ کے رسول ﷺ پر ترجیح دی، حالانکہ انہیں تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر اپنی ہر چیز قربان کر دینی چاہئے تھی جو ان کے لئے بہت زیادہ مفید ثابت ہوتی۔ اللہ کے رسول ﷺ تو سفر کی مشکلات برداشت کرتے ہوئے تبوک پہنچ گئے، مگر یہ گھروں میں آرام وچین سے بیٹھے رہے اور رسول ﷺ کی تکالیف پر اپنے آرام کو ترجیح دی۔

وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿121﴾

اور جو وہ چھوٹا (کم) یا بڑا (زیادہ مال اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور جتنے میدان انہیں طے کرنے پڑے، یہ سب بھی ان کے لئے (نیکیوں میں) لکھا جاتا ہے تاکہ اللہ انہیں ان کے (نیک) اعمال کا بہترین بدلہ دے۔ ﴿121﴾

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا

اورمومنوں کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ سب کے سب (جہاد کے لئے) نکل کھڑے ہوں، لہٰذا ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت (جہاد کے لئے) جائے اور باقی دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں (اور

آیت 121: جہاد فی سبیل اللہ کا بہترین بدلہ:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کیلئے بہترین بدلہ کا اعلان فرمارہے ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، اگر وہ تھوڑا سا بھی خرچ کریں یا وہ تھوڑی دیر کیلئے بھی اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے سفر کریں تو انہیں اس کا اجر ضرور ملتا ہے۔رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:-''جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلا، اللہ عزّ وجل یا تو اسے ثواب اور مالِ غنیمت دے کر واپس لوٹاتے ہیں یا شہادت دے کر جنت میں داخل فرماتے ہیں''۔(بخاری،مسلم)۔جب یہ آیت نازل ہوئی تو عثمان رضی اللہ عنہ نے اس موقع سے خوب فائدہ اٹھایا اور جنگ تبوک کے موقع پر بہت سا مال خرچ کیا اور 1000 دینار اور 3 سو اونٹ اللہ کی راہ میں دیئے جس پر رسول ﷺ نے فرمایا:-''آج کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ اگر کوئی نیک عمل نہ بھی کریں تو ان کے لئے یہی عمل کافی ہے''۔(مسند احمد)

آیت 122: دیہاتوں میں مدارس کھولنے چاہئیں:

پچھلی آیات میں جہاد سے پیچھے رہنے والوں کے لئے سخت وعید اور ملامت بیان کی گئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے محتاط ہو گئے اور جب بھی جہاد کا مرحلہ آتا تو سب کے سب اس میں شریک

فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿122﴾

دوسروں کو بھی علمِ دین سکھائیں)، تاکہ وہ جب اپنی قوم کی طرف واپس لوٹیں تو انہیں (اللہ کے عذاب سے) ڈرائیں تاکہ وہ بھی ڈر جائیں۔ ﴿122﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿123﴾

اے ایمان والو، تم ان کفار سے جنگ کرو جو تمہارے آس پاس ہیں اور چاہئے کہ وہ تمہارے اندر سختی پائیں اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ ﴿123﴾

ہونے کی کوشش کرتے۔ اس آیت میں انہیں حکم دیا گیا ہر جہاد اس نوعیت کا نہیں ہوتا کہ جس میں ہر شخص کی شرکت ضروری ہو (جیسا کہ تبوک میں ضروری تھا) بلکہ ایک گروہ کی شرکت ہی کافی ہے اور دوسرا گروہ علمِ دین سیکھے اور پھر لوگوں کو بھی سکھائے، خاص طور پر دیہاتی لوگوں کو۔ دینی تعلیم عام کرنے کے لئے دیہاتوں میں بھی مدارس کھولے جائیں تاکہ دیہاتی لوگ جہالت میں نہ رہیں جیسا کہ التوبہ 9: آیت 97 میں بیان ہوا ہے۔

آیت 123: کفر کو مٹانے کے لئے جہاد کرنے کا حکم:

کفار سے جہاد کرنے کا مقصد دہشت پھیلانا نہیں بلکہ کفر کو مٹانا ہے۔ جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے پہلے جزیرۂ عرب میں آباد مشرکین سے قتال کیا، جب ان سے فارغ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے مکہ، طائف، یمن، یمامہ، ہجر، خیبر، حضر موت جیسے علاقوں پر مسلمانوں کو غلبہ عطا فرما دیا اور عرب کے سارے قبائل، فوج در فوج، اسلام میں داخل ہو گئے، تو پھر اہل کتاب سے قتال کا آغاز فرمایا اور 9ھ ہجری میں رومیوں سے قتال کے لئے تبوک تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے اپنے خلفائے راشدین کی ایسی تربیت کی کہ آپ ﷺ کے دنیائے فانی سے رخصت ہونے کے بعد ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم نے کفر کو مٹانے کے لئے جہاد جاری رکھا اور روم کے عیسائیوں اور ایران کے مجوسیوں کو شکست دی اور دنیا کے بڑے بڑے ممالک فتح کئے اور اسلامی سلطنت وسیع ہوگئی اور اسلام دنیا کے گوشہ گوشہ تک پھیل گیا اور اللہ کی حجت تمام ہوئی۔ (تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر الصف 61: آیات 8 تا 9)

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿124﴾

اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو بعض منافقین پوچھتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان میں اضافہ کیا ہے؟ پس جو ایمان والے ہیں اس سورت نے انکے ایمان کو زیادہ کیا ہے اور وہ (سورت نازل ہونے پر) خوش ہو رہے ہیں۔ ﴿124﴾

وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿125﴾

اور جن کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے اس سورت نے ان کی (پہلی) ناپاکی میں مزید ناپاکی کا اضافہ کر دیا اور مرتے دم تک وہ کافر ہی رہے۔ ﴿125﴾

آیات 124 تا 125: منافقین کے نفاق میں اضافہ:

اللہ ربّ العزّت جب رسول اکرم ﷺ پر کوئی وحی اتارتے تو آپ ﷺ اسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے بیان فرماتے۔ جب منافقین اُس وحی کو سنتے تو آپس میں کہتے کہ اس وحی سے کس کے ایمان میں اضافہ ہوا ہے؟ درحقیقت آیات الٰہی مومن کے ایمان میں اضافہ کرتی ہیں اور منافقین کے نفاق کو مزید بڑھا دیتی ہیں جس سے وہ کفر و نفاق میں اس قدر پختہ ہو جاتے ہیں کہ انہیں توبہ کی توفیق ہی نہیں ہوتی اور ان کا خاتمہ کفر پر ہی ہوتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:- (ترجمہ) ''ان (منافقین) کے دل میں (نفاق کی) بیماری ہے، اللہ نے ان کی بیماری میں مزید اضافہ کر دیا ہے اور ان کے جھوٹ بولنے کی وجہ سے ان کے لئے دردناک عذاب ہے'' (البقرہ2: آیت10)۔ گویا ان کی بدبختی کی انتہا ہے کہ جس قرآن سے لوگوں کے دل ہدایت پاتے ہیں، وہی ان کی گمراہی و ہلاکت کا باعث ثابت ہوتا ہے۔ جس طرح کسی شخص کا مزاج اور معدہ بگڑ جائے، تو وہی غذائیں جن سے لوگ قوت اور لذت حاصل کرتے ہیں اس کی بیماری میں مزید بگاڑ اور خرابی کا باعث بن جاتی ہیں۔

(مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر بنی اسرائیل17: آیت82)

اَوَ لَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَ لَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿126﴾ وَ اِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿127﴾

اور کیا وہ (منافق) دیکھتے نہیں کہ وہ ہر سال ایک یا دو بار کسی نہ کسی آفت میں میں پھنستے رہتے ہیں، پھر بھی وہ توبہ نہیں کرتے اور نہ ہی عبرت حاصل کرتے ہیں۔ ﴿126﴾

اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو وہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے ہیں کہ کہیں کوئی (مسلمان) تمہیں دیکھ تو نہیں رہا، پھر (چپکے سے) کھسک جاتے ہیں اللہ نے انکے دلوں کو (قرآن سے) پھیر دیا ہے اس لئے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں۔ ﴿127﴾

آیت 126: تکالیف آنے پر اپنا محاسبہ کریں:

اللہ ربّ العزّت منافقین اور اسلام کے دشمنوں کے بارے فرمارہے ہیں کہ کیا انہیں یہ معلوم نہیں کہ انہیں ہر سال ایک یا دو بار آزمائش میں ڈالا جاتا ہے، پھر بھی یہ اپنے گناہوں سے توبہ نہیں کرتے اور نہ ہی آئندہ کے لئے عبرت حاصل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مختلف انداز میں آزمائش میں ڈالتے ہیں کبھی بارش نہیں ہوتی، کبھی جنگ چھڑ جاتی ہے جن سے ان میں دہشت پھیل جاتی ہے اور ان کے کلیجے منہ کو آنے لگتے ہیں۔

آیت 127: منافقین، حق سے اعراض کرتے ہیں:

اس آیتِ مبارکہ میں منافقین کی ایک اور بری خصلت کا بیان ہے کہ ان منافقین کی موجودگی میں اگر کوئی سورت نازل ہوتی جس میں ان کی شرارتوں اور سازشوں کی طرف اشارہ ہوتا ہے تو یہ دیکھ کر کہ مسلمان انہیں دیکھ تو نہیں رہے، خاموشی سے کھسک جاتے اور انہیں اپنی غلطی اور گناہ کا احساس بھی نہیں ہوتا اور یہ حق بات کو سننا بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ آیات میں غور و فکر نہ کرنے کی وجہ سے اللہ عزّوجل نے ان کے دلوں کو بھلائی اور ہدایت سے محروم کر دیا ہے۔ لہٰذا یہ آخرت میں سخت ترین عذاب سے دوچار ہوں گے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿128﴾

(اے لوگو) تمہارے پاس ایک ایسے رسول (ﷺ) تشریف لائے ہیں جو تمہاری ہی جنس سے ہیں، جن پر تمہاری تکلیف نہایت گراں گزرتی ہے، جو تمہاری بھلائی کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں اور جو مومنوں پر بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔ ﴿128﴾

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۭ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿129﴾

پھر بھی اگر وہ (لوگ) آپ (ﷺ) سے منہ پھیر لیں تو آپ فرما دیجئے کہ مجھے تو اللہ ہی کافی ہے، جسکے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا ہے اور وہی عرش عظیم کا رب ہے۔ ﴿129﴾

آیات 128 تا 129: رسولِ اکرم ﷺ کی بعثت اللہ کا احسان عظیم ہے:

اللہ تعالیٰ اپنا احسان لوگوں کو جتلا رہے ہیں کہ میرا یہ احسانِ عظیم ہے کہ میں نے تم ہی میں سے تمہاری ہدایت کے لئے اپنا رسول بھیجا، جو تمہارے پاس آچکا ہے اور تمہیں پیغام حق سنا رہا ہے۔

عَنِتُّمْ سے مراد ایسی چیزیں ہیں جن سے انسان کو تکلیف ہو، اس میں دنیاوی مشقتیں اور اُخروی عذاب دونوں آ جاتے ہیں۔ یعنی رسول اکرم ﷺ پر اپنی امت کی ہر قسم کی تکلیف و مشقت گراں گزرتی ہے اور آپ ﷺ اپنی امت کی ہدایت اور دنیاوی و اخروی فائدہ کے خواہشمند رہتے ہیں اور اپنی امت میں سے کسی ایک کا بھی جہنم میں جانا پسند نہیں فرماتے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہیں تمہاری پشتوں سے پکڑ پکڑ کر جہنم کے گڑھے میں گرنے سے روک رہا ہوں لیکن تم زبردستی جہنم کی آگ میں داخل ہو رہے ہو۔“ (بخاری)

آیت 129 میں آپ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر کوئی انسان اس عظیم نعمت کی قدر نہ کرے تو آپ پریشان نہ ہوں، اس سے آپ کی شان میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ آپ کے لئے آپ کا رب ہی کافی ہے، جو عرش عظیم کا مالک ہے اسی پر بھروسہ کر لیجئے۔

سُوْرَۃُ یُوْنُس

سورۂ یونس مکی ہے اس میں 109 آیات اور 11 رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، بے حد رحم کرنے والا ہے۔

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿1﴾

الف ، لام ، را ، یہ حکمت والی کتاب کی آیات ہیں۔ ﴿1﴾

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ﴿2﴾

کیا لوگوں کے لئے یہ تعجب (کی بات) ہے کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک شخص کی طرف وحی بھیج دی کہ وہ لوگوں کو ڈرائے اور جو ایمان لے آئے ان کو یہ خوشخبری سنادے کہ بے شک ان کے رب کے پاس ان کے ایمان کا پورا بدلہ ملے گا۔ کفار نے کہا کہ یہ شخص تو بلا شبہ کھلا جادوگر ہے۔ ﴿2﴾

آیت 1: قرآنِ کریم حکمت والی کتاب ہے:

قرآنِ کریم کی آیات حکمت و دانائی سے بھری ہوئی ہیں۔ یہ وہ کتابِ محکم ہے جس میں حلال وحرام، حدود اور تمام احکام بیان کردیئے گئے ہیں، تاکہ اس پر عمل پیرا ہوکر لوگ دونوں جہاں کی کامیابی حاصل کرسکیں۔

آیت 2: تمام انبیائے کرام علیہم السلام بشر تھے:

مشرکینِ مکہ سمیت اکثر کفار اقوام اس بات پر تعجب کرتی تھیں کہ کیا کوئی ہمارے جیسا انسان ہی ہماری راہ نمائی کے لئے رسول بن سکتا ہے؟ (پڑھیے ترجمہ وتفسیر التغابن64: آیت6)۔ حالانکہ اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں، بلکہ بشر کا رسول بننا عین انسانی فطرت اور عقل کے مطابق ہے۔ اگر کسی اور مخلوق میں سے نبی آتا تو وہ انسانی زندگی کے تقاضوں کو پورا نہ کرپاتا۔ لہٰذا یہ اعتراض ہوتا کہ یہ ہماری جنس (بشر) سے نہیں، یہ ہمارے لئے نمونہ نہیں بن سکتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں ہی کی جنس سے انبیا مبعوث فرمائے، جو تمام انسانی حاجات کے باوجود اللہ تعالیٰ کے نازل

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿3﴾

بے شک تمہارا رب، اللہ ہی ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ6 دن میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر قائم ہوا۔ وہی ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کے پاس سفارش کرنے والا نہیں، یہی اللہ تو تمہارا رب ہے، پس تم اسی کی عبادت کرو، کیا تم پھر بھی نصیحت قبول نہیں کرو گے؟ ﴿3﴾

کردہ احکامات پر مکمل عمل کر کے بہترین نمونہ بنے۔ انبیا علیہم السلام لوگوں کو گناہ کرنے کی صورت میں جہنم سے ڈراتے اور نیک اعمال کرنے کی صورت میں جنت کی خوشخبری دیتے تھے۔ جب انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنی نبوت کی سچائی کے لئے معجزات پیش کئے تو کفار نے انہیں ماننے کی بجائے کھلا جادو قرار دیا۔

آیت 3: کائنات کا رب اور خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے:

آسمان و زمین کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ آسمان و زمین کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں یوں ہی نہیں چھوڑ دیا، بلکہ پوری کائنات کا نظام اس طرح بنایا کہ کبھی کسی کا آپس میں تصادم نہیں ہوا، ہر چیز اس کے حکم پر اپنے اپنے کام میں مصروف ہے۔ وہ اللہ، جو کائنات کا خالق بھی ہے اس کا منتظم بھی ہے اور تمام اختیارات کا مکمل مالک بھی ہے، وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ مشرکین اور کفار کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ بت، جن کی وہ عبادت کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی شفاعت کریں گے اور ان کو اللہ کے عذاب سے چھڑوائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے واضح فرمادیا، وہاں اللہ کی اجازت کے بغیر کسی کو سفارش کرنے کا اختیار نہیں ہوگا اور یہ اجازت بھی صرف انہی لوگوں کے لئے ہوگی جن کے لئے اللہ تعالیٰ پسند فرمائے گا۔ (مزید تفصیل کے لئے پڑھیے یونس10: آیت18)

اِلَیۡہِ مَرۡجِعُکُمۡ جَمِیۡعًا ؕ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقًّا ؕ اِنَّہٗ یَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ یُعِیۡدُہٗ لِیَجۡزِیَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالۡقِسۡطِ ؕ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَہُمۡ شَرَابٌ مِّنۡ حَمِیۡمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِیۡمٌۢ بِمَا کَانُوۡا یَکۡفُرُوۡنَ ﴿4﴾

تم سب کو اسی (اللہ) ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ بے شک وہی مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر وہی اسے دوبارہ زندہ کرے گا تاکہ ان لوگوں کو انصاف کے ساتھ بدلہ دے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور جن لوگوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا ان کے اس انکارِ حق کی وجہ سے ان کے پینے کے لئے کھولتا ہوا پانی اور دردناک عذاب ہوگا۔ ﴿4﴾

ہُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ الشَّمۡسَ ضِیَآءً وَّ الۡقَمَرَ نُوۡرًا وَّ قَدَّرَہٗ مَنَازِلَ

وہی (اللہ) ہے جس نے سورج کو چمکتا ہوا اور چاند کو روشن بنایا اور اس کے لئے

آیت 4: ہر انسان کو اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے:

ہر شخص اپنی دنیاوی زندگی گزارنے کے بعد موت کی راہ سے گذر کر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے ضرور حاضر ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، جو بدل نہیں سکتا۔ جس طرح اس نے پہلی مرتبہ تمام مخلوق کو پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کرے گا، تاکہ انہیں ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے اور جن لوگوں نے دوبارہ زندہ ہونے کو جھٹلایا، انہیں ان کے کفر کے کی وجہ سے جہنم میں ڈالا جائے گا، جہاں پینے کیلئے کھولتا ہوا پانی اور کھانے کیلئے تھور کا درخت ہوگا اور انہیں سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْھُمْ بِرَحْمَتِكَ

آیات 5 تا 6: اللہ عزّ وجل کی قدرت کے چند نمونے:

گذشتہ آیت میں آسمان و زمین کی تخلیق اور ان کی تدبیر کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ ان آیات میں بطورِ مثال کچھ اور چیزوں کا ذکر کر رہے ہیں، جن کا تعلق بھی تدبیرِ کائنات سے ہے۔ جس میں سورج اور چاند کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ سورج کی تپش اور اسکی روشنی کس قدر ضروری ہے۔

لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿5﴾

منزلیں مقرر کیں تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرسکو۔ اللہ نے یہ چیزیں بے فائدہ پیدا نہیں کیں۔ وہ اپنی نشانیاں کھول کھول کر بیان کرتا ہے ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں۔ ﴿5﴾

اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ﴿6﴾

بلاشبہ رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے جانے میں اور اللہ نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ہے ان سب میں ان لوگوں کے لئے (واضح) نشانیاں ہیں جو اللہ (کے عذاب) سے ڈرتے ہیں۔ ﴿6﴾

اس سے ہر باشعور انسان بخوبی واقف ہے۔ اسی طرح چاند کی نورانیت کا جو لطف اور فوائد ہیں، وہ بھی کسی وضاحت کے محتاج نہیں۔ چاند کی منزلوں سے مراد مسافت ہے جو وہ ایک رات اور ایک دن میں اپنی مخصوص رفتار کے ساتھ طے کرتا ہے یہ 28 منزلیں ہیں۔ ہر رات کو ایک منزل پر پہنچتا ہے جس میں کبھی غلطی نہیں ہوتی۔ پہلی منزل میں وہ چھوٹا اور باریک (ہلال) نظر آتا ہے، پھر آہستہ آہستہ بڑا ہوتا جاتا ہے، یہاں تک کہ چودھویں رات یا چودھویں منزل پر وہ مکمل (بدر کامل) ہو جاتا ہے اس کے بعد پھر وہ سکڑنا اور باریک ہونا شروع ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ آخر میں ایک یا دو راتیں چھپا رہتا ہے اور پھر ہلال بن کر طلوع ہو جاتا ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے انسان سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرسکیں۔ چاند کی ان منازل اور رفتار سے ہی مہینے اور سال بنتے ہیں۔ جن سے انسانوں کو ہر چیز کا حساب کرنے میں آسانی رہتی ہے۔ یعنی سال کے 12 مہینے، مہینہ 29 یا 30 دن کا، دن اور رات کے 24 گھنٹے، سردی گرمی میں دن و رات چھوٹے، بڑے ہوتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ دینی احکام بھی اسی چاند سے ہی معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً حج، رمضان کے روزے، عورتوں کی عدت، حرمت والے مہینوں اور دیگر عبادات کا تعین ہوتا ہے جنہیں مسلمان بجالاتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا وَ رَضُوۡا بِالۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ اطۡمَاَنُّوۡا بِہَا وَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنۡ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوۡنَ ۙ﴿۷﴾

جن لوگوں کو ہمارے پاس آنے کا یقین نہیں اور وہ دنیاوی زندگی پر راضی ہوگئے ہیں، اسی میں دل لگائے بیٹھے ہیں اور وہی لوگ ہماری آیات سے غافل ہیں۔ ﴿۷﴾

اُولٰٓئِکَ مَاۡوٰىہُمُ النَّارُ بِمَا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ ﴿۸﴾

ایسے ہی لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے، ان اعمال کی وجہ سے جو وہ کرتے تھے۔ ﴿۸﴾

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یَہۡدِیۡہِمۡ رَبُّہُمۡ بِاِیۡمَانِہِمۡ ۚ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہِمُ الۡاَنۡہٰرُ فِیۡ جَنّٰتِ النَّعِیۡمِ ﴿۹﴾

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے، ان کا رب انہیں، ان کے ایمان کی وجہ سے، نعمت کے باغوں تک پہنچا دے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ ﴿۹﴾

آیات 7 تا 8: قیامت کا انکار کرنے والوں کے لئے جہنم:

ان آیات میں ان لوگوں کا تذکرہ ہے کہ جو آخرت میں اللہ عزّوجل سے ملاقات، حساب کتاب اور جزا وسزا پر ایمان نہیں رکھتے، بلکہ دنیاوی زندگی پر خوش اور مطمئن ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر غور وفکر کرکے اس کی عبادت نہیں کرتے، قیامت کے دن ان کیلئے پچھتاوا ہوگا کہ انہوں نے دنیا میں حساب وکتاب کی امید ہی نہیں رکھی تھی، اس پچھتاوے کا انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم مقرر فرمایا ہے۔

آیت 9: ایمان اور عملِ صالح کرنے والوں کا بہترین انجام:

جو لوگ ایمان قبول کرنے کے بعد عمل صالح کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ان کے ایمان کی بدولت سیدھی راہ پر چلاتے ہیں۔ وہ آسانی سے پل صراط سے گزر کر نعمتوں والی جنتوں میں داخل ہوجائیں گے، جس میں دودھ، شہد اور پاکیزہ شراب کی نہریں جاری ہونگی۔

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَ اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿10﴾

اس (جنت) میں ان کی زبان سے یہ بات نکلے گی ''سبحان اللہ'' (اللہ پاک ہے) اور ان کا باہمی سلام یہ ہوگا (السلام علیکم) ''تم پر سلامتی ہو'' اور ان کی آخری بات یہ ہوگی تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ ﴿10﴾

وَ لَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ

اور اگر اللہ لوگوں کو نقصان پہنچانے میں اسی طرح جلدی کرتا جس طرح وہ فائدہ کے لئے جلدی مچاتے ہیں تو ان کی میعاد (زندگی) کبھی کی پوری ہو چکی ہوتی۔

آیت 10: اہل جنت کی حمد و تسبیح:

اہل جنت ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح بیان کرتے رہیں گے۔ جس طرح ہر جاندار کی سانس بے اختیار آتی جاتی رہتی ہے، اسی طرح اہل جنت کی زبانوں پر بغیر اہتمام کے اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کے ترانے جاری رہیں گے۔ جب ان جنتیوں کو ہر قسم کی نعمتیں مل جائیں گی اور وہ ہر قسم کی پریشانی سے محفوظ ہونگے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے شکر کے طور پر اس کی پاکی اور تعریف بیان کرتے رہیں گے۔ اہلِ جنت ایک دوسرے کو سلامتی کے تحفے دیتے رہیں گے اور اپنی دعاؤں کے اختتام پر بھی اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہوئے کہتے رہیں گے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (ترجمہ: تمام تعریفات اللہ ہی کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے)

آیت 11: اللہ تعالیٰ بندوں کی بددعا جلد قبول نہیں کرتے:

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے رحم و کرم کی ایک چھوٹی سی جھلک انسانوں کو دکھا رہے ہیں کہ انسان جس طرح اپنے لئے خیر میں جلد بازی سے کام لیتے ہوئے دعائیں مانگتا ہے جو اللہ عزّوجل قبول کر لیتے ہیں اسی طرح غصہ اور تنگی کے وقت طرح طرح کی بددعائیں بھی کر بیٹھتا ہے، جنہیں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اس لئے نظر انداز کر دیتے ہیں کہ یہ زبان سے تو ہلاکت

فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿11﴾

لہٰذا جو لوگ ہماری ملاقات کا یقین نہیں رکھتے، ہم انہیں انکے حال پر چھوڑ دیتے ہیں تا کہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔ ﴿11﴾

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿12﴾

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں ہی پکارتا ہے، لیٹے بھی، بیٹھے بھی اور کھڑے بھی۔ پھر جب ہم اس کی تکلیف دور کردیتے ہیں تو وہ ایسا ہوجاتا ہے کہ گویا اس نے اپنی تکلیف کے وقت کبھی ہمیں پکارا ہی نہ تھا، اس طرح، ان حد سے گزرنے والوں کے اعمال، ان کے لئے خوبصورت بنا دیئے گئے ہیں۔ ﴿12﴾

مانگ رہا ہے، مگر اس کے دل میں ایسا ارادہ نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ انسانوں کی بددعاؤں کے مطابق انہیں فوراً ہلاکت سے دوچار کرنا شروع کردیں تو پھر جلدی ہی لوگ موت اور تباہی سے دوچار ہوجائیں گے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:-''تم اپنے لئے یا اپنی اولاد کے لئے یا اپنے مال و کاروبار کے لئے بددعائیں نہ کیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری بددعائیں اس گھڑی کو پالیں جس میں اللہ کی طرف سے دعائیں قبول کی جاتی ہیں اور وہ تمہاری بددعائیں قبول فرمالے۔'' (ابوداؤد)۔ احتیاط کیجئے اور ہر وقت اپنی زبان سے صرف دعائیہ کلمات نکالنے کی کوشش کیجئے غصہ میں آکر بددعا نہ دیجئے۔ اگر آپ کی اولاد نافرمان ہو تو اس کے لئے ہدایت کی دعا کیجئے، ہلاکت کی نہیں۔

آیت 12: انسان کو پریشانی میں اللہ یاد آتا ہے:

یہ انسانی فطرت ہے کہ جب اس پر کوئی مصیبت یا پریشانی آتی ہے تو اُٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا اور لمبی چوڑی دعائیں مانگتا ہے، لیکن جب اللہ تعالیٰ اس پر اپنا فضل کرتے ہوئے اس سے مصیبت کو دور کردیتے ہیں تو وہ اللہ عزّوجل کو اس طرح بھول جاتا ہے جیسے اس پر کبھی کوئی

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿13﴾

اور ہم نے تم سے پہلے بہت سی امتوں کو ہلاک کردیا جب انہوں نے ظلم کیا حالانکہ ان کے پاس ان کے پیغمبر کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے اور وہ تو ایمان لانے والے ہی نہ تھے؟ ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔ ﴿13﴾

ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿14﴾

پھر ان (امتوں کو ہلاک کرنے) کے بعد ہم نے تمہیں زمین میں ان کا وارث بنادیا تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو؟ ﴿14﴾

مصیبت آئی ہی نہیں تھی اور اس نے اللہ سے کبھی کوئی دعا مانگی ہی نہ تھی۔ یہ عام انسانوں کی حالت ہے، جبکہ مومن کی حالت اس سے مختلف ہوتی ہے، وہ ہر حالت میں اللہ عزّ وجل کو یاد رکھتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ایمان والوں کے لئے بھلائی ہی بھلائی ہے، ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ اچھا ہی ہوتا ہے، جب مومن مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے تو صبر کرتا ہے، جو اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے اور جب اسے نعمتیں ملتی ہیں تو شکر کرتا ہے، جو اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔ یہ سعادت مومن کے سوا کسی اور کو نصیب نہیں۔'' (مسلم)

آیات 13 تا 14: انبیا علیہم السلام کو نہ ماننے والوں کا انجام:

گذشتہ اقوام نے جب شرک کیا اور انبیا علیہم السلام کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ و برباد کردیا، حالانکہ انبیا علیہم السلام ان کے پاس انتہائی واضح نشانیاں لے کر آئے تھے، مگر وہ ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جو مجرموں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ ان اقوام کی ہلاکت کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ لوگوں سے فرما رہے ہیں کہ اب زمین پر تمہیں جانشین بنایا ہے۔ اگر تم نے بھی سابقہ اقوام کی طرح میری آیات کا انکار کیا اور کفر و سرکشی کا راستہ اختیار کیا تو تمہارا انجام بھی انہی جیسا ہوگا، لہٰذا تم ان اقوام کے واقعات سے عبرت حاصل کرو۔

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿15﴾

اور جب ان لوگوں کے سامنے ہماری صاف اور کھلی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ جنہیں ہماری ملاقات کا یقین نہیں، کہتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی دوسرا قرآن لائیے یا اس میں کچھ تبدیلی کردیجئے۔ آپ (ﷺ) فرما دیجئے کہ مجھے یہ اختیار نہیں کہ میں اپنی طرف سے اس میں تبدیلی کردوں میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف بھیجی جاتی ہے، اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب سے ڈر لگتا ہے۔ ﴿15﴾

آیات 15 تا 17: اللہ تعالیٰ کی شریعت میں کوئی نبی بھی تبدیلی نہیں کرسکتا:

رسول کریم ﷺ جب مشرکین کے سامنے قرآنِ کریم کی ایسی آیات تلاوت فرماتے، جن میں توحید باری تعالیٰ کا اثبات اور شرک کی نفی ہوتی، تو مشرکین بطورِ مذاق کہا کرتے تھے کہ اس قرآن کے علاوہ کوئی اور کتاب لے کر آؤ یا ان آیات کو بدل دو، جن سے ہمیں اور ہمارے معبودوں (بتوں) کو تکلیف پہنچتی ہے۔ آپ ﷺ نے انہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ جواب دیا کہ میں تو اس میں ایک حرف کی بھی تبدیلی نہیں کرسکتا، میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو اللہ عزّوجل مجھ پر نازل کرتے ہیں۔ یہ قرآن نہ تو میں نے خود گھڑا ہے اور نہ ہی کوئی انسان اسے گھڑ سکتا ہے۔ پھر میں اس میں کیسے تبدیلی کرسکتا ہوں؟ اپنی پیدائش سے لے کر نبوت تک مکمل چالیس سال میں تمہارے درمیان رہا ہوں، تم مجھے صادق و امین کے نام سے پکارتے تھے، میں پڑھنا لکھنا بھی نہیں جانتا تھا، لیکن جب اللہ نے مجھے نبی بنایا اور میں اسی کے حکم سے اس کا کلام، قرآنِ مجید کی صورت میں، تمہیں سنا رہا ہوں، تو کیا تم دلائل و قرائن سے یہ بات نہیں سمجھ سکتے کہ یہ قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ میری یا کسی کی من گھڑت بات نہیں ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف کسی جھوٹی بات کو منسوب کرنا اور اس کی آیات کو جھٹلانا بہت بڑا ظلم ہے

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَاۤ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿16﴾

آپ (ﷺ) فرما دیجئے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ میں تمہیں یہ (قرآن) کبھی سناتا اور نہ ہی اللہ تمہیں اس کی اطلاع دیتا، میں تو اس سے پہلے تم میں عمر کا کافی حصہ گزار چکا ہوں، کیا تم عقل نہیں رکھتے ہو؟ ﴿16﴾

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿17﴾

پھر اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلائے، یقیناً مجرم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ﴿17﴾

وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ

اور وہ (مشرکین) اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں نہ تو نقصان پہنچا سکتی ہیں اور نہ ہی فائدہ اور وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔ آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کو ایسی بات کی خبر دیتے ہو جو

اور ظالم کبھی کامیاب نہیں ہوا کرتے۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اکرم ﷺ نے مکہ میں نبوت کا اعلان کیا تو یہودی، عیسائی اور مشرکین نے آپ ﷺ کو جھٹلانا شروع کر دیا، جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے اور میں نے آپ ﷺ کو پہلی بار دیکھا تو میرے دل نے گواہی دی کہ یہ نورانی چہرہ کسی جھوٹے شخص کا ہو ہی نہیں سکتا، چنانچہ میں نے بھی آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دی اور مسلمان ہو گیا۔ (مسند احمد)

آیت 18: مشرکین بتوں کی عبادت کو وسیلہ سمجھتے ہیں:

مشرکین یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کے دیوی، دیوتا یا وہ بت جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے سفارشی ہیں، ان کے وسیلہ سے ان کی اللہ تعالیٰ تک رسائی ممکن ہو سکے گی، حالانکہ ان کے معبود انہیں نہ تو کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی

بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿18﴾

اللہ کو معلوم نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ ہی زمین میں؟ وہ پاک اور بلند ہے ان سے جنہیں وہ (اللہ کا) شریک ٹھہراتے ہیں۔ ﴿18﴾

وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿19﴾

اور تمام لوگ پہلے ایک ہی امت تھے پھر انہوں نے (آپس میں) اختلاف کیا اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ہی سے طے ہو چکی ہے، تو ان میں اس چیز کے متعلق یقیناً فیصلہ کر دیا جاتا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ ﴿19﴾

نقصان، بلکہ یہ معبود قیامت کے دن ان مشرکین کے شرک سے اپنی بیزاری کا اعلان کر دیں گے۔ (مزید تفصیل کے لئے پڑھیے البقرہ 2: آیات 166 تا 167 اور الزمر 39: آیت 3)

آیت 19: ابتدا میں تمام لوگ مسلمان اور موحّد تھے:

اللہ تعالیٰ نے جب ابتدا میں انسانوں کو پیدا فرمایا تو اس وقت تمام لوگ مسلمان اور موحد تھے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کے اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد کافی عرصہ تک شرک کا کوئی وجود نہ تھا، اس کے بعد شیطان نے آہستہ آہستہ لوگوں میں اپنے بزرگوں کی تعظیم کے نام پر شرک داخل کرنا شروع کر دیا، پھر لوگ بتوں کی پرستش کرنے لگے اور مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کرتے ہوئے روشن دلائل کے ساتھ اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، جنہوں نے ان بھٹکے ہوئے انسانوں کو پھر سے توحید کی دعوت دی، جس نے انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کو ٹھکرایا وہ ناکام ہو گیا اور جس نے ان کی دعوت قبول کر لی وہ کامیاب ہو گیا۔ (بخاری)۔ نوح علیہ السلام نے ساڑے نو سو سال تک لوگوں کو توحید کی دعوت دی مگر تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ تمام لوگ شرک پر جمے رہے۔

(مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ و تفسیر نوح 71: آیات 22 تا 27)

وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿20﴾

اور وہ (کفار) کہتے ہیں کہ اس (نبی ﷺ) پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں نازل کی گئی؟ پس آپ (ﷺ) فرمادیجئے کہ غیب کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے۔ لہٰذا تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔ ﴿20﴾

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا

اور جب ہم لوگوں کو تکلیف پہنچنے کے بعد (اپنی) رحمت (نعمت) کا مزہ چکھادیتے

آیت 20: مشرکین مکہ کا آپ ﷺ سے معجزہ طلب کرنا:

کفارِ مکہ آپ ﷺ کی نبوت کی صداقت کے لئے معجزات کا مطالبہ کرتے ہوئے کہتے تھے کہ محمد ﷺ کو انکے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں عطا کیا گیا، جس طرح دیگر انبیا علیہم السلام کو معجزات عطا ہوئے؟ محمد ﷺ کو چاہئے کہ صفا پہاڑ کو سونا بنادیں اور مکہ کے پہاڑوں کو ہٹا کر ان کی جگہ باغ اور نہریں بنادیں۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کے معجزات دینے سے ہرگز عاجز نہیں لیکن اس کی حکمت وہی جانتا ہے۔ کفار مکہ آپ ﷺ کی صداقت اور امانت کے معترف تھے اور آپ ﷺ پر جو کلام (قرآنِ مجید) نازل ہوا ہے، اس کی صداقت اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل ہونے پر بھی دل میں یقین رکھتے تھے۔ مگر پھر بھی اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے آپ ﷺ سے طرح طرح کے معجزات کا مطالبہ کرتے تھے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے فرمادیا کہ انہیں معجزات دکھانا میرے لئے کوئی مشکل نہیں لیکن اس کے بعد بھی یہ ایمان نہ لائے تو یہ بھی سابقہ اقوام کی طرح ہلاک ہوجائینگے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کفار یا ان کی اولاد کی ہدایت کی امید رکھتے ہوئے اس قسم کے معجزات کیلئے دعا نہیں کی۔

آیت 21: انسان کی احسان فراموشی کا بیان:

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ انسان کی احسان فراموشی کا ذکر فرمارہے ہیں کہ اسے سختی کے بعد آسانی اور قحط سالی کے بعد خوشحالی میسر آتی ہے تو وہ ناشکرا بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا

لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا ؕ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ؕ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ﴿21﴾

ہیں تو وہ فوراً ہی ہماری آیات میں چالیں چلنے لگتے ہیں، آپ (ﷺ) فرما دیجئے کہ اللہ تدبیر کرنے میں تم سے بہت زیادہ تیز ہے، بے شک ہمارے فرشتے تمہاری تمام چالوں کو لکھ رہے ہیں۔ ﴿21﴾

هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَ جَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا

وہی تو (اللہ) ہے جو تمہیں خشکی اور سمندر میں چلاتا ہے، یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ کشتیاں لوگوں کو موافق ہوا کے ذریعہ سے لے کر چلتی ہیں اور لوگ ان سے خوش ہوتے ہیں پھر اچانک ان (کشتیوں) پر

مذاق بھی اڑانے لگتا ہے۔ زید بن خالد الجھنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات بارش ہوئی، آپ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھانے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس رات کی بارش کی وجہ سے میرے بہت سے بندے مومن اور بہت سے کافر ہوجائیں گے۔ جو اس بارش کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل کہیں گے وہ بندے مومن ہونگے اور جو یہ کہیں گے کہ فلاں ستارہ کی تاثیر کی وجہ سے بارش ہوئی ہے وہ کفر کرنے والے ہوں گے۔ (بخاری)۔ ہر قسم کی خوشحالی اور تنگی اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے ہوتی ہے، سچے مومنوں کا شیوہ یہ ہے کہ وہ قحط اور تنگی میں صبر اور خوشحالی اور فروانی میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

آیات: 22 تا 23: اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشرکین کی بدعہدی اور بے وفائی:

مشرکینِ جب کسی بڑی مصیبت کا شکار ہوجاتے تو خالص اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے اور اس وقت یہ عہد کرتے تھے کہ اس مصیبت سے نجات ملنے کی صورت میں ہم خالص اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں گے، لیکن جب اللہ تعالیٰ انہیں اس مصیبت سے نجات دے دیتے تو وہ پھر اپنے جھوٹے معبودوں کی عبادت کرنے لگ جاتے تھے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ مشرکین جب بحری سفر کرتے اور دورانِ سفر وہ گپ شپ میں مصروف ہوتے کہ اچانک طوفانی ہوائیں ان کی

رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّ جَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ۬ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿22﴾

طوفانی ہوا آتی ہے اور ہر طرف سے ان پر لہریں امڈ آتی ہیں اور وہ (کشتی کے سوار) سمجھتے ہیں کہ وہ (طوفان میں) گھر گئے ہیں، تو اس وقت وہ خالص اللہ ہی کی عبادت کرتے ہوئے اسی کو پکارتے ہیں کہ اگر آپ نے ہمیں اس (طوفان) سے نجات دی تو ہم ضرور شکر گزار بن جائیں گے۔ ﴿22﴾

فَلَمَّاۤ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿23﴾

پھر جب اللہ انہیں نجات دے دیتا ہے تو وہ فوراً ہی زمین میں ناحق سرکشی کرنے لگتے ہیں۔ (آپ ﷺ فرما دیجئے) اے لوگو، تمہاری سرکشی (کا وبال) تمہاری اپنی ہی جانوں پر ہے تم دنیاوی زندگی سے فائدہ اٹھالو، پھر تمہیں ہمارے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے پھر ہم تمہیں بتائیں گے جو تم عمل کرتے تھے۔ ﴿23﴾

مخالف سمت سے چلنا شروع ہوجاتیں، کشتی ڈولنے لگتی، سرکش موجیں انہیں ہر طرف سے گھیر لیتیں اور انہیں اپنی موت یقینی نظر آتی تو وہ اپنے تمام جھوٹے معبودوں کو چھوڑ کر پورے اخلاص کے ساتھ صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کو پکارنے لگتے اور یہ عہد کرتے کہ اگر انہیں اس مرتبہ موت سے نجات مل گئی تو باقی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بن کر رہیں گے اور کبھی شرک نہیں کریں گے، لیکن جب اللہ تعالیٰ انہیں اس مصیبت اور طوفان سے نجات دے دیتے، تو بدعہدی کرتے ہوئے اپنی پرانی روش پر آجاتے ہیں اور ایسے بن جاتے ہیں کہ جیسے انہیں کبھی اللہ تعالیٰ کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ)

(مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر العنکبوت 29: آیت 65)

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ
اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ
نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ
النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ
اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا
وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ
قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَاۤ ۙ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا
لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا
كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ
نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿24﴾

بے شک دنیا کی زندگی کی مثال اس بارش کی طرح ہے جو ہم نے آسمان سے برسائی پھر اس سے مل کر زمین سے نباتات نکلیں، جس میں سے لوگ اور چوپائے کھاتے ہیں، یہاں تک کہ جب زمین نے اپنی رونق پکڑی اور یہ لہلہا اٹھی اور اہلِ زمین نے سمجھ لیا کہ اب وہ اس (فصل کو کاٹنے) پر قادر ہو چکے ہیں تو دن یا رات میں اس پر ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا، پس ہم نے اسے کٹی ہوئی کھیتی کی طرح کر دیا، گویا وہ کل موجود ہی نہ تھی۔ ہم اسی طرح اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں۔ ﴿24﴾

آیت 24: دنیا کی زندگی اور اس کی حقیقت:

دنیا کی بہاریں اور اس کی عارضی رونقیں، جو کہ انسان کو بہت ہی بھلی معلوم ہوتی ہیں اور وہ ان کے حصول کے لئے اپنا دین و ایمان تک بیچ ڈالتا ہے، اس کی مثال اس پانی کی طرح ہے جو اللہ تعالیٰ آسمان سے نازل فرماتے ہیں، جس سے زمین خوب سیراب ہو کر مختلف پھل اور پھول پیدا کرتی ہے، جس سے انسان اور جانور سب ہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ نگاہوں کو بہت بھلی معلوم ہوتی اور خوبصورت نظر آنے لگتی ہے تو اس پر محنت کرنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ اب وہ اس بات پر قادر ہیں کہ وہ اس کو کاٹ سکتے ہیں کہ اچانک اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوتا ہے اور وہ کھیتیاں اور اناج اس طرح تباہ و برباد ہو جاتا ہے کہ گویا وہ کبھی تھا ہی نہیں۔ اسی طرح یہ دنیا کی خوبصورت زندگی بھی ایک دن ختم ہو جانے والی ہے۔

(مزید تفصیل کیلئے پڑھیے ترجمہ و تفسیر الکہف 18: آیت 45 اور الحدید 57: آیت 20)

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿25﴾

اور اللہ (تمہیں) سلامتی کے گھر (جنت) کی طرف بلاتا ہے اور وہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق دیتا ہے۔ ﴿25﴾

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿26﴾

جن لوگوں نے نیک کام کئے ان کیلئے بھلائی ہے اور مزید (دیدار الٰہی) ہے اور (قیامت کے دن) ان کے چہروں پر سیاہی اور ذلت نہیں ہوگی۔ یہی لوگ جنتی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ﴿26﴾

آیت25: ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی :

سابقہ آیت میں دنیا کی عارضی اور فانی زندگی کا ذکر کرنے کے بعد اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ ہمیشہ باقی اور سلامت رہنے والی زندگی کا ذکر فرمارہے ہیں، تاکہ لوگوں کو دونوں زندگیوں کا فرق معلوم ہوجائے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ہمیشہ اور امن وسلامتی کے ساتھ باقی رہنے والی زندگی کی طرف دعوت دی ہے کہ اسی کے طلبگار بنو اور اسی کے لئے محنت کرو اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کا بھی اظہار فرمایا ہے کہ کسی کو ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، وہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دے دیتا ہے۔

(مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر الاعلیٰ87: آیات16 تا17)

آیت26: مومنین کے لئے خاص انعامِ الٰہی:

جن لوگوں نے ایمان کے بعد خلوصِ نیت کے ساتھ نیک اعمال کئے، ان کے لئے دنیا وآخرت میں بھلائیاں ہیں ۔ قیامت کے دن سات سو گنا اجر وثواب ملنے کے ساتھ ساتھ انہیں اللہ عزّوجل کی طرف سے اضافی انعامات بھی ملیں گے۔ میدانِ محشر میں ان کے چہرے نہ سیاہ ہونگے اور نہ ہی کوئی ذلت ہوگی، بلکہ انکے چہرے نورانی اور خوش وخرم ہوں گے۔

رسول اکرم ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں

وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَاۤ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿27﴾

اور جن لوگوں نے برے کام کئے ان کی برائی کی سزا اسی (برائی) کے برابر ملے گی اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہو گی، انہیں اللہ (کے عذاب) سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ یوں لگے گا کہ ان کے چہروں پر اندھیری رات کے ٹکڑے لپیٹ دیئے گئے ہیں ۔ یہی لوگ جہنمی ہیں ، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ﴿27﴾

چلے جائیں گے تو اس وقت ایک منادی کرنے والا آواز دے گا کہ اے جنت والو، تم سے اللہ نے ایک وعدہ کیا تھا جو ابھی پورا ہونے والا ہے۔ جنتی کہیں گے کہ ہمارے اعمال کا پلڑا بھاری ہوگیا، ہمیں جنت جیسی نعمت ملی، ہمارے چہرے نورانی ہوگئے اور ہم جہنم سے دور ہوگئے، اب اور کیا چیز باقی ہے؟ اسی وقت حجاب ہٹ جائے گا اور جنتی اپنے پروردگار کا دیدار کریں گے۔ اللہ کی قسم، کسی چیز میں انہیں وہ لذت و سرور حاصل نہیں ہوگا جو انہیں دیدارِ الٰہی میں ہوگا۔ (مسلم)۔ (مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر الدھر 76: آیات 11 تا 22) اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ

آیت 27: مجرموں کا ٹھکانہ جہنم ہے:

سابقہ آیت میں نیک اعمال کرنے والوں کو اضافی انعام ملنے کا ذکر تھا۔ اس آیت مبارکہ میں گناہ گاروں کے بدلہ کا ذکر ہے کہ انہیں ان کے گناہوں کا بدلہ تو ملے گا ہی، اس کے ساتھ ساتھ گناہوں کی وجہ سے ان کے چہروں پر سیاہی اور ذلت بھی چھائی ہوئی ہوگی۔ کیونکہ یہ اپنے گناہوں سے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو بے خبر سمجھتے رہے، حالانکہ انہیں موت کے دن تک کی مہلت ملی تھی۔ قیامت کے دن ان کی آنکھیں چڑھ جائیں گی اور شکلیں بگڑ جائیں گی، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی ان کی مدد نہیں کر سکے گا۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْھُمْ بِرَحْمَتِكَ

(مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر آل عمران 3: آیت 106)

وَ يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَ شُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَ قَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ﴿28﴾ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿29﴾

اور (وہ دن بھی قابل ذکر ہے) جس روز ہم تمام لوگوں کو جمع کریں گے پھر مشرکین سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ ٹھہرے رہو، پھر ہم ان کے درمیان اختلاف پیدا کر دیں گے اور ان کے وہ شرکا (معبود) کہیں گے کہ تم ہماری عبادت تو کرتے ہی نہیں تھے۔ ﴿28﴾ لہٰذا ہمارے اور تمہارے درمیان گواہ کے طور پر اللہ کافی ہے، ہمیں تو تمہاری عبادت کی خبر بھی نہ تھی۔ ﴿29﴾

آیات 28 تا 29: میدانِ محشر میں مشرکین سے شرکا کا اعلانِ برأت:

میدانِ محشر میں جب تمام کائنات کے اچھے اور برے لوگ جمع ہوں گے تو اللہ تعالیٰ مشرکین اور کفار سے فرمائیں گے کہ تم اور تمہارے شرکا اپنی اپنی جگہوں پر کھڑے رہو۔ پھر ان کے درمیان دنیا میں جو تعلقات تھے، ختم کر دیئے جائیں گے اور وہ اس وقت ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے۔ ان کے شرکا اس بات کا انکار کریں گے کہ یہ لوگ ان کی عبادت کرتے تھے، ان کو مدد کے لئے پکارتے تھے، ان کے نام کی نذر نیاز دیتے تھے۔ وہ شرکا کہیں گے کہ ہمیں تو کچھ پتہ ہی نہیں، تم دنیا میں کیا کچھ کرتے تھے اور ہم جھوٹ بول رہے ہوں تو ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔ اس کی گواہی کے بعد کسی اور ثبوت کی ضرورت ہی نہیں۔ ان آیات سے معلوم ہو رہا ہے کہ مشرکین جن کی عبادت کرتے اور جنہیں مدد کیلئے پکارتے تھے وہ عقل و شعور رکھنے والے انسان تھے، جن کے مرنے کے بعد مشرکین نے ان کے مجسمے اور بت بنا کر انہیں پوجنا شروع کر دیا تھا۔ جیسے کہ نوح علیہ السلام کی قوم میں شرک کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ ان میں سے جو بھی نیک آدمی فوت ہوتا اس کا مجسمہ بناتے پھر آہستہ آہستہ اس کی عبادت شروع ہو جاتی تھی۔ نیز ان آیات مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد،

هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿30﴾

اس وقت ہر شخص اپنے (دنیا میں) کئے ہوئے اعمال کو پہچان لے گا اور (تمام) لوگ اللہ کی طرف، جو ان کا حقیقی مالک ہے لوٹا دیئے جائیں گے اور جو کچھ وہ جھوٹ باندھا کرتے تھے، سب ان سے غائب ہو جائے گا۔ ﴿30﴾

انسان خواہ کتنا بھی نیک ہو، چاہے نبی و رسول ہی کیوں نہ ہو، اسے دنیا کے حالات کا علم نہیں ہوتا، اس کے ماننے والے اسے مدد کے لئے پکارتے ہیں، اس کے نام کی نذر نیاز دیتے ہیں، اس کی قبر پر میلہ کا انتظام کرتے ہیں، لیکن وہ ان تمام چیزوں سے بے خبر ہوتا ہے اور وہ قیامت کے دن ان تمام چیزوں کا انکار کرے گا۔

(مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر الاحقاف 46: آیت: 5 تا 6)

آیت 30: قیامت کے دن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا:

میدانِ محشر میں ہر شخص اپنے اعمال اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا اور اسے اپنی نیکی اور برائی معلوم ہو جائیگی اور سارے راز کھل کر سامنے آجائیں گے۔ مشرکین اپنے معبودوں کے بارے میں دنیا میں جو بڑے بڑے دعوے کیا کرتے تھے، وہ سب بے بنیاد ہو جائینگے اور ان کے مشکل کشا ان سے غائب ہو جائیں گے۔ ہر شخص خود ہی اپنا محاسبہ کرلے گا۔ اس وقت نفسی نفسی کا عالم ہوگا کسی کو بھی کسی کا خیال نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ انبیا علیہم السلام بھی اپنے لئے سلامتی کی دعا مانگ رہے ہونگے۔ رسول اکرم ﷺ سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ، کیا قیامت کے دن آپ ہمیں بھی بھول جائیں گے؟ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تین مقامات پر کوئی کسی کو یاد نہیں رکھے گا ❶ اعمال تولے جانے کے وقت یہاں تک کہ معلوم ہو جائے کہ نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوتا ہے یا ہلکا؟ ❷ نامہ اعمال کی تقسیم کے وقت یہاں تک کہ یہ معلوم ہو جائے کہ دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال ملتا ہے یا بائیں ہاتھ میں یا پیٹھ کے پیچھے سے؟ ❸ پل صراط پر جبکہ وہ جہنم کے اوپر رکھا جائے گا۔'' (ابوداؤد)

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿31﴾

(اے نبی ﷺ) آپ پوچھئے کہ وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق مہیا کرتا ہے، وہ کون ہے جس کے اختیار میں سماعت اور بینائی کی قوتیں ہیں اور وہ کون ہے جو زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے؟ تو وہ (کفار) ضرور یہی کہیں گے کہ ''اللہ'' تو ان سے کہہ دیجئے کہ پھر تم (اللہ کے عذاب سے) کیوں نہیں ڈرتے؟ ﴿31﴾

فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۖۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿32﴾

یہی تو ہے اللہ جو تمہارا حقیقی رب ہے۔ پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا ہے؟ پھر تم کہاں پھیرے جاتے ہو؟ ﴿32﴾

آیات 31 تا 32: مشرکین بھی اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرتے ہیں:

مشرکینِ مکہ بھی اللہ تعالیٰ کو رب تو مانتے تھے مگر اکیلا معبود نہیں مانتے تھے۔ ان کا دعویٰ یہ تھا کہ کھلانا، پلانا اور روزی دینا، یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے مگر جن کی ہم عبادت کرتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی قربت کا ذریعہ ہیں۔ ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے ذریعہ ان سے سوالات کررہے ہیں کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوقات کو رزق دینے والا کون ہے؟ وہ کون ہے جس نے سننے کے لئے کان اور دیکھنے کے لئے آنکھیں عطا کی ہیں؟ وہ کون ہے جو زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ سے پیدا کرتا ہے؟ وہ کون ہے جو تمام کائنات کا تنہا حاکم ہے؟ مشرکین جواب دیں گے کہ یقیناً اللہ ہی ہے، تو پھر آپ ﷺ انہیں فرما دیجئے کہ کیا تمہیں اللہ سے ڈر نہیں لگتا کہ تم یہ سب جانتے ہوئے بھی اس کے ساتھ شرک کرتے ہو، اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہو، حقیقی معبود تو وہی ہے، جس کے بارے میں تم خود اعتراف کرتے ہو کہ ہر چیز کا خالق اور مالک وہی ہے، پھر اس معبود کو چھوڑ کر تم نے جو دوسرے معبود بنا رکھے ہیں جو سراسر گمراہی ہے۔

كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿33﴾

اسی طرح آپ کے رب کی یہ بات ان لوگوں کے حق میں، جنہوں نے نافرمانی کی ثابت ہو چکی ہے کہ وہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ ﴿33﴾

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿34﴾

(اے نبی ﷺ) آپ پوچھئے کہ تمہارے (بناوٹی) شرکا میں کوئی ایسا بھی ہے جو پہلی بار مخلوق کو پیدا کر سکے، پھر اسے دوبارہ بھی پیدا کرے؟ آپ (ﷺ) فرما دیجئے کہ اللہ ہی پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا۔ پھر تم کہاں بہکے چلے جا رہے ہو؟ ﴿34﴾

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ

آپ (ﷺ) پوچھئے کہ تمہارے شرکا میں کوئی ایسا ہے جو حق کا راستہ بتاتا ہو؟ آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ اللہ ہی حق کا

آیت 33: مشرکین کا مقدر:

اللہ عزوجل کی ربوبیت کا اعتراف کرنے کے باوجود مشرکین اپنے شرک پر قائم رہیں، تو انہیں ہدایت اور ایمان کس طرح نصیب ہو سکتا ہے؟ لہٰذا جان بوجھ کر شرک کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے ان کے مقدر میں عذاب و رسوائی لکھ دی گئی ہے۔ اب ان کے لئے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ یہ ایمان لا کر اچھے اعمال کریں اور جنت کے مستحق بن جائیں۔

آیات 34 تا 35: جھوٹے معبودوں کی بے اختیاری:

مشرکین کے شرک کو باطل ثابت کرنے کے لئے ان سے پوچھا جا رہا ہے کہ ذرا بتاؤ کہ جنہیں تم اللہ کا شریک سمجھتے ہو، کیا انہوں نے اس کائنات کی پہلی تخلیق میں کوئی کردار ادا کیا ہے؟ یا وہ اس کائنات کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہیں؟ اسکا جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔ پہلی مرتبہ بھی پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور قیامت کے دن دوبارہ بھی وہی زندہ کرے گا۔ مشرکین سے یہ

يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ۭ اَفَمَنْ يَّهِدِّيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۡ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿35﴾

راستہ دکھاتا ہے۔ تو پھر کیا جو حق کا راستہ بتاتا ہو وہ زیادہ پیروی کے لائق ہے یا وہ جو حق کا راستہ نہ بتاتا ہو بلکہ خود محتاج ہو کہ اسکی راہ نمائی کی جائے؟ پس تمہیں کیا ہو گیا ہے، تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟ ﴿35﴾

وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ۭ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿36﴾

اور ان (کفار) میں سے اکثر لوگ صرف گمان پر چل رہے ہیں۔ یقیناً گمان، حق کے مقابلہ میں کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتا۔ بے شک اللہ خوب دیکھ رہا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔ ﴿36﴾

بھی سوال کیا گیا کہ کیا تمہارے معبود کسی راہ بھٹکے ہوئے کو راستہ دکھا سکتے ہیں؟ اس کا جواب بھی نفی میں ہی ہو گا تو پھر عبادت کا حقدار کون ہوا؟ عبادت کا حق صرف وہی رکھتا ہے جو حق کی طرف راہ نمائی کرنے والا ہو نہ کہ وہ جو خود راہ نمائی کا محتاج ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ لہٰذا تمام انسانوں کو چاہئے کہ اسی کی عبادت کریں۔

آیت 36: شرک کی نہ کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ نقلی:

مشرکین کے پاس اپنے شرک کا نہ کوئی عقلی ثبوت ہے اور نہ ہی نقلی۔ وہ عقل کے خلاف وہم و گمان اور اپنے آباؤ اجداد کی اندھی تقلید کر رہے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ ہمارے بزرگ بہت عقلمند تھے۔ حالانکہ وہ سیدھی راہ سے ہٹے ہوئے تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے شرکیہ اعمال کے ثبوت کے بارے میں نہ کوئی دلیل نازل کی اور نہ ہی حق کے مقابلہ میں وہم و گمان کی کوئی حیثیت ہے۔ اللہ ربّ العزّت کی جانب سے واضح دلائل آنے کے باوجود مشرکین اپنے جھوٹے معبودوں کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں، لہٰذا ان کی اس ہٹ دھرمی کی انہیں سزا ضرور ملے گی کیونکہ یہ مشرکین محض غلط وہم و گمان کے پیچھے لگے رہے اور عقل و فہم سے ذرا سا بھی کام نہ لیا۔

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿37﴾

اور یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ غیر اللہ کی طرف سے گھڑ لیا گیا ہو۔ بلکہ یہ تو ان (آسمانی) کتابوں کی تصدیق کرتا ہے جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہیں اور (اللہ کے) مقرر کردہ احکام کی تفصیل بھی بیان کرتا ہے۔ اس کے رب العالمین کی طرف سے ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ ﴿37﴾

آیت 37: قرآن کریم کا اعجاز:

اس آیت مبارکہ میں قرآن کریم کے اعجاز اور کلام اللہ ہونے کا بیان ہے، بلاشبہ یہ کلام بے مثل ہے، اس کی فصاحت و بلاغت، اس کی وجاہت و حلاوت، معنوں کی بلندی، مضامین کی عمدگی بے نظیر ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کلام اس اللہ عزّ وجل کی طرف سے ہے، جس کی ذات بے مثل، اس کی صفات بے نظیر، اس کے اقوال لاجواب ہیں۔ یہ قرآن سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے، ان کی ترجمانی کرتا ہے اور جو تحریف ان کتابوں میں ہوئی ہیں اس کا اظہار کرتا ہے، حلال و حرام، جائز و ناجائز الغرض شرعی امور کے ہر مسئلہ کو بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قرآن کریم بطور معجزہ عنایت فرمایا، جیسے عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے دور کے حساب سے طب و حکمت کا بے مثال معجزہ، موسیٰ علیہ السلام کو ان کے دور کے حساب سے جادوگری کے اثرات زائل کرنے کا بے نظیر معجزہ عنایت کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی جھلک دکھائی۔ اسی طرح عرب میں کلام کی فصاحت اور بلاغت پر بہت زور تھا۔ عرب اپنے مقابلہ میں سارے جہاں کو عجم یعنی گونگا کہا کرتے تھے۔ انہیں اپنی زبان پر بڑا گھمنڈ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام (قرآن کریم) اتارا، جس سے ادیبوں، شاعروں اور عالموں کے کلام، اللہ عزّ وجل کے کلام کے سامنے ہیچ ہو گئے اور کوئی بڑے سے بڑا ادیب، شاعر اور عالم اس کلام پاک جیسا کلام نہ لا سکا اور نہ ہی کوئی قیامت تک لا سکے گا۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿38﴾

کیا یہ (کفار) کہتے ہیں کہ آپ (ﷺ) نے خود ہی اس (قرآن) کو گھڑ لیا ہے؟ آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ تو پھر تم اس جیسی ایک ہی سورت بنا لاؤ اور (اس میں مدد کے لئے) اللہ کے علاوہ جسے بھی بلا سکتے ہو بلا لو، اگر تم سچے ہو۔ ﴿38﴾

آیت 38: اللہ تعالیٰ کی طرف سے منکرینِ قرآن کو چیلنج:

کفار کہتے تھے کہ یہ قرآن محمد (ﷺ) اپنی طرف سے بنا کر لاتے ہیں؟ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ سے فرما رہے ہیں کہ آپ ﷺ انہیں فرما دیں کہ اگر واقعی ایسا ہے تو پھر تم بھی اس جیسا کوئی مکمل قرآن یا دس سورتیں یا کم از کم ایک سورت ہی بنا کر لے آؤ۔ آپ ﷺ تو اُمّی تھے، مگر تم تو اپنے آپ کو پڑھے لکھے شمار کرتے ہو۔ قرآنِ کریم کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تیسرا چیلنج ہے، جو اللہ عزّ وجل نے منکرینِ قرآن کو دیا ہے۔ پہلا یہ تھا کہ اس قرآن کی طرح کوئی کتاب بنا کر لاؤ۔ (پڑھیے بنی اسرائیل 17: آیت 88)۔ جب وہ اس میں بے بس ہو گئے تو دوسرا چیلنج یہ دیا کہ کوئی بھی دس سورتیں بنا کر لے آؤ۔ (پڑھیے ھود 11: آیت 13)۔ جب اس میں بھی وہ عاجز آ گئے تو مذکورہ آیت میں انہیں تیسرا چیلنج دیا جا رہا ہے کہ کوئی ایک سورت ہی بنا کر لے آؤ اور اس کیلئے تم اللہ کے سوا اپنی مدد کے لئے جس کو چاہو بلا سکتے ہو، اگر واقعی تم اپنے اس دعویٰ میں سچے ہو تو ایسا کر کے دکھاؤ۔ چوتھا چیلنج اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ دیا کہ اس قرآن کی کسی آیت جیسی کوئی ایک آیت ہی بنا کر لے آؤ، اگر تم سچے ہو تو۔ (پڑھیے الطّور 52: آیات 33 تا 34)۔ لیکن آج تک کوئی بھی قرآنِ کریم جیسی کوئی کتاب، دس سورتیں، ایک سورت یا ایک آیت بھی بنا کر پیش نہ کر سکا اور نہ ہی قیامت تک کر سکے گا۔ (پڑھیے البقرۃ 2: آیات 23 تا 24)۔ جو اس قرآن کی سچائی کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿39﴾

بلکہ انہوں (کفار) نے ایسی حقیقت کو جھٹلایا جس کا وہ اپنے علم سے احاطہ نہ کر سکے اور ابھی تک اس کی حقیقت ان پر واضح نہیں ہوئی ہے۔ جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے بھی اسی طرح جھٹلایا تھا، پس دیکھ لیجئے (ان) ظالموں کا کیا انجام ہوا؟ ﴿39﴾

وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿40﴾

اور ان لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو اس (قرآن) پر ایمان لے آتے ہیں اور بعض ایمان نہیں لاتے اور آپ کا رب فساد کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔ ﴿40﴾

آیت 39: قرآنِ کریم کو نہ ماننا جہالت اور نادانی کی علامت ہے:

منکرینِ قرآن جب اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے چیلنج کو قبول کرنے سے عاجز آ گئے تو بجائے قرآنِ کریم میں غور و فکر کرنے کے، انہوں نے بلا سوچے سمجھے محض جہالت اور نادانی کی وجہ سے اسے جھٹلا دیا اور اس قرآنِ کریم کی حکمتوں پر غور کرنے کی ذرہ برابر بھی کوشش نہ کی، جس طرح کہ ان سے پہلے لوگوں نے گذشتہ انبیا علیہم السلام پر نازل ہونے والے اللہ تعالیٰ کے کلام کو جھٹلایا تھا۔ ان منکرین کو دیکھنا چاہئے کہ ان سے پہلے وحی الٰہی کا انکار کرنے والے ظالموں کا انجام کیا ہوا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا بھی وہی انجام ہو جائے۔ (اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْھَا)

آیت 40: فسادی لوگ قرآنِ مجید پر ایمان نہیں لاتے:

اللہ تعالیٰ کے ان چیلنجز اور نشانیوں کو دیکھ کر کچھ لوگ تو عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایمان لے آتے ہیں اور اس کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اپنی زندگی گزارتے ہیں، یہاں اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کی ہے لیکن کچھ لوگ ان واضح نشانیوں کے دیکھنے کے باوجود بھی ایمان نہیں لاتے، بلکہ اپنے کفر و شرک پر ہی جمے رہتے ہیں اور اسی حالت میں مرنا پسند کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے شر پسندوں کو خوب جانتا ہے اور ان کے فساد کی انہیں ضرور سزا دے گا۔

وَ اِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَ لَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَ اَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿41﴾

اور اگر یہ (کفار) آپ (ﷺ) کو جھٹلائیں تو آپ کہہ دیجئے کہ میرے لئے میرا عمل اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے، تم میرے عمل سے بری ہو اور میں تمہارے عمل سے بری ہوں۔ ﴿41﴾

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَ لَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿42﴾

اور ان میں بعض ایسے ہیں جو بظاہر آپ کی باتوں کو سنتے ہیں، تو کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں اگرچہ وہ عقل ہی نہ رکھتے ہوں؟ ﴿42﴾

آیت 41: انبیا علیہم السلام کفار کے برے اعمال سے بری ہیں:

اللہ تعالیٰ نے پوری مخلوق کے لئے یہ اُصول بنا دیا ہے کہ کسی کے اچھے یا برے عمل کا کوئی دوسرا ذمّہ دار نہیں ہوگا۔ کفار نے جو بھی برے اعمال کئے ان کا وبال انہی پر ہوگا اور انبیا علیہم السلام اور نیک لوگوں نے جو بھی اچھے اعمال کئے ان کا اجر انہی کو ملے گا۔ آپ ﷺ بھی اپنی قوم کے مشرکین اور کفار کے برے اعمال سے بری ہیں۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرما رہے ہیں کہ اگر یہ مشرکین ہر قسم کے دلائل دیکھنے کے باوجود بھی آپ ﷺ کو جھٹلانے سے باز نہ آئیں تو آپ ﷺ انہیں فرما دیں کہ میرا کام تو صرف دعوت و تبلیغ ہے، وہ میں کر چکا ہوں، نہ تم میرے عمل کے ذمہ دار ہو اور نہ ہی میں تمہارے عمل کا۔ سب کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے، وہاں ہر شخص سے اس کے اچھے یا برے عمل کی باز پرس ہوگی۔

آیات 42 تا 43: کفار حق کو سننے اور دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہیں لاتے:

بعض کفار ظاہری طور پر قرآن کریم تو سنتے ہیں، لیکن سننے کا مقصد ہدایت حاصل کرنا نہیں ہوتا، اس لئے انہیں اس طرح سننے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، جس طرح کہ ایک بہرے کو اچھی بات کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ بالخصوص جب بہرا بیوقوف بھی ہو، کیونکہ عقلمند بہرا پھر بھی اشاروں سے

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تَهْدِى الْعُمْىَ وَ لَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿43﴾

اور ان میں بعض ایسے ہیں جو بظاہر آپ کی طرف دیکھتے ہیں، تو کیا آپ اندھوں کو راستہ دکھانا چاہتے ہیں اگرچہ ان کو بصیرت ہی نہ ہو۔ ﴿43﴾

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّ لٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿44﴾

یہ یقینی بات ہے کہ اللہ لوگوں پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ (خود ہی) اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ ﴿44﴾

وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا

اور (اے نبی ﷺ انہیں وہ دن یاد دلائیے) جس میں اللہ انہیں (اپنے

کچھ سمجھ لیتا ہے۔ ان کفار کی مثال تو بیوقوف بہرے جیسی ہے۔ اسی طرح رسول اکرم ﷺ کے پاکیزہ اخلاق، عمدہ تعلیم، نبوت کے روشن دلائل، ہر وقت ان کفار کے سامنے ہیں لیکن ان سے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اس لئے کہ کفار کے دل اندھے ہیں۔

آیت 44: اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا:

مشرکین وکفار جو بھی برے اعمال کرتے ہیں، مثلاً حق کو ٹھکراتے ہیں، آپ ﷺ کو جھٹلاتے ہیں، مسلمانوں، قرآن کریم اور آپ ﷺ کا مذاق اڑاتے ہیں۔ یہ اپنے ان اعمال کی سزا قیامت کے دن ضرور پالیں گے اور ان کے ساتھ جو بھی برا سلوک ہوگا وہ ان کے اپنے برے اعمال کی وجہ سے ہوگا۔ اللہ عزّوجل کا قانون ہے کہ وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا، بلکہ لوگ خود اپنے برے اعمال کے سبب اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ حدیث قدسی ہے:-''اے میرے بندو، میں نے اپنے اوپر ظلم کرنے کو حرام کرلیا ہے اور تم پر بھی آپس میں ظلم کرنا حرام کردیا ہے۔ خبردار، ایک دوسرے پر ہرگز ظلم نہ کرنا۔'' (مسلم)

آیت 45: قیامت کے دن دنیا کی زندگی چند لمحوں کی معلوم ہوگی:

جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو قبروں سے زندہ کرکے میدانِ حشر میں جمع کریں گے تو وہ پچاس ہزار سال کے برابر بڑا طویل دن ہوگا، اس دن کی طوالت اور سختی کو دیکھ کر انہیں ایسا لگے گا کہ وہ دنیا میں صرف چند لمحوں کیلئے ہی ٹھہرے تھے اور جلد ہی قیامت قائم ہوگئی۔

اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ؕ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿45﴾

حضور) جمع کرے گا (تو ان کو ایسا معلوم ہوگا) گویا وہ (دنیا میں) دن کی ایک گھڑی ٹھہرے تھے۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان لیں گے۔ یقیناً وہ لوگ خسارہ میں پڑے، جنہوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا اور سیدھی راہ کو نہیں اپنایا تھا۔ ﴿45﴾

وَ اِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ

اور (اے نبی ﷺ) اگر ہم تھوڑا سا (عذاب) آپ کو دکھا دیں، جس کا ہم ان

میدانِ حشر میں انسانوں کی جو حالتیں ہوں گی، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر اس کا تذکرہ کیا ہے۔ ایک وقت یہ بھی ہوگا، جب ایک دوسرے کو پہچانیں گے اور ایک دوسرے سے فرار کی راہ اختیار کریں گے کہ کہیں یہ نیکی کا سوال نہ کر بیٹھے، بعض مواقع ایسے آئیں گے کہ آپس میں ایک دوسرے پر گمراہی کا الزام لگائیں گے اور بعض مواقع پر ایسی دہشت طاری ہوگی کہ اپنے سوا کسی کو بھی نہیں پہچان پائیں گے۔

(مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر المعارج 70: آیات 4 تا 14)

آیت 46: اللہ تعالیٰ مجرموں سے ضرور انتقام لے گا:

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ یہ اعلان فرما رہے ہیں کہ ہم ان کفار کے بارے میں جو وعدہ کر رہے ہیں، اگر انہوں نے کفر و شرک پر اصرار جاری رکھا تو ان پر بھی اسی طرح ہمارا عذاب آسکتا ہے، جس طرح پچھلی قوموں پر آیا تھا اور اے نبی ﷺ، اس عذاب میں سے کچھ اگر ہم آپکی زندگی میں بھیج دیں تو یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے آپ ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، لیکن اگر آپ ﷺ اس سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو گئے، تب بھی کوئی بات نہیں، ان کفار کو ہمارے پاس ہی آنا ہے۔ ان کے سارے اعمال واحوال کی ہمیں اطلاع ہے، وہاں یہ ہمارے عذاب سے کس طرح بچ سکیں گے، قیامت کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہاں اطاعت گزاروں کو ان کی

نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ﴿46﴾

سے وعدہ کرتے ہیں یا ہم آپ کو(اس سے پہلے ہی) وفات دے دیں، بہر حال انہیں تو ہماری ہی طرف لوٹنا ہے۔ پھر اللہ ان اعمال پر گواہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔ ﴿46﴾

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿47﴾

اور ہر امت کے لئے ایک رسول آیا ہے، پھر جب ان کا وہ رسول آ جاتا ہے تو ان کا انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا۔ ﴿47﴾

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿48﴾

اور وہ (کفار) کہتے ہیں کہ یہ (عذاب کا) وعدہ کب (پورا) ہوگا اگر تم سچے ہو؟۔ ﴿48﴾

اطاعت کا صلہ اور نافرمانوں کو ان کی نافرمانی کی سزا دی جائے۔

آیت 47: اللہ عزّ وجل نے ہر امت کے لئے ایک رسول بھیجا:

اس آیت مبارکہ میں امت سے مراد کوئی ایک قوم نہیں بلکہ ایک رسول کی آمد کے بعد اس کی دعوت جن جن لوگوں تک پہنچی، وہ سب اس کی امت ہیں۔اس کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ رسول امت میں موجود ہو، بلکہ جب تک رسول کی تعلیم باقی ہو، اس پر عمل کرنے والے اس نبی کے امتی کہلائیں گے۔ اس لحاظ سے آپ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد دنیا کے تمام انسان آپ ﷺ کی امت ہیں۔جو بھی آپ ﷺ کو جھٹلائے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عدل و انصاف کے ساتھ اس کا فیصلہ کر دیں گے۔

آیت 48: کفار اللہ کے عذاب میں جلدی کرتے ہیں:

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ مشرکین اور کفار کی حالت ذکر فرما رہے ہیں کہ یہ پیغمبروں سے قیامت اور اس کی ہولناکیوں کا بیان سن کر بجائے ایمان لانے اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے کے ان کی باتوں کا مذاق اڑاتے اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ عذاب کب آئے گا؟

(مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر یٰس 36: آیت 48 اور سبا 34: آیت 29)

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿49﴾

(اے نبی ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی ذات کے لئے بھی کسی نفع یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتا، مگر جو اللہ کو منظور ہو، ہر امت کے لئے ایک مقررہ وقت ہے جب ان کا وہ مقررہ وقت آجاتا ہے تو وہ (موت سے) ایک گھڑی پیچھے ہوسکتے ہیں اور نہ ہی آگے۔ ﴿49﴾

آیت 49: نفع ونقصان انبیا علیہم السلام کے اختیار میں بھی نہیں:

مشرکین مکہ نے جب آپ ﷺ سے عذاب الٰہی مانگا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے فرمایا کہ آپ انہیں فرمادیں کہ میں تو اپنے نفس کے لئے بھی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ میں تو صرف وہی کہتا ہوں جس کا اللہ عزّ وجل مجھے حکم دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے مجھے قیامت کی جو خبر دی میں نے وہی خبر تم تک پہنچادی۔ تم ذرا غور تو کرو میں کسی کو نقصان یا نفع کیسے پہنچا سکتا ہوں، جبکہ سارا اختیار تو اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ اپنی مشیت کے مطابق ہی کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کا فیصلہ کرتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔(ترجمہ)''(اے نبی ﷺ،) آپ فرمادیجئے کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو اپنے پاس بہت ساری بھلائیاں جمع کرلیتا اور مجھے کبھی کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔''(الاعراف 7: آیت 188)۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی زبانی اس عقیدہ کا اظہار فرمایا کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے سوا کائنات کی کوئی بھی مخلوق چاہے وہ انبیا علیہم السلام ہوں یا اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم یا کوئی اور، وہ کسی بھی نفع ونقصان کے مالک نہیں۔ ساری کائنات کے دنیاوی اور اُخروی نفع اور نقصان کا مالک صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس کے سوا کسی اور کو مدد یا نفع ونقصان کے لئے پکارنا شرک ہے جو بہت ہی بڑا گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی موت کا ایک وقت مقرر کیا ہوا ہے، اس وقت تک وہ اسے مہلت دیتا ہے۔ جب وہ وقت آجاتا ہے تو پھر اس میں ایک گھڑی نہ تاخیر ہوسکتی ہے اور نہ ہی جلدی۔

(مزید معلومات کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر المنافقون 63: آیت 11)

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿50﴾

(اے نبی ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ یہ تو بتاؤ کہ اگر اللہ کا عذاب تم پر رات یا دن کو آجائے (تو کیا اس سے بچ سکو گے؟) عذاب میں کونسی ایسی خوبی ہے جس کے لئے مجرم جلدی مچا رہے ہیں؟ ﴿50﴾

اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿51﴾

کیا پھر جب وہ (عذاب) آ ہی جائے گا تب تم اس (اللہ) پر ایمان لاؤ گے؟ (اس وقت کہا جائے گا) کیا اب (ایمان لاتے ہو؟) حالانکہ تم اسکی جلدی مچایا کرتے تھے۔ ﴿51﴾

ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ

پھر ظالموں سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو۔

آیات 50 تا 52: اللہ کا عذاب کسی بھی وقت آسکتا ہے:

عذاب کب آئے گا، یہ پوچھنے والے مشرکین و کفار کو آپ ﷺ کے ذریعہ کہا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تو کسی بھی وقت آسکتا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ کسی بھی وقت اللہ تعالیٰ کا عذاب تم پر آجائے تو کیا تم اسے برداشت کرنے کی طاقت رکھتے ہو؟ جب وہ عذاب آجائے گا تو کیا تم اس وقت ایمان لاؤ گے؟ اس وقت کا ایمان لانا تو کسی کام نہیں آئے گا۔ فرمانِ الٰہی ہے:- (ترجمہ) ''کیا ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے فکر ہوگئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت آجائے اور وہ سوئے ہوئے ہوں۔ کیا ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے فکر ہوگئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن کے وقت آجائے اور وہ اپنے کھیل کود میں مشغول ہوں؟۔'' (الاعراف 7: آیات 97 تا 98)۔ اللہ تعالیٰ کا عذاب دیکھنے کے بعد ایمان لانے والے کا ایمان قابل قبول نہیں ہوگا کیونکہ اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہوگا۔ جب یہ عذاب آجائے گا تو ظالموں سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ رہنے والے عذاب کا مزہ چکھو، یہ تمہارے برے اعمال کا

هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿52﴾

تمہیں تو تمہارے ان اعمال (گناہوں) کا ہی بدلہ ملا ہے جو تم کرتے تھے۔ ﴿52﴾

وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿53﴾ ع

اور (اے نبی ﷺ) وہ (کفار) آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا وہ (قیامت) واقعی آئے گی؟ آپ فرما دیجئے کہ جی ہاں میرے رب کی قسم وہ واقعی آئے گی اور تم کسی طرح بھی اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ ﴿53﴾

وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَ

اور اگر ہر ظالم شخص کے پاس (پوری) زمین کا مال ہو تو وہ اسے (عذاب الٰہی سے بچنے کے لئے) ضرور فدیہ میں دے دیگا اور وہ

بدلہ ہے جو تم دنیا میں کرتے تھے۔ (مزید پڑھیے ترجمہ وتفسیر الانعام 6: آیت 158)

آیت 53: قیامت ضرور واقع ہوگی:

قیامت کے بارے میں آپ ﷺ سے مشرکین اور کفار اکثر سوال کیا کرتے تھے کہ انسانوں کے مرجانے اور ان کی ہڈیاں بوسیدہ ہوکر مٹی میں مل جانے کے بعد ان کا دوبارہ اٹھنا کیسے ممکن ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے پیغمبر ﷺ، ان سے کہہ دیجئے کہ تمہاری موت کے بعد تمہارا جسم مٹی میں مل جانا اور تمہارا نام ونشان تک مٹ جانا، تمہیں دوبارہ زندہ ہونے سے روک نہیں سکتا، جب تمہارا کوئی نمونہ بھی نہیں تھا اس وقت اللہ عزوجل نے تمہیں پیدا کیا۔ اب تمہاری موت کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کرنا اور قیامت کا وقوع اللہ تعالیٰ کے لئے کیسے مشکل ہوسکتا ہے؟ قرآن کریم میں اس آیت کے علاوہ 2 اور مقامات پر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر محمد ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ قسم کھا کر قیامت کے وقوع کا اعلان کریں۔ (پڑھیے ترجمہ وتفسیر سبا 34: آیت 3 اور تغابن 64: آیت 7)

آیت 54: قیامت کے دن بڑے سے بڑا فدیہ بھی قبول نہیں کیا جائیگا:

قیامت کے دن ہر ایک کے ساتھ مکمل انصاف کیا جائے گا۔ اس روز ظالم انسان کہے گا کاش میرے پاس پوری زمین کے برابر خزانے ہوں اور میں اسے بطور فدیہ پیش کرکے اللہ تعالیٰ کے

اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿54﴾

(مجرم) جب عذاب کو دیکھیں گے تو اپنی ندامت کو چھپائیں گے اور ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ ہوگا اور ان پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ ﴿54﴾

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿55﴾

یاد رکھو کہ جتنی چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں، سب اللہ ہی کی ملکیت ہیں۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، لیکن ان میں سے بہت سے لوگ جانتے نہیں۔ ﴿55﴾

هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿56﴾

وہی زندہ کرتا ہے، وہی مارتا ہے اور تم سب اسی کی طرف ہی لوٹائے جاؤ گے۔ ﴿56﴾

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاۗءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَاۗءٌ لِّمَا

اے لوگو، یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی نصیحت آ گئی ہے جو دلوں کی بیماریوں کے لئے شفا

عذاب سے بچ جاؤں، مگر ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ اس دن مشرکین اور کفار عذاب کو دیکھنے کے بعد بڑے شرمندہ ہونگے، لیکن اس دن ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائیگا اور ان پر ذرّہ برابر بھی ظلم نہ کیا جائیگا۔ (تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر آلِ عمران 3: آیت 91)

آیات 55 تا 56: حقیقی مالک وشہنشاہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے:

آسمانوں اور زمینوں کا حقیقی مالک اور شہنشاہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، لہٰذا اس کا ہر وعدہ برحق ہے جو ہر حال میں پورا ہو کر رہے گا، لیکن اکثر لوگ اس بات سے لاعلم ہیں۔ وہی اللہ ہے جو مخلوقات کو زندگی عطا کرتا ہے اور وہی ہے جو انہیں موت دیتا ہے اور اسی ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف تمام مخلوق کو لوٹ کر جانا ہے۔

آیات 57 تا 58: قرآنِ کریم نصیحت وشفا اور ہدایت ورحمت ہے:

اللہ تعالیٰ ان آیات مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ پر قرآن عظیم نازل فرمانے کے احسان کو ذکر فرما رہے ہیں اے لوگو، تم پر اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہے کہ اس نے اپنے آخری رسول محمد ﷺ پر

فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿57﴾

اور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ ﴿57﴾

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿58﴾

آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ لوگوں کو اللہ کے انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہئے یہ ان چیزوں سے بہت ہی بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔ ﴿58﴾

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا

آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ ذرا غور تو کرو کہ اللہ نے تمہارے لئے جو رزق اتارا ہے، پس تم نے اس میں سے کسی کو حرام

تمہارے لئے قرآنِ مجید جیسی بہترین کتاب نازل فرمائی جو نصیحتوں سے بھرپور ہے، لوگوں کو بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی اور ان کے دلوں سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں شکوک وشبہات کو دور کرتی ہے۔ جسمانی و روحانی طور پر شفا بھی ہے اور صراطِ مستقیم کی طرف راہ نمائی بھی کرتی ہے اور جو لوگ اس پر ایمان لے آئیں، ان کے لئے دنیا و آخرت میں رحمت کا باعث ہے۔ یہ قرآن چونکہ اللہ کا خاص فضل اور اس کی رحمت ہے، اس لئے مومنوں کو اس پر خوش ہونا چاہئے اور ان کے دلوں میں فرحت اور اطمینان کی کیفیت ہونی چاہئے۔

آیات 59 تا 60: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حلال یا حرام کرنے کا اختیار نہیں:

مشرکین اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی کھیتیوں اور چوپایوں میں سے کچھ حصہ کا مخصوص نام رکھ کر اپنے آپ پر حرام اور کچھ حصہ اپنی عورتوں پر حرام اور مَردوں کیلئے حلال قرار دیا کرتے تھے۔ یعنی وہ اپنے طور پر حرام اور حلال کا حکم لگاتے تھے، اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی حرام اور حلال کردہ حدود سے بڑھ جاتے تھے۔ (تفصیل کیلئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر المائدہ 5: آیت 103)

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''تمہاری اونٹنیاں بچے دیتی ہیں؟'' میں نے کہا: ''جی ہاں'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ بالکل صحیح وسالم پیدا ہوتے ہیں، پھر تم اپنے ہاتھ میں چھری لے کر کسی کا کان کاٹ کے اس کا نام ''بحیرہ'' کسی کی کھال کاٹ

وَّ حَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿59﴾

اور کسی کو حلال قرار دے دیا ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ پوچھئے کہ کیا تم کو (واقعی) اللہ نے یہ حکم دیا تھا یا تم اللہ پر بہتان باندھ رہے ہو؟ ﴿59﴾

وَ مَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿60﴾

اور جو لوگ اللہ پر بہتان باندھتے ہیں ان کا کیا گمان ہے کہ قیامت کے دن ان کے ساتھ کیا برتاؤ ہوگا؟ بے شک لوگوں پر اللہ کا بہت ہی بڑا فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ ﴿60﴾

وَ مَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّ مَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّ لَا تَعْمَلُوْنَ

اور (اے نبی ﷺ) آپ کسی حال میں بھی ہوں، کہیں سے بھی قرآن پڑھتے ہوں اور (اے لوگو) تم جو بھی کام کرتے

کر اس کا نام ''حام'' رکھ دیتے ہو، پھر اسے اپنے اوپر اور اپنے گھر والوں پر حرام سمجھ لیتے ہو۔'' میں نے کہا: ''جی ہاں یہ ٹھیک ہے۔'' (دورِ جاہلیت میں مشرکین یونہی کرتے تھے) آپ ﷺ نے فرمایا: ''یاد رکھو، اللہ نے تم پر جو حلال کیا ہے، وہ حلال ہے اور اللہ تعالیٰ کا بازو تمہارے بازو سے قوی اور اس کی چھری تمہاری چھری سے بہت زیادہ تیز ہے۔'' (اگر اس نے حرام کرنا ہوتا تو تمہارے بازو اور چھری کے بغیر ہی حرام کر دیتا)۔ (ابوداؤد، نسائی)

مشرکین کا یہ عمل اللہ تعالیٰ پر بہتان تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف خود ساختہ حلال وحرام کو منسوب کرنے والوں کا کیا خیال ہے کہ ان کے ساتھ قیامت کے دن کیا سلوک ہوگا۔

آیت 61: ہر چھوٹی اور بڑی چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے:

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو تسلی بھی دی اور یہ خبر بھی کہ آپ ﷺ مشرکین کی طرف سے اللہ عزّ وجل کی آیات جھٹلانے پر پریشان نہ ہوں، اللہ تعالیٰ ہر ایک کے اچھے اور برے اعمال سے خوب واقف ہے۔ سب چیزیں اس کی کتاب میں لکھی

مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَ مَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ وَ لَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿61﴾

ہو، اس وقت ہم تمہیں دیکھ رہے ہوتے ہیں جب تم اس کام میں مشغول ہوتے ہو اور آپ کے رب سے ذرہ برابر بھی کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ، نہ زمین میں اور نہ ہی آسمان میں اور نہ کوئی چیز اس (ذرہ) سے چھوٹی اور نہ کوئی چیز بڑی، مگر وہ واضح کتاب (لوحِ محفوظ) میں (درج) ہے۔ ﴿61﴾

اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿62﴾

یادرکھو کہ اللہ کے ولیوں (دوستوں) پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہونگے۔ ﴿62﴾

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿63﴾

وہ لوگ جو ایمان لائے اور (اللہ کے عذاب سے) ڈرتے رہے۔ ﴿63﴾

ہوئی ہیں، غیب کی کنجیاں بھی اسی کے پاس ہیں، خشکی و تری کی ہر چیز کا علم اور ہر پتّہ کے جھڑنے کی بھی اسے خبر ہے۔ درختوں کا ہلنا، جمادات کا ادھر ادھر ہونا، جانداروں کا حرکت کرنا اور کوئی بھی چیز روئے زمین اور تمام آسمانوں کی ایسی نہیں جس کا علم اللہ تعالیٰ کو نہ ہو۔ ایسی ذات جسے ہر چیز کا علم ہو تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے بندوں کے اعمال سے بے خبر ہو۔

آیات 62 تا 63: اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی پہچان:

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے ولی وہ ہیں، جن کے دلوں میں ایمان و یقین ہو اور ان کا ظاہر و باطن ایک ہو، جتنا تقویٰ زیادہ ہوگا اتنی ہی ولایت زیادہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے ولیوں پر قیامت کے دن نہ تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ مشرکین، کفار اور نافرمان لوگوں کی طرح اپنی دنیاوی زندگی پر غمگین ہوں گے۔ اللہ عزّ وجل کے ولی وہ لوگ ہیں:۔

❶ جو اللہ تعالیٰ پر سچے دل کے ساتھ ایمان لاتے ہیں اور اس کے ساتھ کبھی شرک نہیں کرتے۔

❷ جو ہر ممکن حد تک گناہوں سے بچتے رہتے اور توبہ و استغفار کرتے رہتے ہیں۔

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿64﴾

ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی۔ اللہ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ ﴿64﴾

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿65﴾

اور (اے نبی ﷺ) آپ کو ان (کفار) کی باتیں غمگین نہ کریں۔ بے شک ساری عزت تو اللہ ہی کے لئے ہے، وہی خوب سننے اور جاننے والا ہے۔ ﴿65﴾

آیت 64: اللہ کے ولیوں کے لئے دنیا و آخرت میں کامیابی کی بشارت:

اللہ عزّوجل اپنے ولیوں کو سچے خوابوں کے ذریعہ یا دوسرے ذرائع سے کامیابی کی بشارت دیتے ہیں اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں جنت اور دیگر انعامات کی خوشخبری دی جائے گی اور ان پر سلامتی نازل کی جائے گی اور ان سے اللہ تعالیٰ نے جن نعمتوں کے وعدے کئے ہوئے ہیں انکی تکمیل ہوگی اور یہی حقیقی اور سب سے بڑی کامیابی ہے۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ہر مومن اور متقی اللہ تعالیٰ کا ولی بن سکتا ہے۔ اس کے لئے کسی خاص حسب و نسب یا عمل و وظیفہ کی ضرورت نہیں ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر البقرہ 2: آیت 257، اٰل عمران 3: آیت 68 اور الجاثیہ 45: آیت 19)

آیت 65: مسلمانوں کو اللہ ربّ العزّت پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے:

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی کریم ﷺ کے ذریعہ تمام مسلمانوں کو دلاسہ دے رہے ہیں کہ مخالفین اسلام کی باتوں سے غمگین نہ ہوں۔ وہ تو شروع ہی سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے آئے ہیں۔ ان کی باتوں یا سازشوں کا اللہ کے فضل وکرم سے کوئی نقصان نہیں ہوگا، اس لئے کہ حقیقی عزت تو اللہ تعالیٰ ، اس کے رسولوں اور اہلِ ایمان کی ہے۔ اللہ تعالیٰ مخالفین اسلام کی تمام سازشوں سے مکمل باخبر ہے وہ خود ہی ان کی سازشوں کو ناکام بنا دے گا۔ (مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر المنافقون 63: آیت 8)

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ ؕ وَمَا یَتَّبِعُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ ﴿66﴾

یاد رکھو جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، یہ سب اللہ ہی کا ہے اور جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسرے شرکا کی عبادت کرتے ہیں وہ تو صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں اور محض بے بنیاد باتیں کرتے ہیں۔ ﴿66﴾

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ﴿67﴾

وہی (اللہ) ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرسکو اور دن کو روشن بنایا، بے شک اس میں بہت بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو (حق بات کو) سنتے ہیں۔ ﴿67﴾

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ

وہ (کفار) کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا

آیات 66 تا 67: اللہ تعالیٰ ہی قادرِ مطلق ہے:

آسمانوں اور زمینوں پر اللہ عزّوجل ہی کی بادشاہت ہے، اس کے سوا ساری مخلوق اس کے حکم کے آگے بے بس ہے۔ یہ مشرکین اللہ تعالیٰ کے سوا جن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں وہ تو محض بے بنیاد خیالات ہیں۔ درحقیقت اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا کسی دلیل کی بنیاد پر نہیں، بلکہ محض گمان، اندازے اور رائے کی بنیاد پر ہے۔ آج اگر انسان اپنے عقل وفہم کو صحیح استعمال کرے تو اس پر یہ بات اچھی طرح واضح ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ لہٰذا جس طرح وہ اللہ آسمان اور زمین اور پوری کائنات کی تخلیق میں اکیلا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں تو پھر عبادت میں دوسرے کیوں کر اس کے شریک ہوسکتے ہیں؟

آیت 68: اللہ تعالیٰ بیوی بچوں سے پاک ہے:

مشرکین کی برائیوں میں سے یہ برائی بہت بڑی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بیوی، بیٹیاں اور بیٹے

هُوَ الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿68﴾

ہے۔ وہ تو (اولاد سے) پاک ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں، اسی کی ملکیت ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ تمہارے پاس اس بات کی کوئی دلیل نہیں۔ کیا تم اللہ کے متعلق ایسی بات کہتے ہو جو تم جانتے ہی نہیں؟ ﴿68﴾

قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿69﴾

آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ جو لوگ اللہ پر بہتان باندھتے ہیں وہ کبھی بھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ ﴿69﴾

ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جیسا کہ یہودیوں نے عزیر علیہ السلام کو اور عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا اور مریم علیہا السلام کو اللہ کی بیوی قرار دیا۔ اسی طرح مشرکینِ مکہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ بیٹے، بیٹیاں اور بیوی کا ہونا یہ کسی ذات کی محتاجگی کی دلیل ہوتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ بری ہے، اللہ عزّ وجل تمام عیوب سے پاک اور بے نیاز ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں۔ زمین وآسمان کی ہر چیز اسی کی پیدا کردہ اور اسی کی ملکیت ہے۔ وہ اپنی مخلوق سے جو چاہے کام لے سکتا ہے پھر اسے اولاد کی کیا ضرورت ہے؟ چنانچہ مشرکین اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی بات منسوب کرتے ہیں، جس کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسی شرکیہ باتیں کہنا بہت ہی بڑا گناہ ہے۔

(مزید معلومات کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر التوبہ 9: آیت 30، مریم 19: آیت 88 تا 93 اور الاخلاص 113)

آیات 69 تا 70: اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے والوں کی سزا:

اللہ تعالیٰ پر تہمت لگانا اور جھوٹی باتوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔ (ترجمہ) ''اس سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوگا، جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا یا اس کی آیات کو جھٹلایا۔ یقیناً ظالم (عذاب سے) چھٹکارا نہیں پائیں گے۔'' (الانعام 6: آیت 21) اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے والے کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ انہیں دنیا میں کچھ وقت کے لئے مہلت دی

مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿70﴾

(اس) دنیا میں عارضی طور پر مزے کر لیں، پھر انہیں ہمارے پاس ہی آنا ہے، ہم انہیں ان کے کفر کے بدلہ سخت ترین عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ ﴿70﴾

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ ۘ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِي وَتَذْكِيرِي بِآيَاتِ اللَّهِ فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُونِ ﴿71﴾

اور (اے نبی ﷺ) آپ انہیں نوح (علیہ السلام) کا قصہ سنا دیجئے کہ جب انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم، اگر تمہیں میرا (تمہارے ساتھ) رہنا اور احکام الٰہی کی نصیحت کرنا بھاری معلوم ہوتا ہے تو (یاد رکھو کہ) میرا اللہ ہی پر بھروسہ ہے، پس تم اور تمہارے شرکا مل کر (میرے خلاف) فیصلہ کرلو، پھر تمہارا فیصلہ تم میں (کسی سے) پوشیدہ نہ رہے پھر میرے ساتھ وہ کرگزرو اور مجھے مہلت بھی نہ دو۔ ﴿71﴾

جاتی ہے آخرکار انہیں لوٹ کو اللہ عزّ وجل ہی کے پاس جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اس گناہ کی وجہ سے سخت ترین عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْھُمْ

آیات 71 تا 73: نوح علیہ السلام کا واقعہ ہمارے لئے بھی عبرت ہے:

جب مشرکینِ مکہ حد سے بڑھنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں خبردار کرنے کیلئے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ انہیں ہمارے پیغمبر نوح علیہ السلام کا واقعہ سنائیں، جس طرح کفار مکہ کو آپ ﷺ کا وجود بہت ناگوار گزرتا ہے، اسی طرح نوح علیہ السلام کی قوم کو بھی انکا وجود ناگوار گزرتا تھا۔ اسی لئے انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اے میری قوم، اگر تمہیں میرا یہاں رہنا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے ذریعہ نصیحت کرنا بہت بھاری گزرتا ہے تو مجھے تمہاری کوئی پرواہ نہیں، میں تو صرف اللہ عزّ وجل پر بھروسہ کرتا ہوں، تم میرے خلاف جو کرسکتے ہو کرلو اور اس کے لئے تم اپنے شرکا کو بھی اپنے

فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿72﴾

پھر بھی تم اگر (حق سے) منہ موڑ لو تو میں نے تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگا میرا معاوضہ تو صرف اللہ ہی کے ذمہ ہے اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں (اللہ کا) فرمانبردار بن کر رہوں۔ ﴿72﴾

فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَ جَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿73﴾

پھر انہوں (کفار) نے اس (نوح علیہ السلام) کو جھٹلایا تو ہم نے اسے (نوح علیہ السلام) اور ان لوگوں کو نجات دی جو ان کے ساتھ کشتی میں سوار تھے اور انہیں (زمین کا) وارث بنادیا اور ہم نے ان لوگوں کو غرق کردیا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا۔ پس آپ دیکھ لیجئے ان لوگوں کا کیسا (برا) انجام ہوا جنہیں ڈرایا گیا تھا۔ ﴿73﴾

ساتھ ملالو، میرے خلاف فیصلہ کرنے میں کوئی کمی نہ رہنے دینا اور نہ ہی تم مجھے مہلت دینا۔ میں حق پر ہوں اور حق والوں کا ساتھی اللہ تعالیٰ ہوتا ہے، مجھے اس کی قدرت کا اندازہ ہے۔ نوح علیہ السلام کی قوم نے جب ان کی نصیحت کو ٹھکرایا اور ان کو تکالیف پہنچانا شروع کردیں تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی دعا قبول کرتے ہوئے بہت بڑا طوفان بھیجا جو اتنا شدید تھا کہ آسمان سے موسلا دھار بارش نازل ہوئی اور زمین سے بھی پانی کے فوارے نکلے اور اس قدر پانی بھر گیا کہ بڑے بڑے پہاڑ بھی اس میں ڈوب گئے۔ اس طوفان سے کوئی بھی نہ بچ سکا سوائے ان لوگوں کے جو نوح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے۔ اللہ عزّ وجل نے انہیں کشتی پر سوار کرا کے وہاں سے نکال لیا اور نافرمانوں کو پانی میں غرق کردیا۔ ہر نافرمان اور سرکش کے لئے یہ واقعہ عبرت ہے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کی تعلیمات سے روگردانی کرے گا اس کا یہی انجام ہوگا۔

فرمانِ الٰہی ہے:۔ (ترجمہ) ''(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (ان کفار سے) فرمادیجئے کہ زمین میں چل پھر کر تو دیکھو کہ تم سے پہلے لوگوں کا کیا انجام ہوا جو اکثر مشرک تھے۔'' (الروم 30: آیت 42)

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿74﴾

پھر ہم نے نوح (علیہ السلام) کے بعد بہت سے رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا جو انکے پاس واضح دلائل لے کر آئے مگر وہ ایسے نہ تھے کہ جس دعوت کو جھٹلا چکے تھے اس پر ایمان لے آتے، ہم (اللہ) حد سے بڑھنے والوں کے دلوں پر اسی طرح مہر لگا دیتے ہیں۔ ﴿74﴾

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ

پھر ان (پیغمبروں) کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) کو فرعون اور اس (کی قوم) کے

آیت 74: سلسلۂ رسالت کا بیان:

آدم علیہ السلام کے بعد کافی عرصہ تک لوگ صحیح دین پر قائم رہے، پھر آہستہ آہستہ ان میں بت پرستی شروع ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا اور یوں کائنات کے لوگوں کی راہ نمائی اور رہبری کیلئے رسالت و نبوت کا سلسلہ شروع ہوا، نوح علیہ السلام کے بعد نبوت و رسالت کا سلسلہ جاری رہا، کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر انسانیت کی راہ نمائی کے لئے تشریف لائے۔ ہر نبی اپنی قوم کی طرف اللہ تعالیٰ کا پیغام اور سچائی کے دلائل لے کر آتا رہا، لیکن ان کے ساتھ بھی لوگوں کی وہی پرانی روش رہی، یعنی ان کی سچائی کو تسلیم نہ کیا گیا، نافرمانی اور بغض میں حد سے بڑھ گئے اور وہ معجزے اور عذاب دیکھ لینے کے بعد بھی ایمان نہ لائے، جس کی وجہ سے انکے دلوں پر مہر لگ گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی سلسلہ کی آخری کڑی ہیں، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانے والوں کا انجام بھی عبرتناک ہوگا۔

آیات 75 تا 78: فرعون کی بدبختی:

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون علیہما السلام کو فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں کے پاس اپنی واضح نشانیاں دے کر بھیجا، لیکن انہوں نے حق کو تسلیم کرنے کی بجائے اسے جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھیجی گئی واضح نشانیوں کو جادو کا کرشمہ قرار دیا اور موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لانے کی بجائے ان پر الزام تراشیاں کرنے لگے اور کہنے لگے کہ تم تو ہمیں اپنے باپ دادا

بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿75﴾

سرداروں کے پاس اپنی نشانیاں دے کر بھیجا، تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ لوگ تھے ہی مجرم۔ ﴿75﴾

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿76﴾

پھر جب ان (فرعون اور اسکی قوم) کے پاس ہماری طرف سے حق بات پہنچی تو وہ لوگ کہنے لگے کہ بے شک یہ تو کھلا جادو ہے۔ ﴿76﴾

قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿77﴾

موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ کیا تم (اب) حق کے متعلق یہ کہتے ہو جبکہ وہ تمہارے پاس آ گیا، کیا یہ جادو ہے؟ حالانکہ جادوگر تو کامیاب نہیں ہوا کرتے۔ ﴿77﴾

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِى الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿78﴾

انہوں (قوم فرعون) نے کہا (اے موسیٰ) کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہمیں اس دین سے ہٹا دو جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور تم دونوں کو دنیا میں اقتدار مل جائے اور ہم تو تم دونوں پر کبھی بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ ﴿78﴾

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِىْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿79﴾

اور فرعون نے (اپنی قوم کے سرداروں سے) کہا کہ تم میرے پاس تمام ماہر جادوگروں کو حاضر کرو۔ ﴿79﴾

کے دین سے ہٹا رہے ہو اور اس سے تمہارا ارادہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم اس ملک کے مالک بن جاؤ، لہٰذا ہم تمہاری نصیحت قبول نہیں کرتے۔

(فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان مکالمہ کی تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر طٰہٰ 20: آیات 47 تا 59)

آیات 79 تا 82: موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں پر غلبہ:

فرعون نے جہاں موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو ماننے سے انکار کیا، وہاں اللہ تعالیٰ کی جانب سے موسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے معجزات کو بھی جادو قرار دیا اور پھر اسی پر بس نہیں کیا بلکہ مختلف شہروں سے بڑے

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿80﴾

پھر جب تمام جادوگر آ گئے تو موسیٰ (علیہ السلام) نے ان سے فرمایا کہ تمہیں جو ڈالنا ہے ڈالو۔ ﴿80﴾

فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿81﴾

جب انہوں (جادوگروں) نے (اپنی رسیوں اور لاٹھیوں کو) ڈالا تو موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ تم جو جادو پیش کر رہے ہو، یقیناً اللہ اسے جلد ہی بے اثر بنا دیگا۔ بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو کامیاب ہونے نہیں دیتا۔ ﴿81﴾

وَ يُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿82﴾

اور اللہ اپنے حکم سے حق کو ثابت کر دکھاتا ہے اگرچہ مجرم اسے ناپسند ہی کرتے ہوں۔ ﴿82﴾

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَ

پس موسیٰ (علیہ السلام) پر ان کی قوم میں سے سوائے چند نوجوانوں کے کوئی ایمان نہ لایا (اس لئے کہ) انہیں فرعون اور اس کے

بڑے جادوگروں کو بلایا اور موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کی دعوت دی کہ موسیٰ علیہ السلام اور اس کا بھائی (نعوذ باللہ) جادوگر ہیں، لہٰذا ان کو شکست دو تاکہ یہ اپنے عزائم میں کامیاب نہ ہوسکیں۔ چنانچہ اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ہر جگہ سے جادوگر جمع ہوگئے اور انہوں نے اپنے جادو کے کرشمے دکھائے، جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر ڈالا تو ان کے سارے جادو کے کرشمے غائب ہوگئے۔ جادوگر فوراً سمجھ گئے کہ یہ کوئی جادو نہیں، بلکہ حقیقی علم ہے۔ لہٰذا وہ تمام جادوگر اللہ عزّ وجل کے سامنے سجدہ میں گر گئے۔ فرعون یہ منظر دیکھ کر پریشان ہوگیا۔ اس میدان میں اللہ تعالیٰ نے حق کو واضح کر دیا اور باطل کو شکست دی۔

(مزید تفصیل کیلئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر بنی اسرائیل 17: آیت 81)

آیت 83: چند نوجوانوں کا ایمان لانا:

موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کے مقابلہ کے بعد جب حق واضح ہوگیا تو قومِ فرعون کے اکثر لوگوں کے

مَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِی الْاَرْضِ ۚ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿83﴾

سرداروں سے ڈر تھا کہ کہیں وہ انہیں تکلیف میں نہ ڈال دیں اور بے شک فرعون سرزمین (مصر) میں بڑا متکبر بنا ہوا تھا اور وہ حد سے گزر جانے والوں میں سے تھا۔ ﴿83﴾

وَ قَالَ مُوْسٰی یٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَیْهِ تَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ ﴿84﴾

اور موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اے میری قوم اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اسی پر بھروسہ کرو، اگر تم (سچے) مسلمان ہو۔ ﴿84﴾

فَقَالُوْا عَلَی اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿85﴾

پس انہوں (سچے مومنوں) نے کہا کہ ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا ہے، اے ہمارے پروردگار، ہمیں ان ظالموں کے ذریعہ آزمائش (فتنہ) میں نہ ڈالنا۔ ﴿85﴾

دلوں میں حق کی قبولیت کی جستجو ہوئی مگر فرعون کے رعب و دبدبہ اور اس کی سزا کے خوف سے سوائے چند لوگوں کے کسی نے بھی ایمان قبول نہیں کیا اور جنہوں نے ایمان قبول کیا تھا تو وہ بھی فرعون سے ڈر رہے تھے کہ کہیں وہ انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچائے۔ ان ایمان لانے والوں میں فرعون کی بیوی آسیہ علیہا السلام اور فرعون کا ایک وزیر بھی شامل تھا۔

(مزید تفصیل کیلئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر التحریم 66 : آیت 11 اور المومن 40 : آیات 28 تا 35)

آیات 84 تا 86: بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنے کا حکم:

موسیٰ علیہ السلام کی آمد سے قبل بنی اسرائیل، فرعون کی طرف سے جس ذلت اور رسوائی کا شکار تھے، موسیٰ علیہ السلام کے آنے کے بعد بھی اس میں کمی نہیں آئی تھی، اس لئے وہ بہت پریشان تھے، بلکہ موسیٰ علیہ السلام سے انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ اے موسیٰ، جس طرح آپ کے آنے سے پہلے ہم فرعون اور اس کی قوم کی طرف سے تکالیف میں مبتلا تھے، آپ کے آنے کے بعد بھی ہمارا وہی حال ہے۔ بنی اسرائیل کے اس مایوس کن لہجہ کو دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام نے انہیں کہا کہ امید ہے کہ میرا رب جلد ہی تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا، لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ تم صرف

وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿86﴾

اور آپ ہمیں اپنی رحمت سے کافر قوم سے نجات عطا فرما۔ ﴿86﴾

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿87﴾

اور ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی (ہارون علیہما السلام) کے پاس وحی بھیجی کہ تم اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر مہیا کرو اور اپنے انہی گھروں کو مسجدیں بنالو اور نماز قائم کرو اور مومنوں کو خوشخبری سنا دو۔ ﴿87﴾

اللہ ربّ العزّت پر بھروسہ کرو اور اسی سے مدد طلب کرو اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو۔ (تفصیل کیلئے پڑھیے الاعراف 7: آیات 128 تا 129)۔ چنانچہ اس آیت مبارکہ میں بھی موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم کو تلقین کرنے کا ذکر ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے ہو تو اسی پر بھروسہ رکھو کیونکہ حقیقی ایمان والے اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں بنی اسرائیل نے کہا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرلیا۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے بارگاہ الٰہی میں خوب دعائیں بھی کیں۔ جس میں سے ایک دعا یہ بھی مانگی کہ اے ہمارے رب، ہمیں ان ظالموں کے ذریعہ آزمائش میں نہ ڈالنا اور ہمیں اپنی رحمت سے کافر قوم سے نجات دے۔ اہل ایمان کے لئے دعا ایک بہت بڑا ہتھیار بھی ہے اور سہارا بھی، پھر ان کی دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملنے کی خوشخبری سنائی۔

آیت 87: بنی اسرائیل کو قوم فرعون سے نجات کی خوشخبری:

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنے ماننے والوں کے لئے مصر میں ایک الگ بستی بسائیں، کیونکہ فرعون کی دشمنی ان سے بہت سخت ہوگئی تھی۔ ان کے ساتھ زندگی گزارنا بہت مشکل ہو گیا تھا۔ ویسے بھی شرک وکفر اور توحید کا ایک جگہ پر جمع ہونا ناممکن ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ابتدا میں انہیں چھپ کر نماز پڑھنے کا حکم دیا کہ وہ اپنے گھروں میں ہی نماز پڑھتے رہیں تاکہ دشمن انہیں تکلیف نہ پہنچا سکے۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو مستقبل میں فتح وغلبہ کی خوشخبری بھی سنا دی۔

وَ قَالَ مُوْسٰى رَبَّنَاۤ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿88﴾

اور موسیٰ (علیہ السلام) نے دعا کی کہ اے ہمارے رب، آپ نے فرعون اور اس (کی قوم) کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں شان و شوکت اور مال و دولت دے رکھی ہے، اے ہمارے رب، (کیا آپ نے انہیں یہ ساری نعمتیں اس لئے دی ہیں) تاکہ وہ لوگوں کو آپ کی راہ سے بھٹکا دیں۔ اے ہمارے رب، انکے مالوں کو نیست و نابود کر دے اور ان کے دلوں کو سخت بنا دے۔ تاکہ یہ (اس وقت تک) ایمان نہیں لائیں جب تک کہ دردناک عذاب (اپنی آنکھوں سے) نہ دیکھ لیں۔ ﴿88﴾

آیات 88 تا 89: فرعون کا تکبر اور موسیٰ علیہ السلام کی بد دعا:

جب تک کسی قوم میں ایمان لانے کی امید کی آخری کرن موجود ہوتی ہے اس وقت تک کوئی بھی پیغمبر اپنی قوم کے لئے بد دعا نہیں کرتا، جیسا کہ نوح علیہ السلام نے ساڑھے نوسو سال تک وعظ و نصیحت کی لیکن جب امید ختم ہوگئی تو اللہ تعالیٰ سے ان کی ہلاکت کی دعا کرنے لگے۔ (پڑھیے ترجمہ وتفسیر نوح 71: آیات 21 تا 27)۔ اسی طرح جب فرعون اور اس کے قبیلہ کے لوگوں کا تکبر اور تعصب حد سے بڑھتا چلا گیا، ظلم وستم اور بے رحمی انتہا کو پہنچ گئی اور ہزار کوششوں کے بعد بھی وہ ایمان نہ لائے، بلکہ اپنے کفر میں مزید بڑھتے چلے گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کیلئے بد دعا کی اور کہا کہ اے ہمارے رب، (کیا) آپ نے فرعون اور اس کے سرداروں کو اس لئے مال و دولت دیا کہ وہ لوگوں کو ایمان لانے سے روکیں، اے اللہ، آپ جانتے ہیں کہ وہ آپ کے حکم کے مطابق مال خرچ نہیں کرتے بلکہ ناحق جگہوں پر خرچ کرتے ہیں، اے اللہ، آپ ان کی دولت کو تباہ و برباد کر دیں، ان کے دلوں کو سخت کر دیں اور ان پر مہر لگا دیں یہاں تک کہ انہیں عذاب دیکھنے کے باوجود ایمان لانا نصیب نہ ہو۔ اس بد دعا میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کے بھائی ہارون علیہ السلام بھی شریک تھے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا کہ یقیناً میں نے تم دونوں کی بد دعا قبول کر لی، تم دونوں حق پر قائم رہو اور نادان لوگوں کے راستہ پر مت چلو یعنی جو لوگ اللہ کی سنت،

قَالَ قَدْ أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيمَا وَلَا تَتَّبِعَانِّ سَبِيلَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿89﴾

اللہ نے فرمایا کہ یقیناً تم دونوں کی دعا قبول کرلی گئی ہے، لہٰذا تم ثابت قدم رہو اور ان لوگوں کی راہ کی پیروی نہ کرو جو علم نہیں رکھتے۔ ﴿89﴾

وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْيًا وَعَدْوًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ آمَنتُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿90﴾

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا پار کرا دیا پھر فرعون اور اس کے لشکر نے ظلم اور زیادتی کے ارادہ سے ان (بنی اسرائیل) کا پیچھا کیا یہاں تک کہ جب وہ (فرعون) ڈوبنے لگا تو کہا کہ میں اس ذات پر ایمان لاتا ہوں جسکے سوا کوئی معبود نہیں، جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ ﴿90﴾

قانون اور اس کی مصلحتوں اور حکمتوں کو نہیں جانتے، ان کی طرح مت ہونا، بلکہ اب انتظار اور صبر کرو، اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے مطابق جلد یا دیر سے اپنا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا۔

آیت 90: فرعون اور اس کی قوم کا دریا میں غرق ہونا:

موسیٰ علیہ السلام جب اپنی قوم کو لے کر مصر سے چلے اور دریا پر پہنچے تو دیکھا کہ فرعون اور اس کا لشکر تعاقب کرتے ہوئے ان کے پیچھے چلا آرہا ہے اور قریب تھا کہ وہ انہیں پکڑ لیتا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ دریا میں اپنی لاٹھی ماریں اس سے دریا میں 12 راستے بن گئے اور دریا کا پانی رک گیا، زمین خشک ہوگئی اور موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر دریا پار کر گئے۔ جب موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم دریا پار کر چکی تو اتنی دیر میں فرعون اپنی فوج کو لے کر دریا کے درمیان میں پہنچ چکا تھا۔ اللہ عزّوجل نے دریا کو پہلے کی طرح چلنے کا حکم دے دیا۔ جیسے ہی دریا اپنی پہلی حالت میں آیا، فرعون اور اس کا تمام لشکر اس میں غرق ہوگیا۔ فرعون نے جب موت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تو کہنے لگا کہ میں اس ذات پر ایمان لاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اب میں مسلمان بنتا ہوں۔ مگر اس وقت ایمان لانے کا اسے کوئی فائدہ نہ ہوا۔

آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿91﴾

(اللہ نے جواب دیا) کیا اب (تو ایمان لاتا ہے؟) اور اس سے پہلے تو تو نافرمان اور فساد برپا کرنے والوں میں سے تھا۔ ﴿91﴾

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ

لہٰذا آج ہم تیری لاش کو (دریا سے) باہر

آیت 91: عذاب کو دیکھ کر فرعون کا ایمان لانا اسکے کام نہ آیا:

فرعون نے جب اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اپنی موت کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا اور جان گیا کہ اب اس کی ہلاکت یقینی ہے، تو فوراً ایمان لانے کا دعویٰ کرنے لگا، لیکن اس وقت اس کے مسلمان ہونے نے اسے کوئی فائدہ نہ پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا اب تو ایمان لا رہا ہے؟ حالانکہ جب ایمان لانے کا وقت تھا، اس وقت تو تو بغاوت اور نافرمانی کرتا رہا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:- ''جبرئیل علیہ السلام نے مجھے یہ واقعہ (فرعون کے غرق ہونے کا) بیان کرتے ہوئے کہا کہ جب فرعون غرق ہو رہا تھا تو وہ ایمان کا اقرار کرنے لگا، کاش، آپ وہاں ہوتے تو وہ منظر دیکھتے کہ میں اس وقت اس کے منہ میں اس لئے کیچڑ ٹھونس رہا تھا کہ کہیں اس کی بات پوری ہونے پر وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق نہ بن جائے۔ (ترمذی۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

نزع کی حالت میں توبہ:

توبہ اس وقت تک قبول ہوتی ہے، جب تک بندہ کو موت کے آثار نظر نہ آجائیں، لیکن جب بندہ موت کے آثار کو دیکھ لے اور پھر توبہ کرنے لگے تو اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ (پڑھیے ترجمہ وتفسیر النسآء 4: آیت 17)۔ اسی طرح جب قیامت کی بڑی بڑی نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی تو انہیں دیکھ کر کسی کافر کا ایمان قبول کرنا اس کے لئے مفید ثابت نہیں ہوگا۔ (مزید تفصیل کیلئے پڑھیے الانعام 6: آیت 158)۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:- ''جب تک بندہ کو غرغرہ (موت کا یقین) نہیں ہوتا، اس وقت تک اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتے ہیں۔'' (ترمذی، ابن ماجہ۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)

آیت 92: فرعون کی لاش کو تمام دنیا والوں کے لئے عبرت بنا دیا گیا:

فرعون کی ہلاکت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ ہم تیری لاش کو محفوظ رکھیں گے تاکہ تیرے بعد آنے والے سرکش لوگوں کے لئے یہ عبرت کا نشان بن جائے۔ جب فرعون غرق ہو

لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿92﴾

نکال لیں گے تاکہ تو اپنے بعد آنے والوں کے لئے نشان عبرت بن جائے اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔ ﴿92﴾

وَ لَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿93﴾

اور یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو (رہنے کے لئے) بہت اچھا ٹھکانہ دیا اور (کھانے کے لئے) پاکیزہ چیزیں دیں۔ پھر (احکام الٰہی کا) علم آنے کے بعد وہ آپس میں اختلاف کر بیٹھے۔ بے شک آپ کا رب ان کے درمیان قیامت کے دن ان امور کا فیصلہ کردے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔ ﴿93﴾

گیا تو اکثر لوگوں کو اس کی موت کا یقین نہیں آرہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا کہ فرعون کی لاش باہر پھینک دو۔ چنانچہ دریا نے اس کی لاش باہر خشکی پر پھینک دی، جس کا مشاہدہ لوگوں نے اپنی آنکھوں سے کیا تو انہیں اس کی موت کا یقین ہوگیا۔ یہ مشہور ہے کہ آج بھی یہ لاش مصر کے عجائب خانہ میں (ممی کی صورت میں) محفوظ ہے۔ واللہ اعلم۔

آیت 93: بنی اسرائیل کا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنا:

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر بہت سارے احسانات کئے، جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ انہیں فرعون کے بعد اسی زمین میں حکومت عطا کی، جہاں سے فرعون نے انہیں نکالا تھا اور انہیں بہترین رزق مہیا کیا، لیکن جب انہیں اللہ تعالیٰ نے علم کی دولت سے نوازا، تو وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے اور مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔ فرقہ پرستی اللہ تعالیٰ کو نہایت ہی ناپسند ہے، دنیا میں لوگ جن اختلافات کا شکار ہیں، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فیصلہ فرمادینگے۔

(بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی تفصیل جاننے کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر البقرہ 2: آیات 40 تا 73)

امت مسلمہ میں بھی بنی اسرائیل کی طرح فرقہ پرستی عام ہو چکی ہے۔ اس کا علاج قرآن و حدیث میں تلاش کیجئے۔ (مزید تفصیل کیلئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر النسآء 4: آیت 59)

فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿94﴾

پھر اگر آپ (ﷺ) کو اس (کتاب) کی صداقت میں شک ہو جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے تو آپ ان لوگوں سے پوچھ لیجئے جو آپ (کی نبوت) سے پہلے (آسمانی) کتابوں کو پڑھتے رہے ہیں، یقیناً آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے سچی کتاب آئی ہے، لہٰذا آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔ ﴿94﴾

وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿95﴾

اور نہ ہی آپ ان لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا، ورنہ آپ خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائینگے۔ ﴿95﴾

آیات 94 تا 95: رسولِ اکرم ﷺ کی صفات آسمانی کتابوں میں موجود ہیں:

ان آیات میں بظاہر خطاب تو آپ ﷺ سے ہے لیکن یہ بات انہیں سنانا مقصود ہے، جو آپ ﷺ کی دعوت میں شک کر رہے تھے۔ اہل کتاب کا حوالہ اس لئے دیا گیا ہے کہ عرب کے لوگ تو آسمانی کتابوں سے نا واقف تھے۔ ان کے لئے یہ آواز ایک نئی آواز تھی، مگر اہل کتاب میں سے جو لوگ دین دار اور انصاف پسند تھے، وہ اس بات کی تصدیق کر سکتے تھے کہ جس چیز کی دعوت قرآن کریم دے رہا ہے، یہ وہی چیز ہے، جس کی دعوت پہلے انبیا علیہم السلام دیتے تھے۔ آپ ﷺ سے اس خطاب کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ ﷺ کو اپنے اوپر نازل ہونے والی کتاب میں (نعوذ باللہ) شک تھا بلکہ اس سے ایمان والوں کو یقین دہانی کروانا مقصود ہے اور ساتھ ہی ان یہود و نصاریٰ کو اس بات کا احساس دلانا بھی مقصود ہے کہ ان کی کتابوں میں اللہ عزّ وجل کے آخری پیغمبر محمد ﷺ کی نبوت کے بارے میں پیشین گوئیاں موجود ہیں، اگر وہ ان کو بغور پڑھیں تو انہیں یقینی طور پر وہ پیشین گوئیاں مل سکتی ہیں۔ وہ تو اپنی کتب کی روشنی میں آپ ﷺ کو اس طرح پہچانتے تھے جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے تھے۔

(تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر البقرہ 2: آیت 146 اور الانعام 6: آیت 20)

اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿96﴾

بے شک جن لوگوں کے متعلق آپ کے رب کا حکم (عذاب) ثابت ہو چکا ہے، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ ﴿96﴾

وَ لَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰیَةٍ حَتّٰى یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ﴿97﴾

چاہے ان کے پاس تمام نشانیاں آ جائیں یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔ ﴿97﴾

فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْیَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَاۤ اِیْمَانُهَاۤ اِلَّا قَوْمَ یُوْنُسَ ؕ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا

چنانچہ کوئی بستی ایسی نہیں جو (عذاب دیکھ کر) ایمان لائی ہو (اور) اس کا ایمان لانا اس کے لئے فائدہ مند ثابت ہوا ہو سوائے قوم یونس (علیہ السلام) کے۔ جب وہ ایمان لے آئے تو

آیات 96 تا 97: کفار عذاب کو دیکھے بغیر ایمان نہیں لاتے:

ان آیات کریمہ میں بدقسمت کفار کے ایمان کی ناامیدی کا ذکر ہے کہ جب تک کہ وہ عذاب نہ دیکھیں گے ایمان نہیں لائیں گے۔ انکی جہالت اس قدر بڑھ چکی ہے کہ اگر بالفرض ہم اپنے فرشتوں کو بھی ان پر نازل کردیں، مُردے ان سے گفتگو کریں اور ہر پوشیدہ چیز ان کے سامنے آجائے۔ پھر بھی یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ یہ تو اس وقت ایمان لائیں گے جب ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا یعنی جب عذاب ان کے سر پر آ کھڑا ہوگا، تب ان کے دل میں یقین اور ایمان آئے گا، لیکن اس وقت ایمان لانے کا انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

آیت 98: قومِ یونس کا عذاب دیکھ کر ایمان لانا:

سابقہ آیات میں یہ بات ذہن نشین کروائی گئی کہ عذاب آجانے کے بعد ایمان لانا کسی کافر کے لئے فائدہ مند ثابت نہیں ہوگا اور تاریخ میں ایسے واقعات بہت ہی کم ملتے ہیں کہ عذاب آجانے کے بعد کسی قوم کو عذاب سے بچا لیا گیا ہو۔ یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اہل نینویٰ کی جانب مبعوث فرمایا تھا یہ لوگ بت پرست تھے۔ یونس علیہ السلام نے 7 سال انہیں تبلیغ کی، لیکن قوم نے ان کی دعوت قبول نہ کی۔ آخر کار یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو عذاب الٰہی کی اطلاع دیدی اور خود ملک چھوڑ کر چلے گئے۔ جب قوم نے عذاب کے آثار دیکھے تو انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا

كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿98﴾

ہم نے ان سے، دنیا کی زندگی میں، رسوائی کا عذاب ٹال دیا اور انہیں ایک (مقررہ) وقت تک کیلئے دنیاوی زندگی سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا۔ ﴿98﴾

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿99﴾

اور اگر آپ کا رب چاہتا تو زمین پر رہنے والے تمام لوگ ایمان لے آتے، پھر کیا آپ لوگوں کو مجبور کرینگے تاکہ وہ سب کے سب مومن بن جائیں۔ ﴿99﴾

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿100﴾

حالانکہ کوئی شخص اللہ کی مرضی کے بغیر ایمان نہیں لا سکتا اور وہ (کفر و شرک کی) ناپاکی میں ان ہی لوگوں کو ملوث کرتا ہے جو عقل استعمال نہیں کرتے ہیں۔ ﴿100﴾

اور وہ سب مَرد، عورتیں، بچے اور بوڑھے کھلے میدان میں نکل کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور فریاد کرنے اور دعائیں مانگنے لگے کہ اے ہمارے رب، ہم سے عذاب کو دور فرمادے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے ان سے عذاب ہٹا لیا اور انہیں دنیا کی رسوائی سے بچالیا۔

آیات 99 تا 100: دنیا میں سب لوگ ایمان لانے والے نہیں:

ان آیات کے علاوہ بھی بہت سی آیات قرآن کریم میں ایسی ہیں، جن میں یہ وضاحت ہے کہ یہ شان اللہ عزّ وجل ہی کی ہے جو چاہے کر گزرے، جسے چاہے سیدھی راہ دکھادے اور جسے چاہے گمراہ کردے۔ اس کا علم، حکمت اور عدل اسی کے شایانِ شان ہے۔ اس کی مشیت کے بغیر کوئی بھی مومن نہیں ہوسکتا۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت، دلائل، آیات پر غور اور احکامات پر عمل اور عقل استعمال نہیں کرتے، ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ مہر لگادیتے ہیں، جس کے بعد وہ ایمان لا ہی نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ عادل و حکیم ہے اس کا کوئی بھی امر حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَ النُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿101﴾

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ تم غور تو کرو کہ آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ ہے؟ اور جو لوگ ایمان نہیں لانا چاہتے انہیں اللہ کی آیات اور دھمکیاں کوئی فائدہ نہیں پہنچاتیں۔ ﴿101﴾

فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿102﴾

کیا یہ لوگ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان پر ویسے ہی (برے) دن آئیں جیسے ان سے پہلے لوگوں پر آچکے ہیں؟ آپ (ﷺ) فرما دیجئے کہ اچھا تم بھی (اپنے انجام کا) انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ ﴿102﴾

ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

پھر ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کو بچا

آیت 101: زمین وآسمان میں اللہ کی نشانیوں پر غور کرنے کی دعوت:

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں، اس کی قدرت اور اس کی پیدا کردہ نشانیوں میں غور و فکر کرنے کی دعوت ہے کہ اے نبی ﷺ، آپ ان کفار اور ایمان نہ لانے والوں سے فرما دیجئے کہ زمین وآسمان میں جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان کو بغور دیکھو اور غور وفکر کرو، عقلمندوں کے لئے ان میں بڑی نشانیاں ہیں اور ایمان نہ لانے والوں کو یہ نشانیاں فائدہ نہیں دیتیں۔ البتہ عقلمند لوگ ان نشانیوں میں غور کر کے اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آتے ہیں۔

آیات 102 تا 103: کیا کفار اللہ تعالیٰ کے عذاب کے منتظر ہیں:

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں اور نشانیوں کو دیکھنے کے باوجود ایمان نہ لانے والے کو تنبیہ کی ہے کہ کیا اب تم اس بات کے منتظر ہو کہ تمہارے ساتھ بھی وہی تاریخ دہرائی جائے، جن سے پچھلی امتیں گزر چکی ہیں یعنی ایمان والوں کو بچا کر باقی سب کو ہلاک کر دیا جائے؟ اور اے نبی ﷺ، آپ انہیں فرما دیجئے کہ اگر تمہیں اس بات کا انتظار ہے تو تم اس عذاب کا انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ اس عذاب کا انتظار کر رہا ہوں۔ بہت جلد معلوم

كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿103﴾

لیتے ہیں، یہی ہم پر لازم ہے کہ ہم ایمان والوں کو نجات دیں۔ ﴿103﴾

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۖ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿104﴾

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو، اگر تم میرے دین کے متعلق شک میں ہو تو میں ان (معبودوں) کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو لیکن میں تو (اس) اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہیں فوت کرتا ہے اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں مومنوں میں شامل رہوں۔ ﴿104﴾

وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿105﴾

اور یہ کہ آپ اپنا رخ یکسو ہو کر دین حنیف (اسلام) کی طرف سیدھا رکھیں اور کبھی مشرکوں میں سے نہ ہونا۔ ﴿105﴾

ہوجائیگا کہ وہ عذاب کس پر آتا ہے؟ اسکے بعد اللہ تعالیٰ مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ یاد رکھو، اس عذاب کے آنے کے بعد ہم اپنے رسولوں اور اہل ایمان کو ہی نجات دینگے۔ ہر کوئی مصیبت میں اپنے دوست ہی کو بچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو انبیا اور اہل ایمان کا دوست ہے۔

آیات 104 تا 107: دینِ حنیف کی وضاحت:

ان آیات مبارکہ میں اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ، اپنے نبی کریم ﷺ سے فرمارہے ہیں کہ آپ ﷺ، فرمادیجئے کہ اگر تمہیں اس توحید والے دینِ حنیف میں، جسے میں لے کر آیا ہوں کچھ شک ہے تو یاد رکھو کہ میں تو ان باطل معبودوں کی عبادت ہرگز نہیں کرسکتا، جن کی تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کرتے ہو۔ میں تو صرف اللہ عزّ وجل کی عبادت کرتا ہوں، جو ہر بات پر قادر ہے۔ جبکہ تمہارے معبود اللہ تعالیٰ کے سامنے اس حد تک بے بس ہیں کہ وہ تو اپنی موت و حیات کا بھی اختیار نہیں رکھتے اور مجھے اس بات کا بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں اسی اللہ عزّ وجل کا فرمانبردار بن کر رہوں، اپنا رخ صرف اسی ہی کی طرف پھیر کر رکھوں اور مشرک نہ بنوں۔

وَ لَا تَدۡعُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنۡفَعُكَ وَ لَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنۡ فَعَلۡتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿106﴾

اورآپ اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کی عبادت نہ کریں جو آپ کو نہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی نقصان۔ پس اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ بھی ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔ ﴿106﴾

وَ اِنۡ يَّمۡسَسۡكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنۡ يُّرِدۡكَ بِخَيۡرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضۡلِهٖ ؕ يُصِيۡبُ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ ؕ وَ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ﴿107﴾

اور اگر اللہ آپ کو کسی تکلیف میں مبتلا کردے تو اس (اللہ) کے سوا اسے کوئی دور نہیں کر سکتا اور اگر وہ کوئی بھلائی پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی روک نہیں سکتا۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا فضل نچھاور کرتا ہے اور وہ بہت ہی بخشنے والا اور خوب رحم کرنے والا ہے۔ ﴿107﴾

قُلۡ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَكُمُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكُمۡ ۚ فَمَنِ اهۡتَدٰى

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو، تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف

جب اللہ عزّوجل کے علاوہ کسی اور کو نفع یا نقصان پہنچانے کا کوئی اختیار نہیں تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق بھی نہیں۔ دنیا میں انسان جب کسی معبود کو پکارتا ہے، یا تو اس کا مقصد کسی مشکل کو دور کروانا یا کوئی فائدہ حاصل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی نقصان سے بچانا اور فائدہ پہنچانا حاجت روائی اور مشکل کشائی ہوتا ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو پکارنا شرک ہے۔ اگر کوئی اللہ تعالیٰ ہی سے مانگے مگر ساتھ ساتھ فوت شدہ آباء واجداد، نبی، ولی یا پیر میں سے کسی کا بھی واسطہ دے اور ان فوت شدگان سے اس امید پر دعا بھی مانگے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی سفارش کریں گے تو یہ بھی شرک کے زمرہ میں آتا ہے۔ لہٰذا احتیاط کیجئے کہ کہیں ایسے گناہ میں مبتلا ہوکر شرک کے دائرہ میں داخل نہ ہوجائیں۔

آیت 108: ہدایت قبول نہ کرنے والے کا اپنا نقصان ہے:

رسول اکرم ﷺ لوگوں کو دعوت وتبلیغ میں انتہائی محنت کرتے تھے، پھر جب کچھ لوگ اس سے

فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿108﴾

سے حق پہنچ چکا ہے، لہٰذا جو سیدھی راہ پر چلے گا تو وہ اپنی ذات ہی کو فائدہ پہنچائیگا اور جو شخص گمراہی اختیار کرے گا تو اس کا وبال اسی پر پڑے گا اور میں تمہارا وکیل (ذمہ دار) نہیں ہوں۔ ﴿108﴾

وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿109﴾ ع

اور (اے نبی ﷺ) آپ کے پاس جو وحی بھیجی جاتی ہے آپ اسی کی پیروی کیجئے اور (جو تکالیف پہنچیں ان پر) صبر کیجئے، یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کردے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ ﴿109﴾

روگردانی کرتے تو آپ ﷺ کو بہت صدمہ ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو تسلی دے رہے ہیں کہ ہدایت اور گمراہی دونوں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ آپ دعوت وتبلیغ کا کام جاری رکھیں جو اس دعوت کو قبول کرے گا، اس کا اسے ہی فائدہ ہوگا اور جو قبول نہیں کرے گا تو اس کا اسے ہی نقصان ہوگا۔ لہٰذا آپ ﷺ اس بارے میں پریشان نہ ہوں۔ کیونکہ جو اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کرے گا، اس کا نقصان قیامت کے دن وہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا۔

آیت 109: صبر واستقلال کا حکم:

ابتدائے اسلام میں مشرکین آپ ﷺ کو طرح طرح کی تکالیف پہنچاتے تھے، جس سے آپ ﷺ بہت زیادہ پریشان ہوجاتے تھے، آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ لوگوں کی باتوں پر توجہ ہی نہ دیں، بلکہ اللہ عزّ وجل کی وحی کو مضبوطی سے تھام لیں اور اس پر عمل کریں۔ مخالفین کی طرف سے جو ایذائیں پہنچیں اور دعوت وتبلیغ کی راہ میں جن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے، ان پر صبر کریں اور ثابت قدمی سے ان کا مقابلہ کریں۔

فرمانِ الٰہی ہے:- (ترجمہ) ''(اے محمد ﷺ) آپ اسی طرح صبر سے کام لیجئے، جس طرح (سابقہ) اولوالعزم پیغمبروں نے صبر سے کام لیا تھا۔'' (الاحقاف 46: آیت 35)

سُوْرَةُ هُوْدٍ

سورۂ ھود مکی ہے، اس میں 123 آیات اور 10 رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، بے حد رحم کرنے والا ہے۔

الٓرٰ ۟ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ﴿1﴾

الف، لام، را۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے، جس کی آیات محکم بنائی گئی ہیں، پھران کی تفصیل اس کی طرف سے بیان کی گئی ہے جو بڑی حکمت اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔ ﴿1﴾

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۙ﴿2﴾

یہ کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، بے شک میں اسی (اللہ) کی طرف سے تمہیں (جہنم سے) ڈرانے والا اور (جنت کی) خوشخبری دینے والا ہوں۔ ﴿2﴾

وَّ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا

اور یہ کہ تم اپنے رب سے (اپنے گناہوں کی) بخشش مانگو، پھراسی کی طرف توبہ کرو،

آیات 1 تا2: قرآنِ حکیم کا مختصر تعارف:

الٓرٰ، یہ حروف مقطعات کہلاتے ہیں ان کی تفسیر البقرہ 2 آیت 1 میں گذر چکی ہے۔

قرآنِ کریم الفاظ میں محکم اور معنیٰ میں مفصل ہے، اس کے مضامین اور معانی ہرطرح سے کامل ہیں۔ یہ اس اللہ عزّ وجل کا کلام ہے جو اپنے اقوال اور احکام میں حکیم اور تمام کاموں کے نتائج سے باخبر ہے۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دینے اور دوسروں کی عبادت سے روکنے کے لئے نازل ہوا ہے۔ اس سے پہلے بھی تمام رسولوں پر جو وحی آتی رہی ہے اس میں سب کو یہی حکم دیا گیا کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کسی اور کی پوجا نہ کرو اور اسی مشن کی تکمیل کے لئے رسول اکرم ﷺ کو قرآنِ مجید دے کر جنت کی خوشخبری دینے اور جہنم سے ڈرانے والا بنا کر مبعوث کیا گیا۔

آیات 3 تا4: توبہ واستغفار کے فوائد:

ہرانسان کو اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنی اور توبہ کرنی چاہئے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی

اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ يُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ﴿3﴾

وہ تمہیں ایک مقررہ وقت (موت) تک اچھا سامان (زندگی) دے گا اور ہر زیادہ عملِ خیر کرنے والے کو زیادہ ثواب دے گا اور اگر تم (راہِ حق سے) منہ موڑ لوگے تو میں تمہارے بارے ایک بڑے (ہولناک) دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ ﴿3﴾

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿4﴾

تمہیں اللہ ہی کے پاس لوٹ کر جانا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ ﴿4﴾

طرف سے بڑی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ ان آیات میں ایک ایسی ترتیب کا ذکر ہے، جس کا خیال رکھنا ہر انسان کے لئے ضروری ہے۔ یعنی سب سے پہلے توحید کا سچے دل سے اقرار کیا جائے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کی جائے، تو اس سے اللہ تعالیٰ بندہ کے تمام گناہ معاف فرمادیں گے۔ ان شاء اللہ العزیز اس کے ساتھ ساتھ شریعت کے احکامات پر عمل کرنا اور نواہی (جن کاموں سے روکا گیا ہے) سے اجتناب کرنا چاہئے، اس سے اللہ تعالیٰ دنیا میں بہترین فائدہ سے نوازے گا اور زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرنے والے کو اس کے اعمال کے مطابق اجر دیتا رہے گا اور پھر مرنے کے بعد کی زندگی میں بھی عیش وآرام ملے گا۔ بصورتِ دیگر جو اپنے گناہوں پر نادم ہوکر اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ نہیں کرتا اور اپنی نافرمانیوں میں دن بدن اضافہ کرتا رہتا ہے قیامت کا سخت ترین عذاب ایسے انسان کو آگھیرے گا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہاں ہر مومن کو اس کے نیک اعمال کا بدلہ بہترین جزا کی صورت میں اور ہر کافر کو اس کے برے اعمال کا بدلہ عذاب کی صورت میں ملے گا۔

(توبہ واستغفار کے دنیاوی واُخروی فوائد جاننے کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر:۔

ھود 11: آیات 52، 61 اور 90، التحریم 66: آیت 8 اور نوح 71: آیات 10 تا 13)

اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿5﴾

یاد رکھو وہ (لوگ) اپنے سینوں کو جھکا لیتے ہیں تاکہ اس (اللہ) سے (اپنے کام) چھپا سکیں۔ آگاہ رہو کہ جس وقت وہ لوگ اپنے کپڑے اوڑھتے ہیں اس وقت بھی وہ (اللہ) سب جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔ بے شک اللہ دلوں کے راز بھی خوب جانتا ہے۔ ﴿5﴾

آیت 5: اللہ ہر چیز سے باخبر ہے:

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم قضائے حاجت یا اپنی بیوی سے صحبت کے وقت اپنی شرم گاہوں کو کھولنے سے شرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہر حالت میں دیکھ رہے ہیں اور وہ شرم کی وجہ سے جھکے چلے جاتے، تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری)

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ یہ اعلان فرما رہے ہیں کہ میں ہر چیز سے اچھی طرح واقف ہوں، یہاں تک کہ رات کے اندھیرے میں جب تم بستروں کے اندر ہوتے ہو اور اپنے آپ کو کپڑوں میں ڈھانپ لیتے ہو، اس وقت بھی میں دیکھ رہا ہوتا ہوں اور لوگوں کی چھپی اور علانیہ باتوں کو بھی جانتا ہوں۔ شرم و حیا کا جذبہ بہت اچھا ہے۔ شرم و حیا کرنے والے انسان کی اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں تعریف کی ہے۔

(مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر القصص 28: آیت 25)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شرم و حیا میں تو بہت ہی بھلائی ہے۔'' (بخاری)

شرم و حیا میں بہت زیادہ غلو اور افراط بھی صحیح نہیں، اس لئے کہ جس ذات کی خاطر وہ ایسا کرتے ہیں اس سے تو پھر بھی وہ نہیں چھپ سکتے، تو پھر اس طرح کے تکلف کا کیا فائدہ؟

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝6

زمین پر چلنے پھرنے والے ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمہ ہے، وہی ان کے رہنے سہنے اور ان کے دفن ہونے کی جگہ کو جانتا ہے، سب کچھ واضح کتاب (لوح محفوظ) میں لکھا ہوا ہے۔ ۝6

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ

اور (اللہ) وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو 6 دن میں پیدا کیا اور (اس سے پہلے) اس کا عرش پانی پر تھا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔ (اے نبی ﷺ) اگر آپ لوگوں سے کہیں کہ تم لوگ مرنے کے بعد زندہ کئے

آیت 6: اللہ ہی ہر ایک کے دنیاوی اور اخروی ٹھکانوں کو جانتا ہے:

ہر جاندار کا رزق، خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا، خشکی میں ہو یا تری میں، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ دنیا میں تمام مخلوق کے رہنے، بسنے، آنے جانے، پیدائش اور مرنے کے مقام سے اللہ تعالیٰ خوب واقف ہے تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ ان کے اقوال وافعال اور ان کے دیگر تمام احوال سے بے خبر رہے، اسے ہر چیز کی خبر ہے اور لوح محفوظ میں ہر بات لکھی ہوئی ہے۔

(مزید تفصیل کیلئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر الانعام 6: آیات 38 تا 49)

آیت 7: کائنات کی تخلیق:

اللہ تعالیٰ عظیم قدرت کا مالک ہے۔ اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس نے آسمان وزمین کو 6 دن میں پیدا کیا ہے۔ (پڑھیے ترجمہ وتفسیر الاعراف 7: آیت 54)۔ زمین اور آسمان بنائے جانے سے پہلے اللہ عزّ وجل کا عرش پانی پر تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کائنات کی پیدائش سے 50 ہزار سال قبل اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی تقدیریں لکھ دی تھیں، اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔'' (مسلم) کائنات کی تخلیق کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ اس کے بندے زمین پر آباد ہوں اور اس کی ہر طرح کی نعمتوں سے مستفید ہوتے ہوئے اسی کی عبادت کریں اور نیک کاموں میں ایک دوسرے سے آگے

الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿7﴾

جاؤ گے تو کفار ضرور کہیں گے کہ یہ (قرآن) تو کھلا جادو ہے۔ ﴿7﴾

وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿8﴾

اور اگر ہم ان (کفار) سے کچھ مدت تک عذاب کو مؤخر کر دیں تو یہ ضرور کہیں گے کہ عذاب کو کون سی چیز روکے ہوئے ہے؟ خبردار جس دن وہ (عذاب) ان پر آئے گا، تو ان سے ٹلے گا نہیں اور وہ انہیں گھیر لے گا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ ﴿8﴾

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ ﴿9﴾

اور اگر ہم انسان کو اپنی کسی نعمت کا مزہ چکھا کر پھر اس سے وہ نعمت چھین لیں تو وہ بڑا ہی ناامید اور ناشکرا بن جاتا ہے۔ ﴿9﴾

بڑھنے کی کوشش کریں تاکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ عطا فرمائیں آیت مبارکہ میں اَحْسَنُ عَمَلًا کہا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھے اعمال کی قدر و قیمت زیادہ ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر الملک 67: آیات 1 تا 2)

آیت 8: عذاب مؤخر ہونے سے کفار کو دھوکہ:

اللہ عزّ وجل یہ بتا رہے ہیں کہ کفار کے دل ہمیشہ شکوک وشبہات سے بھرے رہتے ہیں۔ قرآن کریم اور رسولوں کو جھٹلانا، اللہ تعالیٰ کی جانب سے دی جانے والی خبروں میں شک کرنا ان کی عادت ہے۔ اگر ہم ان کفار سے کچھ عرصہ کیلئے عذاب مؤخر کر دیں، تو یہ گمان کرتے ہیں کہ عذاب کی دھمکی بے بنیاد ہے اور مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ عذاب کب آئے گا؟ اللہ تعالیٰ نے ان کا جواب دیا کہ جلدی نہ کرو، جب وہ عذاب آجائے گا تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اسے روک نہیں سکے گی۔

آیات 9 تا 11: انسان کی ناشکری کا بیان:

ان آیات مبارکہ میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے عام انسانوں کی ایک بری صفت بیان کرتے ہوئے مومنین کو اس صفت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے جو اپنی زندگی میں کسی بھی حال میں صبر کا دامن نہیں چھوڑتے بلکہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ وہ بری صفت یہ ہے کہ انسان کو جب

وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۙ﴿10﴾

اور اگر ہم اسے تکلیف پہنچنے کے بعد نعمتوں کا مزہ چکھائیں تو وہ ضرور کہے گا کہ مجھ سے تکالیف دور ہوگئیں، یقیناً وہ (انسان) بڑا ہی اترانے اور فخر کرنے والا ہے۔ ﴿9﴾

اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿11﴾

سوائے ان لوگوں کے جو صبر اور نیک کام کرتے رہتے ہیں۔ انہی لوگوں کے لئے بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔ ﴿10﴾

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ

پس (اے نبی ﷺ) کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ان چیزوں میں سے بعض کو (بیان کرنے سے) چھوڑ دیں جو آپ کی طرف وحی کی جارہی ہیں اور ان (کفار) کی اس بات پر آپ کا دل تنگ

اللہ تعالیٰ کوئی نعمت دیکر پھر اسے آزمانے کے لئے اس سے چھین لیتے ہیں تو فوراً ہی اس کی رحمت سے نا امید ہوجاتا ہے اور ناشکری کا اظہار کرنے لگتا ہے۔ اسی طرح اللہ عزّ وجل جب انسان کو بیماری اور مصیبت کے بعد کوئی راحت اور خوشحالی سے نوازتے ہیں تو وہ اس پر شکر ادا کرنے کے بجائے تکبر کرتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم، اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ مومن بندہ کے حق میں بہتر ہی ہوا کرتا ہے، کیونکہ جب اسے کوئی خوشی ملتی ہے تو اس پر وہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے جو اس کے لئے بہتر ہے اور جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے، یہ بھی اس کے لئے بہتر ہے۔ یہ شرف و عزت مومن کے علاوہ کسی اور کو نصیب نہیں ہوتی۔'' (بخاری، مسلم)

آیت 12: رسول اکرم ﷺ کو تبلیغ جاری رکھنے کا حکم:

کفار مکہ رسول اکرم ﷺ سے بار بار کہتے تھے کہ تمہاری صداقت کی گواہی دینے کے لئے آسمان سے کوئی فرشتہ کیوں نہیں اترتا؟ یا تمہارے لئے اللہ کوئی خزانہ کیوں نہیں نازل کرتا؟ یا کوئی باغ کیوں نہیں اگادیتا؟ اسی طرح کے دیگر سوالات کرتے تھے جس سے آپ ﷺ پریشان ہوجاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ مبارکہ میں آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ گذشتہ انبیا کے ساتھ بھی اسی طرح ہوتا رہا ہے، ان کی قوموں نے جب انہیں، پریشان کیا تو انہوں نے صبر کیا۔ لہٰذا آپ ﷺ بھی صبر

يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ
جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ
وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿12﴾
اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا
بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّ
ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ
اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿13﴾
فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا

ہو رہا ہو کہ اس (نبی) پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اتارا گیا؟ یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آتا؟ (سن لیجئے) آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر چیز اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ ﴿12﴾
کیا یہ (کفار) کہتے ہیں کہ اس قرآن کو (خود) اسی (محمد ﷺ) نے گھڑ لیا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ پھر تم بھی اس جیسی دس سورتیں گھڑ لاؤ اور اللہ کے سوا جسے چاہو (اپنی مدد کے لئے) بلا لو، اگر تم سچے ہو۔ ﴿13﴾
پھر اگر وہ (تمہارے معبود) تمہاری اس بات کا جواب نہ دیں تو جان لو کہ یہ (قرآن) یقیناً اللہ

سے کام لیجئے، اپنا فرض نبھاتے ہوئے ہر حال میں تبلیغ جاری رکھیئے۔
(مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر الاحقاف 46: آیت 35)

آیات 13 تا 14: قرآنِ کریم جیسا کلام پیش کرنا ناممکن ہے:

جب کفار نے وحی الٰہی کا انکار کر دیا اور آپ ﷺ پر یہ الزام لگایا کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ محمد ﷺ نے خود گھڑا ہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ چیلنج کیا کہ اگر تمہارا یہ کہنا ہے کہ یہ قرآن اللہ عزّ وجل کا کلام نہیں تو تم اس جیسی دس سورتیں ہی بنا کر دکھاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ عرب کو قرآن کریم جیسا کلام لانے کا چیلنج کئی مراحل میں دیا، پہلے کہا کہ تم اس جیسا کلام پیش کر کے دکھاؤ، وہ عاجز رہے تو انہیں کم از کم دس سورتیں پیش کرنے کا چیلنج دیا وہ اس سے بھی عاجز رہے تو پھر کم از کم ایک ہی سورت پیش کرنے کا چیلنج دیا۔ وہ اس سے بھی عاجز رہے تو آخری چیلنج کے طور پر انہیں اس قرآن میں موجود کسی فرمان جیسی ایک بات ہی پیش کرنے کو کہا، لیکن تاریخ گواہ ہے کہ آج تک عرب وعجم کے تمام فصاحت و بلاغت کے ماہر، ادیب وشعرا اس چیلنج کا جواب نہ دے سکے۔ قرآن کریم کی صداقت کو واضح کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمام انسان اور جن اس جیسا کلام پیش کرنے کے لئے جمع ہو جائیں اور اپنے اپنے شرکا کو بھی بلا لیں تو بھی اس جیسا کلام پیش نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خالق کا کلام ہے اور مخلوق خالق کا مقابلہ کسی طرح بھی

اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿14﴾

کے علم سے اتارا گیا ہے اور یہ کہ اس (اللہ) کے سوا کوئی معبود نہیں، پس (اے لوگو) کیا تم مسلمان ہوتے ہو؟ ﴿14﴾

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿15﴾

جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتے ہیں ہم انہیں اسی دنیا میں ہی ان کے (اچھے) اعمال کا پورا بدلہ دے دیتے ہیں اور اس (دنیا) میں ان کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ ﴿15﴾

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ

یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور جو کچھ انہوں نے اس

نہیں کرسکتی۔ یہ قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ کوئی بھی اس کا مثل پیش نہیں کرسکا اور نہ ہی کوئی قیامت تک کرسکے گا۔ (پڑھیے ترجمہ وتفسیر بنی اسرائیل 17: آیت 88، یونس 10: آیت 38، البقرہ 2: آیت 23، طور 52: آیت 34)

آیات 15 تا 16: طالبِ دنیا اور طالبِ آخرت:

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے دنیاوی عیش وعشرت کی حقارت اور ان لوگوں کی مذمت بیان کی ہے جو صرف دنیا کے طالب ہوتے ہیں۔ جو بھی شخص نیک کام کرتے وقت کسی دنیاوی فائدہ یا شہرت کی نیت کرتا ہے تو اسے وہ دنیاوی فائدہ وشہرت تو مل جاتی ہے مگر اسے آخرت میں انتہائی خسارہ اٹھانا پڑے گا، نفاق اور ریاکاری کی وجہ سے جہنم کا ایندھن بن جائے گا۔

فرمانِ الٰہی ہے:- (ترجمہ) ''جو شخص (نیک کاموں کے ذریعہ) آخرت کی کھیتی کا ارادہ رکھتا ہو، ہم اس کے لئے اس کی کھیتی میں اور ترقی دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کی طلب رکھتا ہو، ہم اسے اس میں سے ہی کچھ دیدیں گے ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔'' (الشوریٰ 42: آیت 20)

ان آیات مبارکہ میں مسلمانوں کے لئے انتہائی سبق آموز درس ہے کہ جو کوئی نیک عمل کرے مگر اس میں اخلاص اور رضائے الٰہی نہ ہو تو وہ عمل قیامت کے دن اس کے لئے وبالِ جان بن جائے گا اور نیک اعمال کے باوجود ایسا شخص جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:- ''قیامت کے دن دکھلاوے کے لئے جہاد کرنے والے مجاہد کو حساب کے لئے لایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے کیا عمل کیا؟ تو وہ جواب دے گا کہ اے اللہ، میں نے آپ کی راہ میں جہاد کرتے

وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿16﴾

(دنیا) میں کمایا تھا سب ضائع ہو گیا اور جو یہ اعمال کرتے تھے، سب برباد ہو گئے۔ ﴿16﴾

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ

کیا وہ شخص جو اپنے رب کی واضح دلیل پر ہو اور اس کے بعد (اللہ کی طرف سے) ایک گواہ (قرآنِ کریم) بھی آجائے اور اس سے پہلے موسیٰ (علیہ السلام) کی کتاب بھی راہ نما اور رحمت

ہوئے اپنی جان دیدی، اللہ فرمائے گا تو نے تو جہاد اس لئے کیا تھا کہ لوگ تجھے بہادر کہیں، یہ بدلہ تو تمہیں دنیا میں مل گیا پھر اسے منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اسی طرح ریاکار عالم، ریاکار قاری، ریاکار مالدار کو بھی بلایا جائے گا اور سب کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔'' (مسلم)۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ

آیت 17: قرآنِ کریم اللہ عزّ وجل کا کلام ہے:

اس آیت مبارکہ میں کفار اور مشرکین کے مقابلہ میں اہل ایمان کا تذکرہ کیا جارہا ہے کہ وہ اپنے رب کی جانب سے واضح دلیل یعنی اسلام پر قائم ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اعتراف اور اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ یہ وہی فطرت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا فرمایا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے بعد اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی، یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔'' (بخاری)۔ اس فطرت کی تصدیق کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم اور رسول اکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا جو اس فطرت صحیحہ کی نشاندہی کرتے ہیں اور اس کی دعوت دیتے ہیں اور قرآن کریم سے پہلے نازل ہونے والی آسمانی کتاب تورات میں بھی اسی فطرت کی طرف راہ نمائی موجود تھی۔ فطرت صحیحہ پر قائم شخص، ایک گمراہ شخص کے برابر ہرگز نہیں ہوسکتا۔ آیت کے آخری حصہ میں سچے مومنوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ کفار قرآن مجید میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی بہت کوششیں کرتے ہیں اس کے برعکس مسلمان قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے میں ذرہ برابر بھی شبہ نہ کریں کیونکہ یہ حقیقتاً اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

(مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر البقرہ 2: آیت 2)

أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۖ وَمَن يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ ۚ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۖ إِنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿17﴾

(رہی) ہو (کیا وہ گمراہ ہوسکتا ہے) یہی لوگ ہیں جو اس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں اور تمام فرقوں میں سے جو بھی اس (قرآن) کا انکار کرے گا، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ پس (اے نبی ﷺ) آپ اس میں کسی قسم کا شک نہ کریں، یقیناً یہ (قرآن) آپ کے رب کی طرف سے سراسر حق ہے، لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ ﴿17﴾

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۚ أُولَٰئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَىٰ رَبِّهِمْ وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ﴿18﴾

اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا، جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔ ایسے لوگ اپنے پروردگار کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور گواہ (فرشتے) کہیں گے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں جھوٹ بولا تھا، خبردار ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ ﴿18﴾

آیات 18 تا 22: اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے والوں کا عبرتناک انجام:

جو لوگ اللہ تعالیٰ پر طرح طرح کے بہتان باندھتے ہیں۔ کبھی فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں، کبھی اپنے ہاتھ کے تراشے ہوئے بتوں کو اللہ کے شریک، کبھی اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں کو اس کا بیٹا کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے کلام میں شک و شبہ ظاہر کر کے اسے نہیں مانتے ایسے لوگ قیامت کے دن نہایت ہی ذلت و رسوائی کے ساتھ اللہ عزّ وجل کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور فرشتے، انبیائے کرام علیہم السلام اور ان مجرموں کے اپنے اعضا ان کے خلاف گواہی دیں گے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں بہتان باندھا اور اور جھوٹ بولا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو، جو لوگوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی سیدھی راہ سے روکنے کے لئے اس میں طرح طرح کے شبہات پیدا کرتے تھے۔ یہی لوگ درحقیقت ظالم ہیں کیونکہ یہ خود بھی اللہ ربّ العزّت اور آخرت پر ایمان نہیں لاتے تھے اور لوگوں کو بھی حق کی پیروی اور سیدھی راہ پر چلنے سے روکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں سے دنیا میں بھی انتقام

الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿19﴾

جو لوگ اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی (ٹیڑھا پن) تلاش کرتے ہیں اور یہی آخرت کا انکار کرنے والے ہیں۔ ﴿19﴾

اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ؘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ﴿20﴾

یہ لوگ دنیا میں (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکے اور اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار بھی نہ ہوا۔ ان کو دگنا عذاب دیا جائے گا، یہ لوگ (کفر اور حسد کی وجہ سے) حق بات سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی سیدھی راہ دیکھ سکتے تھے۔ ﴿20﴾

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿21﴾

یہی لوگ ہیں جنہوں نے خود اپنا نقصان کرلیا اور وہ سب کچھ ان سے کھوگیا، جو انہوں نے (اللہ پر) گھڑ رکھا تھا۔ ﴿21﴾

لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿22﴾

بیشک یہی لوگ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان پانے والے ہوں گے۔ ﴿22﴾

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے

لینے پر قادر ہے، مگر اس نے اپنے فضل وکرم سے انہیں مہلت دے رکھی ہے لیکن قیامت کے دن ایسے ظالموں کو سخت ترین اور ذلت والے عذاب کا سامنا کرنا پڑیگا۔ قیامت کے دن کفار اور ظالم لوگ سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہوں گے اور وہاں ان کے جھوٹے معبود، ان کے کسی بھی کام نہ آئیں گے بلکہ وہ ان سے اپنی بیزاری کا اعلان کردیں گے۔ ان کا مستقل ٹھکانہ جہنم ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا غضب اور اس کی لعنت کی وجہ سے ان کے چہروں پر پھٹکار برس رہی ہوگی۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ

آیت 23: نیک لوگوں پر انعامات کی بارش:

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے سابقہ آیات میں ظالموں کا ذکر کرنے کے بعد اس آیتِ مبارکہ میں اہلِ ایمان کا ذکر فرمایا ہے کہ ان کے دل ایمان سے بھرپور ہوتے ہیں، یہ ہر وقت ایسے کام کرتے ہیں، جن

وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿23﴾

رہے اور اپنے رب ہی کے آگے جھکتے رہے، وہی جنت میں جانے والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ﴿23﴾

مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿24﴾

ان دونوں گروہوں (کفار اور مسلمانوں) کی مثال اندھے، بہرے، دیکھنے اور سننے والے جیسی ہے۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ ﴿24﴾

سے اللہ عزّ وجل کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی اور نافرمانی سے بچتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ اس جنت کے وارث ہوں گے جس میں اونچے اونچے محل، سجے ہوئے تخت، میووں سے جھکی ہوئی شاخیں، انتہائی حسین وجمیل اور پاکیزہ بیویاں، لذیذ وخوشبودار پھل، عمدہ لباس، ذائقہ دار کھانے اور مشروبات ہوں گے۔ پھر رسول اکرم ﷺ کی رفاقت اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا، دیدار اور ہمیشہ کے لئے جنت میں رہائش نصیب ہوگی۔ جنت میں نہ انہیں موت کا ڈر ہوگا، نہ بیماری، نہ دکھ اور نہ ہی ان پر غفلت اور نیند طاری ہوگی۔ یہ ہر قسم کی ناپاکی، کینہ، بغض وعداوت سے پاک وصاف ہوں گے۔

آیت 24: مومن اور کافر برابر نہیں ہو سکتے:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو سمجھانے کے لئے بے شمار مثالیں بیان کی ہیں۔ اس آیت مبارکہ میں بھی مثال دیکر سمجھایا جارہا ہے کہ کفار کی مثال اندھے اور بہرے کی طرح ہے جبکہ اس کے برعکس مومن کی مثال دیکھنے اور سننے والے کی طرح ہے۔ کافر، سرکش، حق سے اندھے اور بہرے ہوتے ہیں۔ ان میں نہ تو حق کو دیکھنے کی صلاحیت ہوتی ہے اور نہ ہی حق بات سننا چاہتے ہیں۔ جبکہ مومن، رب سے ڈرنے والے، حق کو دیکھنے اور سننے والے ہوتے ہیں۔ کافر چونکہ دنیا میں حق دیکھنے سے اندھے تھے اسلئے آخرت میں بھی انہیں اندھا بنا کر اٹھایا جائے گا۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔ ”جس نے میرے ذکر (قرآن) سے اعراض کیا اس کی معیشت تنگ کردی جائے گی اور ہم قیامت کے دن اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے، وہ کہے گا کہ اے میرے رب، آپ نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا ہے، حالانکہ میری تو آنکھیں تھیں؟ (اس سے کہا جائے گا) جب تیرے پاس ہماری آیات آئیں تو تو انہیں بھول گیا تھا، پس اسی طرح آج تجھے بھی بھلادیا جائے گا۔“ (طٰہٰ 20: آیات 124 تا 126)

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ ۙ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۙ (25)

یقیناً ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا (انہوں نے کہا کہ اے میری قوم) میں تمہیں صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔ (25)

اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ (26)

تم صرف اللہ ہی کی عبادت کرو، ورنہ مجھے تو تم پر دردناک دن کے عذاب کا خوف ہے۔ (26)

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا

ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا کہ (اے نوح) ہم تو تجھے اپنے جیسا ہی انسان سمجھتے ہیں اور

آیات 25 تا 26: نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کو وعظ:

آدم علیہ السلام کے اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد زمین میں جب شرک و فساد پھیل گیا تو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی رہبری اور راہ نمائی کے لئے انبیا علیہم السلام کا سلسلہ جاری کیا، ان ہی میں سے پہلے نوح علیہ السلام کو بھی بطور پیغمبر مبعوث فرمایا۔ آپ علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے خوفناک عذاب سے ڈرانے آیا ہوں، اگر تم بت پرستی اور زمین میں فساد پھیلانے سے باز نہ آؤ گے اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی عبادت کرنے نہ لگو گے تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دردناک عذاب تمہیں اپنی گرفت میں لے لے گا۔ (مزید تفصیل کے لئے پڑھیے الاعراف 7: آیات 59 تا 64)

آیت 27: قوم نوح کا جواب:

نوح علیہ السلام کا یہ وعظ سن کر کفار سرداروں نے تین شبہات کا اظہار کرتے ہوئے آپ علیہ السلام کی دعوت کو رد کر دیا۔ ❶ آپ ہمارے جیسے انسان ہیں فرشتہ نہیں ہیں، لہٰذا آپ کا رسول ہونا ناممکن ہے۔ ❸ آپ پر صرف نچلے طبقہ کے کم عقل اور بے وقوف لوگ ایمان لائے ہیں۔ ❷ آپ میں ہمیں ایسی کوئی خوبی نظر نہیں آتی جو ہم میں نہ ہو، لہٰذا اللہ ہمیں چھوڑ کر آپ کے پاس وحی بھیجے اور آپ کو رسول منتخب کرے یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ اس لئے ہم تو آپ کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ انہیں یہ معلوم ہونا چاہئے تھا کہ اگر نچلے درجہ کے لوگوں نے حق مان لیا تو اس سے حق کی عظمت و شان میں کیا فرق آیا؟ حق کو تو اپنی فطری عظمت و فضیلت حاصل ہے، خواہ اس کے آگے ادنیٰ سر جھکائیں یا اعلیٰ۔ تاریخ یہی بتاتی ہے کہ حق کو ماننے والے ہمیشہ زیادہ تر کمزور لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔ شاہِ روم ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ماننے والے کمزور لوگ ہیں یا اونچے طبقہ کے؟

وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿27﴾

ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ صرف انہی لوگوں نے (بغیر سوچے سمجھے) تیری پیروی کی ہے جو کم درجہ کے کم سمجھ بوجھ والے ہیں اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ تمہیں ہم پر کوئی فضیلت نہیں ہے، بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ ﴿27﴾

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿28﴾

نوح (علیہ السلام) نے کہا، اے میری قوم، مجھے بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہوں اور مجھے اس نے اپنے پاس سے رحمت (نبوت) عطا کی لیکن وہ تمہاری نگاہوں میں نہ آئی تو کیا میں تمہیں اسکو ماننے پر مجبور کرسکتا ہوں، جبکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو۔ ﴿28﴾

تو ابوسفیان نے جواب دیا کہ انہیں کمزور لوگ ہی مانتے ہیں۔ اس پر شاہِ روم نے کہا: ''انبیا علیہم السلام کے پیروکار کمزور ہی ہوا کرتے ہیں۔'' (بخاری)

آیات 28 تا 31: نوح علیہ السلام کا جواب:

نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے شبہات کا ازالہ کرتے ہوئے انہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی ہونے کی واضح دلیل عطا کی ہے اور میرا تمہارے جیسا انسان ہونا اس بات میں رکاوٹ نہیں بنتا کہ میں نبوت کے مقام کو حاصل نہ کرسکوں اور نہ ہی میری رسالت پر ایمان لانے والوں کا غریب اور معاشرہ کے کمزور طبقہ کا ہونا نبوت سے مانع ہے کیونکہ بشریت اور عقل وفہم میں یہ کمزور لوگ تمہارے ہی جیسے ہیں۔ نبوت تو ایک عظیم نعمت ہے، جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے عطا کی ہے، مگر تم نے اس کی قدر نہیں کی اور بلاسوچے سمجھے مخالفت پر اتر آئے ہو تو کیا میں زبردستی تمہیں حق کو قبول کرنے پر مجبور کروں؟ میں تو تم سے خیر خواہی سے پیش آرہا ہوں، جس کے لئے میں تم سے کسی اجرت کا مطالبہ بھی نہیں کرتا، میرا صلہ اللہ تعالیٰ ہی دے گا۔ میں تم سے صرف اتنا مطالبہ کررہا ہوں کہ حق مان لو۔ جبکہ تمہارا یہ مطالبہ سراسر ظلم پر مبنی ہے کہ میں غریب مسلمانوں کو اپنے پاس سے نکال دوں، مجھ سے ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، اگر بالفرض میں ان مسلمانوں کو اپنے پاس سے ہٹادوں اور اللہ تعالیٰ ناراض

وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿29﴾

اے میری قوم، میں تم سے اس (نصیحت) کے بدلہ کوئی مال نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو صرف اللہ ہی دے گا۔ میں ایمان والوں کو اپنے پاس سے نہیں نکال سکتا۔ بیشک وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ نہایت ہی نادانی کا مظاہرہ کرتے ہو۔ ﴿29﴾

وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿30﴾

اے میری قوم، اگر میں ان مومنوں کو اپنے پاس سے نکال دوں، تو اللہ کی پکڑ سے مجھے کون بچائے گا؟ کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے ہو۔ ﴿30﴾

وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۖۚ اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿31﴾

میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، نہ میں غیب جانتا ہوں، نہ میں یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ جو تمہاری نظر میں حقیر ہیں، اللہ انہیں کوئی بھلائی نہیں دے گا۔ اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے۔ اگر میں ایسی باتیں کہوں گا تو یقیناً میرا شمار ظالموں میں ہو جائے گا۔ ﴿31﴾

قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ

انہوں (قوم کے لوگوں) نے کہا اے نوح، تم نے ہم سے بحث کرلی اور خوب بحث کرلی ہے۔

ہو کر مجھ پر اپنا عذاب نازل کر دے تو تم میں سے کون میری مدد کرے گا؟۔ یہی مطالبہ مکہ کے سرداروں نے رسول اکرم ﷺ سے بھی کیا تھا، جس پر یہ آیت اتری:۔ (ترجمہ) ''آپ انہیں اپنے پاس سے نہ ہٹائیں جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں اور اس کی رضامندی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔'' (الانعام 6: آیت 52)

آیات 32 تا 34: قوم نوح کا عذابِ الٰہی کو دعوت:

جب قومِ نوح کے پاس کفر و دشمنی پر قائم رہنے کی کوئی دلیل باقی نہ رہی اور نوح علیہ السلام کے دلائل کے

جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿32﴾

تم جس عذاب سے ہمیں ڈرا رہے ہو، اب اسے لے ہی آؤ، اگر تم سچے ہو۔ ﴿32﴾

قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿33﴾

نوح (علیہ السلام) نے کہا کہ عذاب تو صرف اللہ ہی لائے گا، اگر وہ چاہے گا اور تم اسے عاجز کرنے والے نہیں ہو۔ ﴿33﴾

وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۫ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿34﴾ ؕ

میری خیر خواہی تمہیں کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتی، اگرچہ میں تمہاری کتنی ہی خیر خواہی کیوں نہ چاہوں، جبکہ اللہ کا ارادہ تمہیں گمراہ کرنے کا ہو، وہی تمہارا پروردگار ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ ﴿34﴾

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ

کیا یہ (کفار) کہتے ہیں کہ اس (قرآن) کو

آگے انہوں نے اپنے آپ کو عاجز پایا تو کہنے لگے کہ اے نوح، ہم تمہارے مناظروں سے تنگ آگئے ہیں، اگر تم سچے ہو تو جس عذاب سے ہمیں ڈرا رہے ہو، اسے لاکر دکھادو۔ نوح علیہ السلام نے جواب دیا کہ عذاب لانا تو میرے اختیار میں نہیں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہے گا عذاب آجائے گا۔ اس وقت تم اس عذاب کو روک نہیں سکو گے۔ اسی طرح کا مطالبہ مشرکین مکہ نے بھی آپ ﷺ سے کیا تھا لیکن اللہ عزّ وجل نے ان کا یہ مطالبہ رد کر دیا تھا۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔ (ترجمہ) ''اور جب انہوں (مشرکینِ مکہ نے) کہا کہ اے اللہ، اگر یہ قرآن واقعی آپ کی طرف سے ہے، تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر کوئی دردناک عذاب نازل فرما۔'' (الانفال 8: آیت 32)۔ کفار کے اس طرح کے مطالبات، اگر اللہ تعالیٰ پورا کرتے رہتے تو ان کا بہت جلد خاتمہ ہو جاتا لیکن اللہ ربّ العزّت مہلت دیتے ہیں تاکہ یہ ایمان لے آئیں۔

آیت 35: قرآنی آیات گھڑنے کا الزام:

رسول اکرم ﷺ نے قرآن کریم کی تعلیمات لوگوں تک پہنچانا شروع کیں، تو کفار نے اس پر عمل کرنے کی بجائے آپ ﷺ پر قرآن کریم بذات خود گھڑنے کا الزام لگا دیا، جس پر اللہ تعالیٰ نے

افْتَرٰىهُ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿35﴾

خود اسی (محمد) نے گھڑ لیا ہے؟ (اے نبی ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ اگر میں نے اسے گھڑ لیا ہے، تو میرا گناہ مجھ پر ہے اور میں ان گناہوں سے بری ہوں جو تم کر رہے ہو۔ ﴿35﴾

وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿36﴾

نوح (علیہ السلام) کی طرف وحی بھیجی گئی کہ آپ کی قوم میں سے جو ایمان لا چکے انکے سوا اب اور کوئی بھی ایمان نہیں لائیگا، پس آپ اس پر غم نہ کیجئے، جو یہ کر رہے ہیں۔ ﴿36﴾

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا

ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے

فرمایا کہ اے محمد ﷺ، آپ انہیں جواب دیں کہ اگر ایسا ہی ہے تو اس کا وبال مجھ پر ہی ہوگا، تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ فرمانِ الٰہی ہے:- (ترجمہ) ''یہ (کفار) کہتے ہیں کہ اسے (قرآن کو) تو آپ نے خود ہی گھڑ لیا ہے، آپ فرما دیجئے کہ اگر میں خود ہی اسے بنا لایا ہوں تو تم میرے لئے اللہ کی طرف سے کسی بھی چیز کا اختیار نہیں رکھتے ہو، تم اس قرآن کے بارے میں جو کہہ رہے ہو، اللہ اسے خوب جانتا ہے، میرے اور تمہارے درمیان حق کو واضح کرنے والا وہی (اللہ) کافی ہے۔'' (الاحقاف 46: آیت 8)

آیت 36: نوح علیہ السلام کی دعا:

جب نوح علیہ السلام نے قوم سے عذاب کا مطالبہ سنا اور وحی کے ذریعہ آپ علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ اب آپ کی قوم میں سے کوئی بھی ایمان نہیں لائے گا، تو آپ علیہ السلام نے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے یہ دعا مانگی۔ (ترجمہ) ''اے پروردگار، روئے زمین پر ان کفار میں سے کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑیئے۔ اگر آپ نے انہیں زندہ رکھا تو یہ آپ کے دوسرے بندوں کو بھی گمراہ کر دیں گے اور ان کے ہاں جو بھی بچے پیدا ہونگے، بدکار اور ناشکرے ہونگے۔'' (نوح 71: آیات 26 تا 27)

آیات 37 تا 39: نوح علیہ السلام کو کشتی تیار کرنے کا حکم:

جب نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے بارے میں عذاب نازل ہونے کی دعا مانگی تو اللہ ربّ العزّت نے نوح علیہ السلام کو کشتی تیار کرنے کا حکم دیا اور نافرمان قوم پر واقع ہونے والے عذاب کی خبر دے دی۔ نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کشتی تیار کرنا شروع کر دی۔ چونکہ نوح علیہ السلام کشتی بنانے کا کام پانی

وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿37﴾

مطابق کشتی تیار کرو اور ظالموں کے بارے میں ہم سے کوئی بات نہ کرنا ۔ بے شک وہ غرق کر دیئے جائیں گے۔ ﴿37﴾

وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ ۖ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ۭ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿38﴾ ۭ

وہ (نوح علیہ السلام) کشتی بنانے لگے اور جب ان کی قوم کے سرداران کے پاس سے گزرتے تو ان کا مذاق اڑاتے، وہ (نوح علیہ السلام) کہتے اگر تم ہمارا مذاق اڑا رہے ہو تو ہم بھی (ایک دن) تمہارا اسی طرح مذاق اڑائیں گے، جس طرح تم اڑا رہے ہو۔ ﴿38﴾

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿39﴾

تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے (دنیا میں) رسوا کر دے گا اور اس پر (آخرت میں) ہمیشہ کا عذاب نازل ہوگا۔ ﴿39﴾

حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ

یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آپہنچا اور تنور ابلنے

سے بہت دور ایک میدان میں کر رہے تھے، اس لئے جب کفار آپ علیہ السلام کے پاس سے گزرتے تو مذاق اڑاتے کہ یہاں پانی کا نام و نشان ہی نہیں اور آپ کشتی بنا رہے ہیں؟ کفار کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں پانی میں غرق کرنے والا ہے۔ آپ علیہ السلام انہیں جواب دیتے کہ جس طرح آج تم ہمیں مذاق کا نشانہ بنا رہے ہو اسی طرح ایک دن تم بھی مذاق کا نشانہ بنائے جاؤ گے اور جب عذاب آئے گا تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کا شکار ہوتا ہے۔

آیت 40: کشتیٔ نوح میں ہر جاندار کا جوڑا سوار کرنے کا حکم:

جب نوح علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت کا حکم آ گیا اور پانی پوری شدت کے ساتھ ابلنے لگا۔ تو اللہ عزّ وجل نے نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ اہل ایمان سمیت زمین پر پائے جانے والے تمام جانداروں کا ایک ایک جوڑا بھی کشتی میں سوار کر لیں۔ جب نوح علیہ السلام نے تمام مومنوں اور جانداروں کو کشتی میں سوار کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے نافرمان قوم پر سخت ترین عذاب نازل فرمایا۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔ (ترجمہ) ''ہم نے

قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَ مَنْ اٰمَنَ ؕ وَ مَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿40﴾

لگا تو ہم نے کہا کہ اس کشتی میں ہر قسم کے جانوروں کا ایک ایک جوڑا (نر اور مادہ) سوار کرلو اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی، سوائے ان کے، جن کے بارے میں (سوار نہ کرنے کا) حکم آچکا ہے اور تمام ایمان والوں کو بھی (سوار کرلو) اور اس (نوح علیہ السلام) پر بہت ہی کم لوگ ایمان لائے تھے۔ ﴿40﴾

وَ قَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿41﴾

نوح (علیہ السلام) نے کہا (اے مومنو) اس کشتی میں سوار ہو جاؤ، اس کا چلنا اور ٹھہرنا اللہ ہی کے نام سے ہے، یقیناً میرا رب بڑی بخشش اور خوب رحم کرنے والا ہے۔ ﴿41﴾

وَ هِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۫ وَ نَادٰى نُوْحُ ابْنَهٗ

وہ (کشتی) انہیں پہاڑوں جیسی موجوں میں لے کر جارہی تھی اور نوح (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے کو پکارا جو

آسمان کے دروازے موسلا دھار بارش کے ساتھ کھول دیئے اور زمین سے پانی کے چشمے جاری کردیئے، پس یہ سارا پانی اس (عذاب) کے لئے جمع ہوگیا جو مقدر کیا گیا تھا اور ہم نے ان (نوح علیہ السلام اور مومنوں) کو تختوں اور کیلوں سے بنی ہوئی کشتی پر سوار کردیا جو ہماری نگاہ کے سامنے چل رہی تھی۔ یہ سب (عذاب) کفار کے برے اعمال کا بدلہ تھا۔'' (القمر 54: آیات 11 تا 14)

آیت 41: اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت:

جب نوح علیہ السلام نے طوفان کو آتے ہوئے دیکھا تو مومنین سے کہا کہ آؤ، اس کشتی میں سوار ہوجاؤ۔ یہ اللہ عزّ وجل کے عظیم نام کی برکت سے چلتی رہے گی اور اسی کے نام کی برکت سے خشکی پر ٹھہر جائے گی۔ امت محمدیہ کو بھی یہی تعلیم دی گئی ہے کہ ہر کام سے پہلے ''بِسْمِ اللّٰہِ'' اور سواری پر سوار ہونے سے پہلے مسنون دعا پڑھیں۔ (مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر المومنون 23: آیات 28 تا 29)

آیات 42 تا 43: پانی کی طغیانی اور کشتی کا بحفاظت چلنا:

جب قوم نوح پر سخت طوفان آیا اور ہر طرف پانی ہی پانی ہوگیا اور بڑے بڑے پہاڑ بھی پانی میں ڈوب گئے، تو اس شدید طغیانی کے باوجود بھی نوح علیہ السلام کی کشتی بلند وبالا موجوں میں صحیح وسالم چل رہی تھی اس لئے کہ اس کا محافظ اللہ تعالیٰ تھا۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔ (ترجمہ) ''بے شک جب پانی میں طغیانی

وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿42﴾

(ان سے) الگ تھلگ تھا، اے میرے بیٹے، ہمارے ساتھ سوار ہوجاؤ اور کفار کے ساتھ نہ رہ جاؤ۔ ﴿42﴾

قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ۭ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ﴿43﴾

اس (نوح علیہ السلام کے بیٹے) نے جواب دیا کہ میں کسی بڑے پہاڑ کی طرف پناہ لے لوں گا وہ مجھے پانی سے بچالے گا۔ نوح (علیہ السلام) نے کہا کہ آج اللہ کے حکم (عذاب) سے کوئی بچانے والا نہیں، صرف وہی بچیں گے جن پر اللہ کا رحم ہو۔ اسی وقت ان دونوں کے درمیان موج حائل ہوگئی اور وہ ڈوبنے والوں میں سے ہوگیا۔ ﴿43﴾

وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَاۗءَكِ وَيٰسَمَاۗءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَاۗءُ

فرمادیا گیا کہ اے زمین، اپنے پانی کو نگل جا اور اے آسمان، (برسنے سے) رُک جا، اسی وقت پانی خشک

آئی تو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کیا تاکہ اسے تمہارے لئے نصیحت بنائیں اور یاد رکھنے (نصیحت حاصل کرنے) والے کان اسے یاد رکھیں۔'' (الحاقۃ 69: آیات 11 تا 12)۔ جب نوح علیہ السلام کشتی پر سوار ہونے لگے تو اپنے چوتھے بیٹے ''یام'' (جس کا لقب کنعان تھا) سے کہا کہ تم بھی اپنے تینوں بھائیوں کی طرح مجھ پر ایمان لے آؤ اور کشتی میں سوار ہوجاؤ۔ وہ کہنے لگا ''میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر طوفان سے محفوظ ہوجاؤں گا۔'' نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ عام طوفان نہیں، یہ تو اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے اور اس سے صرف وہی بچے گا، جس پر اللہ رحم فرمائے گا۔ اتنے میں ایک موج آئی اور بیٹا باپ کی نظروں کے سامنے ڈوب گیا۔

آیت 44: قومِ نوح پر عذاب کی تکمیل:

جب زمین اور آسمان سے شدید پانی جمع ہونے سے زمین پر بسنے والے تمام کافر ڈوب گئے اور صرف وہی لوگ بچے جو کشتی میں سوار تھے، تو اللہ احکم الحاکمین کا فیصلہ مکمل ہوگیا۔ اللہ عزّ وجل نے زمین کو حکم دیا کہ جتنا پانی زمین پر موجود ہے، وہ سب پی جا اور آسمان کو حکم دیا کہ اب برسنا بند کردے۔ اس طرح زمین سے پانی کم ہونے لگا تو کشتی اپنے سواروں کے ساتھ ''جودی'' پہاڑ (جو موصل شہر جو کردستان

وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿44﴾

کر دیا گیا اور (کفار کا) کام تمام ہو گیا اور کشتی جودی (پہاڑ) پر جا ٹھہری اور فرما دیا گیا کہ ظالم لوگوں پر (اللہ کی) لعنت ہو۔ ﴿44﴾

وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿45﴾

نوح (علیہ السلام) نے اپنے پروردگار کو پکارتے ہوئے کہا کہ اے میرے رب، میرا بیٹا تو میرے گھر والوں میں سے ہے، یقیناً آپ کا وعدہ بالکل سچا ہے اور آپ تمام حاکموں سے بہتر حاکم ہیں۔ ﴿45﴾

قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۫ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿46﴾

اللہ نے فرمایا کہ اے نوح، یقیناً وہ آپ کے خاندان میں سے نہیں ہے، اس کے اعمال اچھے نہیں ہیں۔ آپ کو مجھ سے وہ چیز نہیں مانگنی چاہئے جس کا آپ کو علم نہ ہو، میں آپکو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ جاہلوں میں شامل نہ ہوں۔ ﴿46﴾

قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ

نوح (علیہ السلام) نے کہا اے میرے رب، میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ آپ سے وہ

میں ہے) پر رک گئی اور تمام لوگ بحفاظت کشتی سے نیچے اتر آئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوا کہ اب زمین ظالموں سے پاک ہوگئی ہے، لہٰذا تم امن اور سکون سے اس میں رہو۔

آیت 45: نوح علیہ السلام کی اپنے بیٹے کے لئے دعا:

جب نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے یام کو اپنی آنکھوں کے سامنے ڈوبتے ہوئے دیکھا تو پدری شفقت سے متاثر ہوکر دعا مانگی: اے میرے رب، میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور آپ کا وعدہ برحق ہے کہ آپ کے گھر والے عذاب سے بچ جائیں گے۔

آیات 46 تا 47: نسبی قرابت اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتی:

نوح علیہ السلام نے قرابتِ نسبی (رشتہ داری) کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنے بیٹے کے لئے دعا مانگی لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کی بنیاد پر قرابتِ دینی کے اعتبار سے اس بات کی نفی فرمادی کہ وہ آپ کے گھرانہ میں سے نہیں

وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَ تَرْحَمْنِیْۤ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿47﴾

چیز مانگوں جس کا مجھے علم ہی نہ ہو۔ اگر آپ مجھے نہ بخشیں گے اور مجھ پر رحم نہ فرمائیں گے تو میں خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔ ﴿47﴾

قِیْلَ یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَ بَرَكٰتٍ عَلَیْكَ وَ عَلٰۤى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَ اُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ یَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿48﴾

فرمادیا گیا کہ اے نوح، ہماری جانب سے سلامتی اور ان برکات کے ساتھ (کشتی سے) اتر جایئے، اور آپ پر اور آپکے ساتھ جو (مومنین) ہیں، ان پر ہماری برکتیں نازل ہونگی۔ اور کچھ قوموں کو ہم (دنیا میں تو) فائدہ پہنچائیں گے، لیکن پھر (آخرت میں) ہماری طرف سے انہیں دردناک عذاب پہنچے گا۔ ﴿48﴾

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ

(اے نبی ﷺ) یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں جنہیں

کیونکہ ایک نبی کا اصل گھرانہ تو وہی ہوتا ہے جو اس پر ایمان لائے، چاہے وہ کوئی بھی ہو اور اگر کوئی ایمان نہ لائے تو چاہے وہ نبی کا باپ، بیٹا یا بیوی ہو۔ وہ نبی کے گھرانہ کا فرد نہیں۔ معلوم ہوا کہ جس کے پاس ایمان اور عمل صالح نہیں ہوگا اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اللہ کا پیغمبر بھی نہیں بچا سکتا، نیک اعمال کے بغیر صرف کسی بڑے خاندان سے ہونا، کسی پیر و فقیر سے وابستہ ہونا، آخرت میں نجات کا ذریعہ ہرگز نہیں بن سکتا۔ نوح علیہ السلام کو جب یہ علم ہوا کہ ان کا سوال درست نہیں، تو فوراً اللہ ربّ العزّت سے رجوع فرمالیا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کے طالب ہوگئے۔

آیت: 48: سلامتی کی بشارت:

اللہ تعالیٰ کے حکم سے کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی۔ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام، آپ کے مومن ساتھیوں اور ان کی مسلمان اولاد کو سلامتی اور برکت کی بشارت دی اور کفار پر یہ بات واضح فرمادی کہ وہ دنیا کی چند روزہ زندگی میں بہت خوش وخرم رہیں گے لیکن آخرت میں دردناک عذاب کا مزہ چکھیں گے۔ اس آیتِ مبارکہ میں قیامت تک آنے والے مومنوں کے لئے سلامتی اور برکت کی خوشخبری ہے۔

آیت 49: گزشتہ واقعات کا بیان کرنا آپ ﷺ کی نبوت کی واضح دلیل ہے:

اس آیتِ مبارکہ میں نبی کریم ﷺ کو مخاطب کیا جارہا ہے کہ یہ واقعات آپ ﷺ کے سامنے پیش

اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَ
لَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ
فَاصْبِرْ ۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿49﴾ ع
وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۛ قَالَ
يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ
مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۛ اِنْ اَنْتُمْ
اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿50﴾
يٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۛ

ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں اس سے پہلے یہ خبریں نہ آپ جانتے تھے اور نہ ہی آپ کی قوم۔ اس لئے آپ صبر کرتے رہئے۔ یقین مانئے کہ بہترین انجام پرہیزگاروں کے لئے ہی ہے۔ ﴿49﴾
اور (ہم نے) قومِ عاد کی طرف ان کے بھائی ہود (علیہ السلام) کو بھیجا، انہوں نے کہا کہ اے میری قوم اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں، تم تو صرف بہتان باندھ رہے ہو۔ ﴿50﴾
اے میری قوم، میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اس (اللہ) کے

نہیں آئے بلکہ گذشتہ زمانہ کے واقعات ہیں، جن کی اطلاع آپ ﷺ کو وحی کے ذریعہ دی جاتی ہے۔ پھر آپ ﷺ ان واقعات کو اسی طرح سناتے ہیں جیسے آپ ﷺ نے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔ یہ آپ ﷺ کی نبوت کی سچائی پر واضح دلائل ہیں۔ پہلے انبیا علیہم السلام کی کتابیں بھی ان واقعات کی تصدیق کرتی ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی آپ ﷺ کو جھٹلائے یا تکالیف پہنچائے تو آپ ﷺ صبر کا دامن تھام لیجئے، بالآخر آپ ﷺ ہی کو قابلِ رشک کامیابی حاصل ہوگی۔

آیات 50 تا 52: ہود علیہ السلام کی دعوتِ توحید:

اللہ ربّ العزّت نے قومِ عاد کی طرف ہود علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا، جو انہیں توحید کی تعلیم دیتے اور کفر و بت پرستی سے روکتے تھے۔ قومِ عاد نے اپنے ہاتھوں سے بت تراش کر، ان کے نام گھڑ کر معبود قرار دیا ہوا تھا۔ ہود علیہ السلام نے ان سے کہا کہ اے میری قوم، اللہ کے سوا تمہارا کوئی حقیقی معبود نہیں، میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری خیر خواہی کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔ مجھے تم سے کوئی لالچ نہیں میں تو صرف اللہ عزّ وجل کی رضا کا طلبگار ہوں، اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہوگیا تو مجھے بہترین صلہ عطا فرمائے گا۔ میں تمہارا خیر خواہ ہوں اس لئے میں تمہیں نصیحت کر رہا ہوں کہ اگر تم ان بتوں کی پوجا چھوڑ کر توبہ و استغفار کرو گے اور آئندہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے باز آجاؤ گے تو اللہ عزّ وجل تمہارے گناہ معاف کر کے تمہاری قوت اور مال و دولت میں اضافہ فرمادیں گے۔

اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی الَّذِیْ فَطَرَنِیْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿51﴾

ذمہ ہے، جس نے مجھے پیدا کیا ہے، تو کیا پھر بھی تم عقل سے ذرا کام نہیں لیتے؟ ﴿51﴾

وَ یٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ یَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَ لَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ ﴿52﴾

اے میری قوم، تم اپنے پروردگار سے (اپنے گناہوں کی) معافی مانگو اور اسی سے توبہ کرو، وہ خوب برسنے والے بادل تم پر بھیج دے گا اور تمہیں مزید قوت دے گا اور تم مجرموں کی طرح (حق سے) منہ نہ پھیرو۔ ﴿52﴾

قَالُوْا یٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ وَّ مَا نَحْنُ بِتَارِكِیْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَ مَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿53﴾

انہوں نے کہا: ”اے ہود، تم نے ہمارے سامنے کوئی واضح دلیل نہیں پیش کی اور ہم اپنے معبودوں کو صرف تمہاری بات میں آ کر نہیں چھوڑ سکتے اور نہ ہی ہم تجھ پر ایمان لانے والے ہیں۔“ ﴿53﴾

اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّیْۤ اُشْهِدُ

(بلکہ) ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تمہیں (دماغی) خرابی میں مبتلا کر دیا ہے۔ ہود (علیہ السلام) نے کہا کہ بے شک میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم

آیت 53: قومِ عاد کا جواب:

ہود علیہ السلام کی دعوتِ توحید سن کر قوم عاد نے جواب دیا کہ تم نے ہمارے سامنے توحید کی کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ تمہارا صرف یہ کہنا کہ اللہ ہی کو معبود مانو اور بت پرستی چھوڑ دو، یہ ہمارے لئے کافی نہیں، صرف تمہاری باتوں کی وجہ سے ہم اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑ سکتے، ہم تو تمہیں سچا ہی نہیں سمجھتے لہٰذا ہم تمہاری رسالت پر ایمان نہیں لاتے۔ قوم عاد کا یہ جواب جہالت اور ضد پر مبنی تھا۔ ورنہ ہود علیہ السلام کے وعظ سے توحید کے قطعی دلائل ثابت ہیں، جن سے شرک کی تردید ہوتی ہے۔

آیات 54 تا 56: مومن صرف اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرتے ہیں:

قوم عاد نے مزید کہا کہ چونکہ تم ہمیں دیوتاؤں کی عبادت سے روک رہے ہو اور ان کی شان میں گستاخی کر رہے ہو۔ اس لئے ضرور کسی دیوتا نے ناراض ہو کر تمہیں پاگل بنا دیا ہے۔ آپ علیہ السلام نے

اللّٰهَ وَ اشْهَدُوْۤا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ
مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿54﴾
مِنْ دُوْنِهٖ فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا
ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿55﴾

بھی گواہ رہو کہ میں اللہ کے سوا سب سے بیزار ہوں جنہیں تم شریک بنا رہے ہو۔ ﴿54﴾
اللہ کے علاوہ تم سب مل کر میرے خلاف سازش کرلو اور مجھے بالکل بھی مہلت نہ دو۔ ﴿55﴾

اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَ
رَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ
اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى
صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿56﴾

بے شک میں نے اس اللہ پر بھروسہ کیا ہے، جو میرا اور تم سب کا پروردگار ہے۔ (زمین پر) چلنے والا کوئی بھی جاندار ایسا نہیں، مگر سب کی پیشانی وہی تھامے ہوئے ہے۔ یقیناً میرا رب بالکل صحیح راہ پر ہے۔ ﴿56﴾

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّاۤ
اُرْسِلْتُ بِهٖۤ اِلَیْكُمْ ؕ وَ یَسْتَخْلِفُ
رَبِّیْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ۚ وَ لَا تَضُرُّوْنَهٗ
شَیْـًٔا ؕ اِنَّ

پس اگر تم (حق سے) روگردانی کرو (تو کرو) میں نے تو تمہیں وہ (پیغام) پہنچا دیا ہے جو مجھے تمہاری طرف دے کر بھیجا گیا تھا۔ میرا رب تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئے گا اور تم اسے کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکو گے، یقیناً

قوم کا یہ نامعقول جواب سن کر فرمایا کہ اگر یہی بات ہے، تو میں تمہیں اور اپنے رب کو گواہ بنا کر صاف صاف کہتا ہوں کہ میں ان تمام بتوں سے بیزار ہوں، میں تو صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہوں جو نہ صرف میرا اور تمہارا بلکہ پوری کائنات کا مالک ہے۔ اور تمہارا یہ عقیدہ کہ ان بتوں نے مجھے کچھ کر دیا ہے یہ بالکل غلط ہے، ان بتوں کے اندر یہ قدرت ہی نہیں کہ کسی کو نفع یا نقصان پہنچا سکیں اور اگر تمہیں میری اس بات پر یقین نہیں آتا تو اپنے سارے معبودوں کو میرے خلاف جمع کرلو اور مجھے کچھ نقصان پہنچا کر دکھاؤ، اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کوئی بھی مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

آیت 57: ہود علیہ السلام کے وعظ کا اختتام:

ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تو تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا کر اپنی ذمہ داری ادا کر چکا ہوں اگر تم یہ پیغام جھٹلا رہے ہو تو اس کا وبال تم ہی پر پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر بھی قادر ہے کہ تمہیں ختم کر کے تمہاری جگہ ایسے لوگ پیدا کر دے جو توحید کی امانت کو اپنے سینہ میں جگہ دیں اور اسی کے کلمہ کو بلند کرنے میں کوشاں رہیں۔ تم جیسے مشرکوں کی اسے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ تمہارے کفر و شرک سے اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔

رَبِّیْ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ ﴿57﴾
میرا پروردگار ہر چیز پر نگہبان ہے۔ ﴿57﴾

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا هُوْدًا وَّ
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ
وَنَجَّیْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِیْظٍ ﴿58﴾
اور جب ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا تو ہم نے ہود (علیہ السلام) اور ان کے مسلمان ساتھیوں کو اپنی خاص رحمت سے نجات عطا فرمائی اور ہم نے ان سب کو سخت عذاب سے بچالیا۔ ﴿58﴾

وَتِلْكَ عَادٌ ۗ جَحَدُوْا بِاٰیٰتِ
رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْۤا
اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ﴿59﴾
یہ تھی قوم عاد، جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا اور اسکے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر سرکش، نافرمان (سردار) کی پیروی کرتے رہے۔ ﴿59﴾

وَاُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً وَّ
یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا
رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿60﴾ ع
دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگادی گئی اور قیامت کے دن بھی (لگی رہے گی)، دیکھ لو بے شک قومِ عاد نے اپنے رب سے کفر کیا، ہود (علیہ السلام) کی قوم عاد پر (اللہ کی) لعنت ہو۔ ﴿60﴾

آیات 58 تا 60 : قوم عاد کو عذاب نے گھیر لیا:

اپنے نبی کو نہ ماننے اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرنے کی وجہ سے قومِ عاد پر وہ دردناک گھڑی آپہنچی جس سے انہیں ڈرایا گیا تھا۔ خیر و برکت سے خالی، ہولناک آندھی اللہ تعالیٰ کا عذاب لے کر نازل ہوئی۔ اللہ عزّ وجل کی رحمت سے مومن اس عذاب سے بچ گئے مگر تمام کفار ہلاک ہوگئے۔ قوم عاد کا دردناک حشر ہوا۔ فرمانِ الٰہی ہے (ترجمہ) ''اور قومِ عاد بے حد تیز آندھی سے ہلاک کئے گئے جو ان پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن تک اللہ کے حکم سے چلتی رہی، پس کاش تم دیکھتے کہ قوم (عاد) اس طرح (زمین پر) گری پڑی تھی، جیسے کھجور کے کھوکھلے تنے ہوں۔'' (الحاقۃ 69: آیات 6 تا 7)

چونکہ ایک نبی کو نہ ماننے والا تمام انبیا علیہم السلام کا منکر ہوتا ہے اس لئے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا کہ قوم عاد نے انبیا علیہم السلام کو جھٹلایا اور ان کا حکم نہیں مانا بلکہ، ضدی اور سرکش لوگوں کی بات مانتے رہے اس لئے عذاب کا شکار ہوگئے۔ یہ دنیا میں بھی عذابِ الٰہی کا شکار ہوئے اور آخرت میں بھی ذلیل و رسوا کرنے والے عذاب کا شکار ہونگے۔ (مزید تفصیل کے لئے پڑھیے الاعراف 7: آیات 65 تا 72)

وَ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿61﴾ قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَاۤ اَتَنْهٰىنَاۤ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَ اِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا

اور (ہم نے) قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو بھیجا، انہوں نے کہا کہ اے میری قوم، تم اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، اسی نے تمہیں زمین (مٹی) سے پیدا کیا ہے اور اسی نے اس (زمین) میں تمہیں بسایا ہے، پس تم اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور اس کی طرف توبہ کرو۔ بے شک میرا رب قریب ہے اور دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔ ﴿61﴾
انہوں نے کہا اے صالح، اس سے پہلے تو ہم تم سے بہت سی امیدیں لگائے ہوئے تھے، کیا تم ہمیں ان کی عبادت سے روک رہے ہو جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے، ہمیں تو اس (دین) میں بہت زیادہ شک ہے، جس کی طرف

آیت 61: صالح علیہ السلام کا قوم ثمود کو پیغام:

قوم عاد کی ہلاکت کے بعد جو ایمان والے عذاب سے بچ گئے تھے ان کی اولاد قوم ثمود میں شرک و فساد پھیل گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح کے لئے صالح علیہ السلام کو اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا انہوں نے اپنی قوم کو اللہ عزّ وجل کا یہ پیغام پہنچایا کہ صرف ایک اللہ ہی کی عبادت کرو، جس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، لہٰذا اسی سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور آئندہ کے لئے ہر برائی سے توبہ کرلو، توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دیں گے۔

آیت 62: قوم ثمود کا جواب:

ہر پیغمبر اپنی قوم میں چونکہ اخلاق و کردار اور امانت و دیانت میں ممتاز ہوتا ہے۔ اس لئے قوم کو اس سے اچھی امیدیں وابستہ ہوتی ہیں۔ اسی اعتبار سے قوم ثمود نے صالح علیہ السلام کو جواب دیا کہ رسالت کے دعویٰ سے پہلے ہم تم سے بڑی امیدیں لگائے ہوئے تھے۔ افسوس کہ تم نے ہماری تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ تم ہمیں ہمارے اس دین سے روک رہے ہو، جس پر ہمارے باپ دادا قائم تھے۔ تم ہمارے بزرگوں سے بڑھ کر نہیں ہوسکتے۔ اس لئے تم جو نیا دین ہمارے سامنے پیش کر رہے ہو، ہم

تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿62﴾

تم ہمیں بلا رہے ہو۔ ﴿62﴾

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ ۫ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿63﴾

انہوں (صالح علیہ السلام) نے جواب دیا کہ اے میری قوم، ذرا غور تو کرو، میں اپنے رب کی طرف سے ایک مضبوط دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت (نبوت) عطا کی ہے، پھر اگر میں اسکی نافرمانی کروں تو کون ہے، جو اللہ کے مقابلہ میں میری مدد کریگا؟ تم تو سوائے نقصان کے مجھے کچھ بھی نہ دو گے۔ ﴿63﴾

وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿64﴾

اور اے میری قوم، یہ اونٹنی تمہارے لئے اللہ کی نشانی (معجزہ) ہے، لہٰذا تم اسے اللہ کی زمین میں چرنے کے لئے (آزاد) چھوڑ دو اور اسے کوئی تکلیف نہ دینا ورنہ جلد ہی تمہیں (اللہ کا) عذاب پکڑ لے گا۔ ﴿64﴾

فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ

پھر بھی ان لوگوں نے اس اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں، اس پر صالح (علیہ السلام) نے کہا کہ اچھا تم اپنے گھروں میں تین دن تک تو فائدہ اٹھالو، یہ

اسے کیسے مان لیں؟ ہمیں تو اس نئے دین کے بارے میں بہت زیادہ شک ہے۔

آیات 63 تا 68: صالح علیہ السلام کا معجزہ:

جب صالح علیہ السلام کی قوم نے ان کے لائے ہوئے دین میں شک کا اظہار کیا تو انہوں نے اپنی قوم کو سمجھانے کے لئے فرمایا کہ اے میری قوم، میں تو اپنے رب کی جانب سے نازل کئے گئے دین حق پر قائم ہوں اور اس نے مجھے نبوت سے نوازا ہے۔ اگر میں تمہاری خواہش پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو مجھے اس کے عذاب سے کون بچا سکے گا؟۔ یہ سن کر قوم نے صالح علیہ السلام سے کہا کہ اگر تم واقعی اللہ کے نبی ہو تو اللہ سے کہو کہ وہ بطور معجزہ اس پہاڑ سے ایک حاملہ اونٹنی کو نکال دے، صالح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو پہاڑ سے حاملہ اونٹنی نکل آئی۔ یہ معجزہ پیش کرنے کے بعد صالح علیہ السلام نے قوم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے مطالبہ کے مطابق اونٹنی بھیج دی ہے، لہٰذا تم اسے آزاد چھوڑ دو۔ یہ

ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿65﴾

وعدہ جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ ﴿65﴾

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿66﴾

پھر جب ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا تو ہم نے صالح (علیہ السلام) اور انکے مومن ساتھیوں کو اپنی رحمت سے نجات دی اور اس (قیامت کے) دن کی رسوائی سے بھی (محفوظ کر دیا) یقیناً تمہارا رب نہایت طاقتور اور سب پر غالب ہے۔ ﴿66﴾

وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿67﴾ۙ

اور ظالموں کو بڑے زور کی چیخ نے آ پکڑا، پھر وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ گر کر ہلاک ہو گئے۔ ﴿67﴾

كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿68﴾ۧ

جیسے کبھی وہ وہاں آباد ہی نہ تھے۔ آگاہ رہو بے شک (قوم) ثمود نے اپنے رب کا انکار کیا، سن لو، ثمود کے لئے (اللہ کی) رحمت سے دوری (لکھ دی گئی) ہے۔ ﴿68﴾

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ

اور ہمارے قاصد (فرشتے) ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس خوشخبری لے کر پہنچے، انہیں سلام کیا۔ انہوں نے بھی

جہاں چاہے چرتی پھرے۔ ساتھ ہی صالح علیہ السلام نے قوم کو متنبہ فرما دیا کہ کوئی بھی اسے تکلیف نہ پہنچائے، ورنہ تم پر بہت جلد اللہ عزّ وجل کا عذاب آجائے گا لیکن قوم کے چند بد بخت لوگوں نے اس اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ کر اسے ہلاک کر دیا۔ چنانچہ وحی کی اطلاع کے مطابق صالح علیہ السلام نے قوم کو خبردار کر دیا کہ تم تین دن تک تو خوب مزے اڑا لو، اس کے بعد تم پر اللہ تعالیٰ کا سخت ترین عذاب آنے والا ہے، جس سے تمہیں کوئی بھی بچا نہیں سکے گا۔ آخر کار تین دن کے بعد یہ قوم عذاب الٰہی کا شکار ہوگئی۔ یہ نافرمان لوگ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے اور ان کی بستیاں ایسے ویران ہو گئیں کہ جیسے ان میں کوئی بسا ہی نہ تھا۔ اللہ عزّ وجل نے صالح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو اس عذاب سے نجات عطا فرمائی۔ (مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر الاعراف 7: آیات 73 تا 79)

آیات 69 تا 70: ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی آمد اور انکی مہمان نوازی:

اللہ ربّ العزّت نے انسانی شکل میں ابراہیم علیہ السلام کے پاس اپنے فرشتوں کو بھیجا، جو ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام کی بشارت دینے آئے تھے۔ انہوں نے آکر آپ علیہ السلام کو سلام کیا آپ علیہ السلام نے سلام کا

سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿69﴾

جواب میں سلام کیا پھر ابراہیم (علیہ السلام) جلد ہی ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔ ﴿69﴾

فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿70﴾ؕ

پھر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ تو اس (کھانے) کی طرف نہیں بڑھ رہے ہیں، تو ان کو اجنبی سمجھ کر دل میں ان سے خوف محسوس کرنے لگے، انہوں (فرشتوں) نے کہا: ”ڈرو نہیں، ہم تو قومِ لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔“ ﴿70﴾

وَ امْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿71﴾

ان کی بیوی جو (قریب ہی) کھڑی تھیں، ہنس پڑیں، پھر ہم نے اسے اسحاق (علیہ السلام) کی اور اسحاق (علیہ السلام) کے بعد یعقوب (علیہ السلام) کی خوشخبری دی۔ ﴿71﴾

قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ؕ

وہ کہنے لگیں ہائے افسوس، کیا (اب) میں بچہ جنوں گی، حالانکہ میں خود بھی بوڑھی ہوں اور یہ

جواب دیا۔ چونکہ ابراہیم علیہ السلام کو معلوم نہیں تھا کہ یہ فرشتے ہیں، اس لئے انہوں نے اپنی مہمان نوازی کی عادت کے مطابق انہیں عام انسان سمجھتے ہوئے فوراً بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت لاکر پیش کردیا۔ پھر جب دیکھا کہ مہمان کھانے کی طرف ہاتھ ہی نہیں بڑھا رہے تو آپ علیہ السلام کو خیال آیا کہ کہیں یہ میرے دشمن نہ ہوں۔ اس لئے آپ علیہ السلام کو ان سے ڈر لگنے لگا۔ جب فرشتوں نے ابراہیم علیہ السلام کے چہرے پر خوف کے آثار دیکھے تو کہنے لگے کہ آپ گھبرائیں نہیں، ہم اس لئے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھا رہے کہ ہم تو فرشتے ہیں اور آپ علیہ السلام کو بیٹے اسحاق اور پوتے یعقوب علیہما السلام کی خوشخبری دینے اور لوط علیہ السلام کی قوم پر اللہ عزّ وجل کا عذاب لے کر آئے ہیں۔

آیت 71 تا 72: بڑھاپے میں اولاد کی خوشخبری پر تعجب:

جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو ہاجرہ علیہا السلام کے بطن سے اسماعیل علیہ السلام عطا کیا تو سارہ علیہا السلام نے بھی تمنا کی کاش انہیں بھی بیٹا ہوتا، لیکن وہ اپنے بڑھاپے کی وجہ سے نا امید تھیں۔ جب فرشتوں نے سارہ اور ابراہیم علیہما السلام کو بیٹے اسحاق اور پوتے یعقوب علیہما السلام کی خوشخبری سنائی تو ان کی زوجہ سارہ علیہا السلام بھی سن رہی تھیں۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً ننانوے سال اور ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔

اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ ﴿72﴾

میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں۔ یہ تو یقیناً بڑی عجیب بات ہے۔ ﴿72﴾

قَالُوْۤا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ﴿73﴾

انہوں (فرشتوں) نے کہا کیا تم اللہ کے فیصلہ پر تعجب کر رہی ہو؟ اے اس گھر کے رہنے والو، تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکات نازل ہوں، بے شک اللہ تعریفوں کے لائق اور بڑی شان والا ہے۔ ﴿73﴾

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِیْمَ الرَّوْعُ وَ جَآءَتْهُ الْبُشْرٰی یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍ ؕ ﴿74﴾

جب ابراہیم (علیہ السلام) کا ڈر اور خوف جاتا رہا اور انہیں (بیٹے اور پوتے کی) خوشخبری مل چکی تو وہ (ابراہیم علیہ السلام) ہم سے قومِ لوط کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ ﴿74﴾

سارہ علیہا السلام نے اپنے ہاں بیٹے کی خوشخبری سنی تو تعجب کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکیں اور فرشتوں سے کہا کہ میرے ہاں لڑکا کیسے ہوسکتا ہے؟ میں تو خود بھی بڑھیا ہوں اور میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ (مزید تفصیل جاننے کے لئے پڑھیے الانبیا 21 آیات 51 تا 72 اور الصافات 37: آیات 83 تا 109)

آیت 73: اللہ تعالیٰ کے فیصلے قابل تعجب نہیں ہوتے:

جب ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ سارہ علیہا السلام نے بیٹے کی خوشخبری ملنے پر تعجب کا اظہار کیا تو فرشتوں نے کہا کہ تم ایک نبی کی بیوی ہو کر اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر تعجب کرتی ہو، اس مبارک گھرانے پر تو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔ یہ اللہ عزّ وجل کا فیصلہ ہے کہ تمہیں اس عمر میں بیٹا دے گا۔

آیات 74 تا 76: ابراہیم علیہ السلام کی نرم دلی کا بیان:

فرشتوں سے اصل واقعہ معلوم ہونے پر جب ابراہیم علیہ السلام کا خوف ختم ہوگیا اور انہوں نے فرشتوں کی زبانی بیٹے اور پوتے کی خوشخبری بھی سن لی اور قوم لوط کی ہلاکت کی خبر بھی تو آپ علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا کہ اس بستی میں تو لوط علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے بھی موجود ہیں۔ تم ان کی موجودگی میں اس بستی کو کیسے ہلاک کروگے؟ فرشتوں نے جواب دیا کہ ہمیں علم ہے کہ وہاں لوط علیہ السلام اور دیگر مومن بھی موجود ہیں۔ ہم انہیں اور دیگر مومنوں کو عذاب سے بچالیں گے لیکن ان کی بیوی کفار کے ساتھ ہلاک ہوجائیگی۔ یہ سن کر خلیل اللہ علیہ السلام کو تسلی ہوئی۔ بلاشبہ آپ علیہ السلام بڑے تحمل مزاج، نرم دل

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿75﴾

یقیناً ابراہیم (علیہ السلام) بہت تحمل مزاج، نرم دل اور بہت زیادہ اللہ کی طرف جھکنے والے تھے۔ ﴿75﴾

يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَ اِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿76﴾

(اللہ نے فرمایا) اے ابراہیم، آپ اس معاملہ میں نہ پڑیئے، آپ کے رب کا حکم (عذاب) آپہنچا ہے اور ان پر ضرور عذاب آنے والا ہے، جو ان سے نہ ٹلے گا۔ ﴿76﴾

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَ ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴿77﴾

اور جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط (علیہ السلام) کے پاس پہنچے تو وہ ان کی وجہ سے بہت غمگین ہوئے اور دل ہی دل میں کڑھنے لگے اور کہنے لگے کہ آج کا دن بڑی مصیبت کا دن ہے۔ ﴿77﴾

وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ

اوران (لوط علیہ السلام) کی قوم کے لوگ دوڑتے

اور اللہ کی طرف جھکنے والے تھے اور اس سوال سے ان کا یہ مقصد بھی تھا کہ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ ان سے عذاب ٹال دے اور انہیں کچھ مہلت دیدے اور انہیں توبہ کی توفیق نصیب ہوجائے۔ فرشتوں نے ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ اب آپ اس موضوع پر بات نہ کیجئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ صادر ہوچکا ہے اور قوم لوط کی ہلاکت لکھی جاچکی ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا فیصلہ کر لیتے ہیں تو اسے کر گزرتے ہیں۔ اس لئے ان پر عذاب ضرور آئیگا۔ اب کسی کی دعا اور سفارش سے یہ عذاب ٹالا نہیں جاسکتا۔

آیت 77: فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس خوبصورت لڑکوں کی شکل میں آئے:

ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو قوم لوط کی ہلاکت کی خبر دے کر فرشتے نہایت خوبصورت، کم عمر نوجوان لڑکوں کی شکل میں لوط علیہ السلام کے پاس آئے۔ لوط علیہ السلام خوبصورت مہمانوں کو دیکھ کر گھبرا گئے اور دل میں سوچنے لگے کہ اگر انہیں اپنے پاس رکھوں گا تو قوم کو خبر ہوجائے گی اور وہ بدکرداری سے باز نہیں آئے گی۔ یہ سوچ کر آپ علیہ السلام کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکل گئے کہ آج کا دن بڑا ہی سخت ہے۔ پھر آپ علیہ السلام خاموشی سے انہیں اپنے گھر لے آئے، لیکن آپ علیہ السلام کی بیوی نے قوم کو ان مہمانوں کی خبر دے دی۔

آیت 78: بدکردار قوم کو وعظ:

کم عمر اور خوبصورت نوجوانوں کی آمد کی خبر سنتے ہی قوم کے لوگ بھاگے ہوئے لوط علیہ السلام کے گھر آئے

وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿78﴾ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ

ہوئے ان کے پاس آپہنچے، جبکہ وہ تو پہلے ہی سے برائیوں کا ارتکاب کیا کرتے تھے، لوط (علیہ السلام) نے کہا اے میری قوم، یہ میری (قوم کی) بیٹیاں موجود ہیں، یہ تمہارے لئے پاکیزہ ہیں، لہٰذا تم (ان سے نکاح کرلو) اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کو پریشان کرکے مجھے رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی سمجھدار آدمی نہیں؟ ﴿78﴾

انہوں نے جواب دیا (اے لوط علیہ السلام) تم بخوبی جانتے ہو کہ ہمیں تو تمہاری (قوم کی) بیٹیوں

اور اُن نوجوان فرشتوں سے جو انسانی صورت میں آئے تھے، اپنی خواہش پوری کرنا چاہی۔ آپ علیہ السلام نے قوم کو نصیحت فرمائی کہ اللہ عزّ وجل نے تمہارے لئے عورتیں پیدا کی ہیں۔ قوم کی بیٹیاں، میری بیٹیاں ہیں اس لئے تم ان سے نکاح کرکے اپنی بیویاں بنالو اور ان سے اپنی خواہش پوری کرلو۔ اس سے تم کو دونوں جہاں میں فائدہ ہوگا۔

آیات 79 تا 80: قوم لوط کا متکبرانہ جواب:

قوم نے لوط علیہ السلام کو جواب دیا کہ اے لوط، آپ تو ہمارے ارادوں (لواطت) سے بخوبی واقف ہیں، ہمیں عورتوں کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا آپ کا ہمیں نصیحت کرنا بے کار ہے۔ ہم ہرگز باز نہیں آئیں گے اور اپنی خواہش انہی خوبصورت نوجوانوں سے پوری کریں گے۔ جب لوط علیہ السلام کو یقین ہوگیا کہ وہ بدبخت ان کے مہمانوں پر ضرور دست درازی کریں گے تو کہا کہ کاش، مجھ میں قوت ہوتی یا میرے خاندان کے لوگ یہاں موجود ہوتے تو میں ضرور تمہیں اس قبیح حرکت سے روکتا اور اپنے مہمانوں کی حفاظت کرتا۔ چونکہ لوط علیہ السلام اس علاقہ سدوم میں اکیلے تھے۔ آپ علیہ السلام کا وہاں کوئی کنبہ وقبیلہ نہ تھا۔ بیوی بھی کافرہ تھی جو بجائے آپ علیہ السلام کا ساتھ دینے کے کفار کا ساتھ دیتی تھی۔ اس لئے بے بسی کے عالم میں آپ علیہ السلام کی زبان سے مندرجہ بالا الفاظ نکلے تھے۔ لوط علیہ السلام کے دل میں یہ یقین تھا کہ اللہ کا سب سے مضبوط سہارا انہیں ہر حال میں حاصل ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ عام اصول ہے کہ وہ لوگوں کے ذریعہ سے ظلم کا خاتمہ کرتا ہے جیسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار ومہاجرین سے مدد مانگی تھی تاکہ اللہ تعالیٰ کا دین دوسروں تک پہنچاسکیں۔ اسی طرح لوط علیہ السلام نے بھی اپنے خاندان اور مسلمان

مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿79﴾

کی کوئی خواہش نہیں ہے اور تم تو ہماری چاہت سے بخوبی واقف ہو۔ ﴿79﴾

قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴿80﴾

لوط (علیہ السلام) نے کہا کاش کہ مجھ میں تم سے مقابلہ کرنے کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارا کی پناہ لے لیتا۔ ﴿80﴾

قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ۭ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ۭ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ۭ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴿81﴾

فرشتوں نے کہا اے لوط، بے شک ہم آپکے رب کے فرشتے ہیں، یہ لوگ ہرگز آپ پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے۔ پس آپ اپنے گھر والوں کو لے کر رات گئے نکل جائیں۔آپ میں سے کوئی بھی پیچھے مڑکر نہ دیکھے سوائے آپکی بیوی کے، اس لئے کہ اسے بھی وہی (عذاب) پہنچنے والا ہے جو ان سب کو پہنچے گا، یقیناً ان کے عذاب کا مقرروقت صبح ہے، کیا صبح بالکل قریب نہیں؟ ﴿81﴾

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا

پھر جب ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا تو ہم نے اس

پیروکاروں کے ذریعہ فوری مدد کی تمنا کی تھی۔ (مزید تفصیل کے لئے پڑھیے ترجمہ وتفسیر البقرہ 2: آیت 251)

آیت 81: لوط علیہ السلام اور مومنین کو شہر چھوڑنے کی ہدایت:

لوط علیہ السلام اپنی قوم کی ضد اور سرکشی کی وجہ سے پریشان ہوگئے، آپ کو پریشان دیکھ کر فرشتوں نے کہا کہ آپ فکر نہ کریں۔ یہ ہم تک نہیں پہنچ سکتے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اور ان پر آسمان سے عذاب لے کر اترے ہیں۔ لہٰذا آپ رات کے آخری حصہ میں اپنے اہل وعیال اور مومنین کو لیکر اپنی بستی سے نکل جائیں۔ اگر لوگوں کی چیخیں اور شور وغل سنائی دے تو خبردار کوئی پیچھے مڑکر نہ دیکھے۔ آپ کی بیوی بھی اس قوم کے ساتھ ہلاک ہوجائے گی اور اپنے انجام کو پہنچے گی اور یہ عذاب صبح صبح نازل ہوگا جو بہت ہی قریب ہے۔

آیات 82 تا 83: قوم لوط پر اللہ تعالیٰ کا عذاب:

اللہ عزّ وجل کے حکم کے مطابق لوط علیہ السلام رات کے آخری حصہ میں اپنے اہل وعیال اور دیگر مومنوں کو لے کر بستی سے نکل گئے۔ اور سورج نکلتے ہی ان کی قوم پر عذاب نازل ہوا۔ جبرئیل علیہ السلام نے ان

سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ۙ ﴿82﴾

بستی کو (الٹ کر) اوپر کا حصہ نیچے کر دیا اور ان پر کنکریلے تہ بہ تہ پتھر برسا دیئے۔ ﴿82﴾

مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿83﴾

(جن میں سے ہر پتھر پر) تمہارے رب کی طرف سے نشان لگے ہوئے تھے اور وہ (بستی) ان ظالموں (قریشِ مکہ) سے کچھ بھی دور نہیں۔ ﴿83﴾

بدکاروں کی بستی کو زمین کی سطح سے اوپر اُٹھا کر زمین پر دے مارا، پھر اس پر آسمان سے لگاتار پتھروں کی بارش برسائی اور یہ پتھر عام نہ تھے بلکہ مخصوص نشان والے تھے۔ یہ دوہرا عذاب انہیں غضب الٰہی کی شدت کی بنا پر دیا گیا۔ یہ ہلاک شدہ بستیاں شام اور مدینہ کے درمیان تھیں، ان بستیوں پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کو آئے ہوئے کئی صدیاں گذر گئیں، اب ان بستیوں کی جگہ کھارے پانی کا سمندر ہے جسے ''بحرمیت'' کہتے ہیں، اس کا پانی کوئی بھی جاندار نہیں پی سکتا اور اس کے آس پاس کی زمین بھی بنجر ہے جو کچھ بھی نہیں اُگا سکتی۔ ہر قسم کے ظالم اور نافرمان لوگوں کے لئے اس واقعہ میں بہت بڑی عبرت ہے کہ جو انجام ان نافرمان لوگوں کا ہوا، وہی انجام ہر اس ظالم و نافرمان کا بھی ہوسکتا ہے، جو قومِ لوط کے فعل میں ملوث ہے۔

باقی تفسیر کے لئے پڑھیے چوتھا حصہ

تصدیق نامہ

میں نے مختصر تفسیر ابن کثیر ''الاعلام الاسلامی وقف'' کراچی کا مطبوعہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر 1 سے سورۂ ہود کی آیت نمبر 83 تک کو بغور پڑھا اور اس کے اعراب و حروف کو چیک کیا، اس میں جو اغلاط تھیں وہ درست کر دی گئی ہیں۔ اب میں تصدیق کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا تفسیر اغلاط سے پاک و مبرّا ہے۔

المدعی

سید محمد عظمت علی نوری

ریسرچ و رجسٹریشن آفیسر

(محکمہ اوقاف سندھ) کراچی

از

ملک محمد اللہ وسایا خان بلوچ ہاؤس

مستقل پروف ریڈ

وزارت، سپی

پاکستان اسلام

نمبر 515 پریس آباد حیدرآباد

گھر بیٹھے اسلام سیکھئے

❶ بذریعہ خط وکتابت کورس (انگلش یا اردو) ❷ قرآن کریم عربی (چھوٹا، بڑا سائز) ❸ قرآن کریم مترجم اردو (چھوٹا، بڑا سائز) ❹ قرآن کریم کا لفظی و بامحاورہ آسان اردو ترجمہ ❺ قرآن کریم مترجم فارسی ❻ 40 دن میں گھر بیٹھے قرآن اور نماز پڑھنا سیکھئے ❼ عربی سیکھئے (قرآن کریم ونماز کی دعاؤں سے) ❽ مختصر تفسیر ابن کثیر ﷺ ❾ مختصر سیرت النبی ﷺ ❿ ایک ہزار منتخب احادیث ماخوذ از بخاری شریف ⓫ ایک ہزار منتخب احادیث ماخوذ از مسلم شریف ⓬ ایک ہزار منتخب احادیث ماخوذ از مشکوۃ شریف ⓭ آپ ﷺ کے لیل ونہار ⓮ بیماریاں اور ان کا علاج مع طب نبوی ﷺ ⓯ سہل وآسان حج وعمرہ ⓰ دنیاوی تفکرات اور آخرت میں کامیابی کیلئے ⓱ اولاد کی تعلیم وتربیت ⓲ عورتوں کے مسائل اور ان کا حل ⓳ مریض کی نماز ⓴ قصص الانبیاء علیہم السلام ㉑ مختصر سیرت خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم ㉒ بڑے گناہوں سے بچاؤ کیسے؟ ㉓ غم نہ کریں ㉔ عدت کے مسائل ㉕ نماز پڑھنا سیکھئے ㉖ قربانی کے مسائل ㉗ زکوٰۃ کی فرضیت، وعید اور نصاب ㉘ وقت کا بہترین استعمال ㉙ اولیاء اللہ کی کرامات ㉚ مختلف پمفلٹس واسٹیکرز

الاعلام الاسلامی
ISLAMIC COMMUNICATION TRUST
Spreading the Word of Allah Worldwide

ملنے کے پتے :

کراچی
کمرہ نمبر 10، دوسری منزل، گلشن ٹیرس (بلڈنگ)، نزد جامع کلاتھ مارکیٹ
ایم اے جناح روڈ، کراچی۔ فون: 32210209 / 32627369

دفتری اوقات : صبح 11 بجے تا شام 7 بجے تک (تعطیل : بروز اتوار)

e-mail : islamisforall@hotmail.com

Visit our Website : www.islamis4all.com
for all our Books and Correspondence Course

لاہور
F/1 ، رحمان پلازہ۔4، فاطمہ جناح روڈ، لاہور
فون: 36367338 / 36366207

اسلام آباد
المسعود اسلامی بکس، دکان نمبر B-10، بلاک 4-B
مرکز F-8، اسلام آباد فون: 2261356